

سانِ نبوی ﷺ پر 12 ایمان

# علمی مقالات

محقق العصر حضرت مولانا

مفتی محمد خاقدری

جلد سوم

گلزارِ اسلامی پبلیکیشنز

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

# مقالات کے نام

۱۔ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا

۴۸۳۵

(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

۶۸۳۴۹

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۱۰۴۳۶۹

۴۔ تحفہ درود و سلام

۱۳۶۳۱۰۵

۵۔ حدیث توسل آدم علیہ السلام

۱۸۲۳۱۳۷

ہرگز موضوع نہیں

نام کتاب	علمی مقالات
تصنیف	مفتی محمد خان قادری
اہتمام	محمد فاروق قادری
کمپوزنگ	اسلامک کمپوزنگ سنٹر
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور
جلد سوم صفحات	432
اشاعت اول	اپریل 2011ء

ملنے کے پتے

☆ فریڈ بک شال اردو بازار لاہور ☆ فیضان القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی  
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی ☆ مکتبہ برکات الدین بہادر آباد کراچی  
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی  
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور  
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور  
☆ مکتبہ دارالعلوم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نورینہ ضویہ بخش روڈ لاہور  
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ بخش روڈ لاہور  
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور  
☆ مکتبہ خنجر بخش روڈ لاہور ☆ مکتبہ مسلم کنایہ دربار مارکیٹ لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد شریعت گلشن رحمان ٹھوکر نیا بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048



۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفیٰ ﷺ ۲۱۸۳ تا ۲۱۸۴

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو

ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے) ۲۶۸۳ تا ۲۶۸۴

۸۔ آثار رسول ﷺ کی عظمتیں

۲۸۶۳ تا ۲۸۶۹

۹۔ اسلام اور خدمت خلق

۳۱۰۳ تا ۳۱۰۷

۱۰۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کی

۳۳۳۳ تا ۳۳۳۵

حیات و خدمات

۴۰۲۳ تا ۴۰۲۵

۱۱۔ کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

۱۲۔ المقالة المرضیة فی الرد علی

۴۱۰۳ تا ۴۱۰۴

من ینکر زیارة المحمدیة

اہم نوٹ: تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیے!

حضور ﷺ کا نور محسوس ہو؟

خدارا! ادھاندی نہ کرو

نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا

اہلسنت کا موقف ہے ذکہ الہی بدعت کا

تحریر: مفتی محمد خان قادری

حکومت سعودیہ کی طرف سے اردو خواں حجاج کو قرآن کریم کا جو مترجم نسخہ دیا جاتا ہے اس کے مترجم محمد جو نگر مضمیٰ اور اس کے محشی حافظ صلاح الدین یوسف ہیں۔ کاش حکومت سعودیہ امت میں اختلاف و نزاع پیدا کرنے والا لٹریچر حجاج میں تقسیم کرنے کی بجائے امت کے مسئلہ علماء کے کتب کے درست اور معیاری تراجم کی اشاعت کا فریضہ نبھاتی کیونکہ وہ تمام عالم اسلام کا مرکز ہے مثلاً اگر امام جلال الدین سیوطی (911ھ) کی تفسیر جلالین کا ترجمہ شائع کیا جائے تو حصول مقاصد کے ساتھ ساتھ امت میں موجود اختلاف و نزاع بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس حکومتی تحفہ میں نزاع و اختلاف کی ایک مثال درج ذیل ہے۔ جس کا ہم علمی جائزہ لے رہے ہیں۔

ارشاد الہی..... لَدِ جَاءِ كَمِ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كُحِبَ مِیْنُ..... کے تحت موصوف محشی نے یہ تفسیری حاشیہ لکھا ہے۔

نور اور کھاب مُبِیْن دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔ ان کے درمیان واو، مغایرت مصداق نہیں مغایرت معنی کے لیے ہے اور یہ عطف تفسیری ہے۔ جس کی واضح دلیل قرآن کریم کی آیت ہے جس میں کہا جا رہا ہے۔ یُھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔ اگر نور اور کتاب یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ یُھْدِیْ بِہِمَا اللّٰہُ ہوتے یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے۔ قرآن کی اس نص سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے۔ یہ نہیں کہ نور سے آنحضرت ﷺ اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے جیسا کہ وہ امر بدعت باور کراتے ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نُورٌ مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ کا عقیدہ کھڑا



رکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس خانہ ساز عقیدے کے اثبات کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی۔ حالانکہ یہ حدیث، حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے علاوہ ازیں یہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا۔ ”إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ“ یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔ محدث البانی لکھتے ہیں (فَالْحَدِيثُ ضَعِيفٌ بِلَا رَتَبٍ، وَهُوَ مِنَ الْأَدْلَةِ الظَّاهِرَةِ عَلَى بَطْلَانِ الْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ) (أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَاهِلٍ)

”مشہور حدیث جاہلہ کہ اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، باطل ہے۔ (ترجمہ القرآن الکریم، 291، 292)

اس عبارت میں انھوں نے درج ذیل باتیں کہیں ہیں۔

- 1- نور اور کتاب دونوں سے ایک ہی چیز (قرآن کریم) مراد ہے۔
- 2- نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد نہیں۔
- 3- بلکہ نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لینا اہل بدعت کا طریقہ ہے۔
- 4- اول ماخلق اللہ نوری کا کوئی ثبوت نہیں۔
- 5- یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مسترد کر دینی چاہیے۔
- 6- اور محدث البانی کے قول کو حجت مانا جائے۔
- 7- نور ماننے والے بشریت کا انکار کرتے ہیں۔

### حقائق کے خلاف بلکہ دھاندلی

محترم حافظ صاحب نے جتنی باتیں کہیں ہیں وہ سب حقائق کے خلاف ہیں جو کسی عالم کے شایان شان ہی نہیں۔ تفاسیر کا مطالعہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ موصوف نے خلاف واقع لکھتے ہوئے کس قدر دھاندلی سے کام لیا، یہ دھاندلی پڑھ کر نہایت ہی دکھ و توجہ ہوا کہ تمام اہل سنت مفسرین کی تصریحات کی موجودگی میں اس مسئلہ پر یہ لکھا جا رہا ہے تو باقی مسائل کا کیا حال ہو گا؟ یہاں اہل سنت کے موقف کو اہل بدعت اور اہل بدعت (معتزلہ) کے موقف کو اہل سنت کا موقف قرار دے دیا گیا ہے۔

ہم اس مقالہ میں کچھ حقائق سامنے لانا چاہتے ہیں اگر ہم نے کسی جگہ بددیانتی یا دھاندلی سے کام لیا ہو تو کوئی بھی اس کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ یاد رہے جس طرح آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے اسی طرح حضور ﷺ کو مطلقاً کسی طرح بھی نور نہ ماننا بھی کفر ہے۔ یعنی نور معنوی ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔

### اہل سنت کا موقف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

قد جاءكم من الله نور وكتاب  
بین۔ (المائدہ ۱۵) طرف سے نور اور روشن کتاب۔

معتزلہ (اہل بدعت) کے علاوہ مفسرین کی اکثریت نے نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس اور کتاب بینین سے قرآن مجید مراد لیا ہے بلکہ اسی قول کو عین و قوی بھی قرار دیا ہے۔ جبکہ دوسرے قول کو خیف اور غیر عین رکھا ہے۔

### نور سے مراد ذات محمدی ﷺ

آئیے ہم چودہ صدیوں میں لکھی جانے والی تفاسیر سے ترتیب وار کچھ حوالہ جات بعینہ نقل کیے دیتے ہیں تاکہ مسئلہ آشکار ہو جائے کہ ائمہ اہل سنت کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟

### حضرت ابن عباس (ت ۷۸)

سب سے پہلے ترجمان القرآن صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ملاحظہ کر لیجئے۔

قد جاءكم من الله نور رسول یعنی  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم و  
کتاب مبین بالحلال والحرام  
(بہمدی بہ) بمحمد والقرآن (تنبیہ  
المقباس من تفسیر ابن عباس ۱۱۹)

(یقیناً تمہاری طرف اللہ کی طرف سے نور آیا)  
رسول مراد محمد ہیں (اور کتاب بینین) جو حلال و  
حرام واضح کرتی ہے (ہدایت دیتا ہے اس کے  
ساتھ) یعنی محمد اور قرآن کے ساتھ۔







ضياء من الضلالة وهدى يعنى الاسلام وقال قتاده يعنى النبى صلى الله عليه وسلم وهو اختيار الزجاج قال النور محمد صلى الله عليه وسلم (وكتاب مبین) يعنى القرآن فيه بيان ما يختلفون فيه (یہدی بہ اللہ) ای بالکتاب المبین۔  
(الوسیط، ۲، ۱۶۸) کتاب مبین کے ذریعے۔

#### ۶۔ امام ابواسحاق ثعلبی (ت، ۳۲۷)

امام ابواسحاق احمد ثعلبی نے تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔  
(قد جاء کم من الله نور) یعنی (قد جاء کم من الله نور) سے مراد محمد ﷺ  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اور کتاب مبین) واضح کتاب اور بعض نے کہا  
(وكتاب مبین) بین وقیل مبین وهو وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن  
القرآن۔ (الکشف والبيان، ۳، ۳۹) ہے۔

#### ۷۔ امام ابو محمد بغوی (ت، ۵۱۶)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بغوی نے نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیے ہوئے لکھا۔

یعنی محمد ﷺ وقیل الاسلام (وكتاب مبین)

ای بین وقیل مبین وهو القرآن۔ نور سے مراد محمد ﷺ ہیں اور بعض نے کہا  
(معالم التنزیل، ۲، ۲۲) اسلام (وكتاب مبین) واضح بعض نے کہا  
وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن ہے۔

#### ۸۔ امام ابن عطیہ اندلسی (ت، ۵۳۳)

امام ابو محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسی نور اور کتاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔  
یحتمل ان یريد محمدا ﷺ اس بات کا احتمال ہے کہ ان الفاظ سے اللہ  
والقرآن وهذا هو ظاهر اللفاظ۔ تعالیٰ کی مراد محمد ﷺ اور قرآن ہوں الفاظ کا  
(المحور الوجیز، ۲، ۱۷۱) ظاہر اس احتمال کا مؤید ہے۔

#### ۹۔ امام ابن جوزی (ت، ۵۹۷)

امام جمال الدین عبدالحق بن جوزی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے  
رقطراز ہیں۔

قال قتاده یعنی بالنور محمدا ﷺ قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی نور سے مراد محمد ﷺ  
وقال غيره هو الاسلام فاما الكتاب کی ذات ہے اور ان کے علاوہ کچھ لوگ اسلام  
المبین فهو القرآن۔ مراد لیتے ہیں۔ رہی کتاب مبین تو اس سے  
(زاد السیر، ۲، ۱۸۷) مراد قرآن ہے۔

#### ۱۰۔ مفسرین کے سربراہ امام رازی (ت، ۶۰۶) کی تفسیر

امام المفسرین حضرت فخر الدین رازی کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فيه الوال الاول المراد بالنور اس میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) نور سے مراد  
محمد ﷺ و بالكتاب القرآن محمد ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن۔ (۲) نور  
والثانی ان المراد بالنور الاسلام سے مراد اسلام اور کتاب ہے مراد قرآن۔  
وبالكتاب القرآن الثالث النور (۳) نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن لیکن  
والكتاب هو القرآن وهذا ضعيف یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف، معطوف  
لان المعطوف یوجب المغایرة بین ومعطوف علیہ میں مغایرت کا تقاضا کرتا ہے  
اور محمد ﷺ، اسلام اور قرآن کو نور کہنا واضح  
ہے۔ اس لیے کہ نور ظاہری وہ ہوتا ہے جس  
کے ذریعے آگے ظاہری اشیاء کے اور اک پر  
والقرآن بالنور ظاهرة لان النور



الظاهر هو الذي يتقوى به البصر  
على ادراك الاشياء الظاهرة  
والنور الباطن ايضا هو الذي يتقوى  
به البصيرة على ادراك الحقائق  
والمعقولات (يهدي به الله) اي  
بالكتاب المبين.

(مفاتيح الغيب، جز ۱۱، ج ۳۲۷)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

سمى الرسول نوراً قد جاءكم من  
الله نور وكتاب مبين.

(ایضاً ۲، ۲۶۳)

امام کی گفتگو سے چند چیزیں نہایت ہی آشکار ہیں۔

- 1- نور اور کتاب سے الگ الگ اشیاء مراد ہونی چاہئیں کیونکہ عطف ان میں تغاڑ کا  
تقاضا کرتا ہے یعنی الفاظ آیت کا تقاضا یہی ہے کہ ان سے مراد الگ الگ ہو۔
- 2- ان دونوں سے قرآن مراد لینا مختار قول نہیں بلکہ ضعیف ہے۔
- 3- مختار قول یہی ہے کہ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد ہے۔

امام سلمی شافعی (ت، ۶۶۰)

سلطان العلماء امام عزالدین عبدالعزیز سلمی شافعی نے امام اللوردی کی تفسیر النکت  
والعیون کا اختصار کیا ہے۔ اس میں رقمطراز ہیں۔

(نور) محمد ﷺ او القرآن العزیز.

(تفسیر القرآن، ۱۲۶)

امام قرطبی (ت، ۶۷۱) کی رائے

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

ای ضیاء قبل الاسلام و قبل محمد  
علیه السلام عن الزجاج (و کتب  
مبین) ای القرآن لانه بین الاحکام.  
(الجامع لاحکام القرآن، جز ۶، وضاحت کرتی ہے۔  
(۱۱۵)

۱۳۔ امام بیضاوی (ت، ۶۸۵) کی رائے

قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن محمد بیضاوی رقمطراز ہیں۔

یعنی القرآن لانه الکاشف لظلمات  
الشک والضلال والکتاب  
الواضح الاعجاز و قبل یزید بالنور  
محمد ﷺ. (انوار اشتریل، ۲، ۳۰۷) ذات۔

۱۴۔ امام نسفی (ت، ۷۱۰)

امام عبد اللہ بن احمد نسفی نے تقریباً یہی بات تحریر کی ہے۔

یزید القرآن لکشفه ظلمات  
الشک والشک ولا بانته ماکان  
مخالفا علی الناس من الحق اولاً  
ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ  
لانه یهتدی به کما سمي سراجا  
(بہدی به اللہ) ای بالقرآن.  
(مدارک التنزیل، ۶، ۲۷۸) ذریعے ہدایت دیتا ہے (یعنی قرآن کے  
ذریعے۔

۱۵۔ امام خازن (ت، ۷۲۵)

امام علاء الدین علی بن محمد بغدادی الخازن کی سنہ۔ نور سے مراد واضح کرتے



ہوئے رقطراز ہیں۔

یعنی محمد ﷺ انما سماء اللہ نوراً لانه یھدی بہ کما یھدی بالنور فی الظلام وقیل النور هو الاسلام (و کتاب مبین) یعنی القرآن (یھدی بہ اللہ) یعنی یھدی اللہ بالکتاب المبین۔  
(لیاب التاویل، ۱، ۳۷۷) اللہ تعالیٰ کتاب مبین کے ذریعے ہدایت دیتا ہے۔

## ۱۶۔ شیخ ابن تیمیہ (ت، ۷۲۸)

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔  
قبل النور هو محمد ﷺ وقیل هو بعض النور نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ اور بعض الاسلام۔ (مجموعۃ الفتاوی، ۷، ۹) نے کہا اسلام۔

## ۱۷۔ امام نظام الدین غیشاپوری (ت، ۷۲۸)

امام نظام الدین حسن بن محمد غیشاپوری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے ہوئے رقطراز ہیں۔

محمد ﷺ او الاسلام (و کتاب مبین) هو القرآن لا بانہ ماکان خافیا علی الناس من الحق و یحتمل ان یکون النور والکتاب هو القرآن والمفارقة اللفظیۃ کالیۃ بین المعطوفین۔  
مراد محمد ﷺ ہیں یا اسلام (اور کتاب مبین) قرآن ہے اس لیے کہ قرآن لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ ۱۔ کتاب سے مراد قرآن ہو اور مفارقت لفظی، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کافی ہوتی ہے۔

(غرائب القرآن، ۲، ۵۱۶)

## ۱۸۔ امام ابو حیان اندلسی (ت، ۷۵۳)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی نے ان الفاظ سے تفسیر کی ہے۔  
قبل هو القرآن سماء نور الکشف بعض نے کہا اس سے مراد قرآن ہے اللہ نے ظلمات الشوک والشک اولانہ ان کا نام نور رکھا اس لیے کہ وہ شک و شرک کی ظاہر الاعجاز وقیل النور الرسل تاریکیوں کو دور کرتے ہیں۔ یا اس لیے کہ آپ ظاہر معجزہ ہیں۔ بعض نے کہا نور سے مراد وقیل الاسلام۔  
(البحر المحیط، ۳، ۳۳۸) رسول اور بعض نے کہا اسلام۔

## ۱۹۔ شہاب الدین خفاجی (ت، ۱۰۶۹)

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی، امام بیضاوی کے الفاظ تفسیر کی وضاحت میں رقطراز ہیں۔

(یعنی قرآن) فعلى هذا النور والکتاب واحد و تسمیۃ نوراً لکشفه و اظہاره طرق الہدی والیقین..... وعلى تفسیر النور بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم لظہوره بالمعجزات و اظہاره للحق لان المراد بهما واحد على التفسیر الاول للنور و کونهما کالو احد لاتحاد ما بیناهما علی التفسیر الثانی۔  
(عناية القاضی علی بیضاوی، ۳، ۳۳۳)

## ۲۰۔ علامہ حقی (ت، ۱۱۳۷)

علامہ اسماعیل حقی نے بھی نور سے دونوں چیزیں مراد لی ہیں۔



المراد بالنور والكتاب نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے  
 هو القرآن..... وقيل المراد بالاول هو الرسول ﷺ وبالثاني القرآن  
 (بہدی بہ اللہ) وحد الضمیر لان المراد بهما واحد بالذات اولانہما  
 فی حکم الواحد فان المقصود منهما دعوة الخلق الى الحق احدہما رسول الہی والاخر  
 معجزته. (روح البیان، ۲، ۴۳۷) معجزہ ہے۔

۲۱۔ شیخ مہدی (ت، ۱۲۲۳)

علامہ ابوالحسن احمد بن مہدی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

عطف تفسیر فانور هو الكتاب یہ عطف تفسیری ہے نور سے مراد  
 المبين او النور محمد عليه الصلاة بھی کتاب مبین ہی ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ  
 والسلام کی ذات ہے۔

(البحر المہدید، ۲، ۱۰۷)

۲۲۔ امام غلابی مالکی (ت، ۸۷۵)

امام عبدالرحمن بن محمد غلابی مالکی کے الفاظ میں۔

(قد جاء کم من اللہ نور) هو (قد جاء کم من اللہ نور) نور سے مراد  
 محمد ﷺ (وكتاب مبين) هو محمد ﷺ ہیں (وكتاب مبين) اس سے مراد  
 القرآن و یحتمل ان یرید موسیٰ قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد  
 علیہ السلام والقرآن والاول هو موسیٰ ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔  
 ظاہر الایۃ وهو اظہر آیت کے ظاہری کا تقاضا پہلا احتمال ہے اور

(جواهر الحسان فی سیر القرآن، ۲، ۳۶۵) یہی اظہر وحقار ہے۔

۲۳۔ قاضی یانی پتی (ت، ۱۲۲۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

(نور) یعنی محمد ﷺ او الاسلام (نور) مراد محمد ﷺ یا اسلام (وكتاب مبين)  
 (وكتاب مبين) الاحکام او بین احکام کی وضاحت کرنے والی یا ظاہر معجزہ اور  
 الاعجاز وهو القرآن و جاز ان وہ قرآن ہے اور عطف تفسیری بھی جائز ہے۔  
 یكون العطف تفسیر یا وسمی محمد ﷺ اور قرآن کو نور کہا گیا اس لیے کہ  
 محمد ﷺ والقرآن نور الکونہما دونوں کفر کی تاریکیوں کو دور کرنے والے  
 کا شغین لظلمات الکفر (بہدی بہ ہیں۔) (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے)  
 اللہ) وحد الضمیر لان المراد بهما واحد کی ضمیر لائی گئی اس لیے کہ دونوں سے  
 اما واحد او کواحد علی حکم مراد یا تو ایک ہے یا حکم میں ایک کی طرح

(المظہری، ۳، ۶۷) ہیں۔

۲۴۔ امام صاوی (ت، ۱۲۳۱)

امام احمد بن محمد صاوی مالکی، امام سیوطی کے الفاظ ہو نور النبی ﷺ (نور سے نور  
 نبی مراد ہے) کے تحت لکھتے ہیں۔

ای وسمی نوراً لانه ينور البصائر یعنی ان کو نور کہا گیا اس لیے کہ وہ بصیرتوں کو  
 ویہدیہا للرشاد ولانه اصل کل نور روشن کرتے ہیں اور ان کو راہ راست کی طرف  
 جسی و معنوی ہدایت دیتے ہیں اور (اس لیے کہ وہ ہر نور جسی

(الصاوی، ۲، ۱۰۵) اور معنوی کی اصل ہیں۔

نوٹ: ان کا جملہ بار بار پڑھیے کہ آپ ﷺ پر نور جسی و معنوی کی اصل ہیں۔

۲۵۔ قاضی شوکانی (ت، ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ یہ ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل  
الاسلام (وكتاب مبين) القرآن فانه  
المبين والضمير في قوله (بهدي به)  
راجع الى الكتاب او اليه والى النور  
لكونهما كاشني الواحد.  
(فتح القدير، ۲، ۲۳)

زجاج نے کہا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور  
بعض نے کہا اسلام ہے (وكتاب مبين) یعنی  
قرآن اس لیے کہ وہ وضاحت کرنے والا  
ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (بهدي به) میں  
ضمیر کتاب کی طرف لوٹ رہی ہے یا کتاب  
اور نور کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس لیے کہ وہ  
دونوں ایک شی کی طرح ہیں۔

## ۲۶۔ علامہ آلوسی (ت ۱۲۷۰)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی نہایت ہی تفصیل کے ساتھ رقمطراز ہیں۔  
(نور) عظیم وهو نور الانوار والنبي (نور) عظیم اور اس سے مراد یہ تمام نوروں کا  
المختار ﷺ والی ماذہب قتادہ نور ہے۔ نبی مختار ﷺ کی ذات ہے اور نبی  
واختاره الزجاج حضرت قتادہ تابعی اور زجاج کا مختار مذہب  
(روح المعانی، ۶، ۳۶۷) ہے۔

## ۲۷۔ علامہ قاسمی (ت ۱۳۲۲)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں۔  
يوند القرآن لكشفه ظلمات الشرك والشك ولا ياتنه ماكان  
خافيا على الناس من الحق اولانه  
ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ  
لان يهتدى به كما سمي سراجا.  
(معان التنزيل، ۳، ۸۳) جاتی ہے اس لیے کہ ان سے ہدایت حاصل کی  
جاتی ہے جیسا کہ ان کو سراج کہا گیا۔

## ۲۸۔ علامہ بھوپالی (ت ۱۳۷۰)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابو الطیب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تفسیر بھی ملاحظہ  
کر لیجئے۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل  
الاسلام (وكتاب مبين) القرآن فانه  
المبين (فتح البيان، ۲، ۲۳۳) قرآن کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔  
نوٹ: حافظ موصوف اسے اچھی طرح دیکھ لیں ان کے امام کیا لکھ رہے ہیں کیا یہ  
اس بدعت کی بات لکھ رہے ہیں۔

## ۲۹۔ علامہ عثمانی (ت: )

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔  
شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبين سے قرآن کریم مراد ہے۔  
(تفسیر عثمانی ۱۹۳)

## ۳۰۔ شیخ حوی (ت: )

شیخ سعید حوی کی عبارت یہ ہے۔  
النور هنا محمد ﷺ لانه يهتدى به  
و يفتدى ولقى مكان آخر سماه الله  
سراجا فقال (وداعيا الى الله باذنه  
وسراجا منيرا) ويمكن ان يروا به  
الى الله باذنه وسراجاً منيراً) اور ممکن ہے  
القرآن (اساس فی التفسیر، ۳، ۱۳۲۹) کہ اس سے مراد قرآن ہو۔

## ۳۱۔ علامہ ابو محمد حقانی (ت: )

علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی کہتے ہیں۔  
اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو نور اور قرآن کو کتاب مبين بیان فرما کر یہ بات  
ظاہر کرتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ مذہب انبیاء میں تحریکات واقع ہوئیں تھیں سب کی اصلاح  
کر دی۔ (فتح النان، ۳، ۲۰)

## ۳۲۔ شیخ صدیقی کاندھلوی (ت: )

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا۔



اگرچہ کچھ شارحین نے قرآن سے نور اور کتاب مبین میں عطف تفسیری مان کر دونوں سے قرآن مراد لیا، مگر ہمارے خیال میں حضرت قتادہ اور زجاج کی بات ازروئے بلاغت زیادہ وزنی ہے کہ یہاں نور سے مراد حضور کی ذات گرامی اور کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے چونکہ آپ کی زندگی کا ایک ایک عمل قرآن کی ہدایات کا پرتو اور عکس تھا اس لیے یقیناً آپ کی زندگی پوری انسانیت کے لیے روشنی کا سامان ہے۔ قرآن اگر آفتاب ہے تو حضور انور کی ساری زندگی اس آفتاب کی روشنی ہے۔ (معالم القرآن ۶، ۲۰۶)

۳۳۔ علامہ رشید رضا (ت: ۱۹۳۵)

علامہ رشید رضا مصری نے تین اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

فی المراد هنا ثلاثة اقوال احدها انه اس جگہ نور سے متعلق تین اقوال ہیں النبی ﷺ وثانيتها انه الاسلام ثالثها (۱) نبی ﷺ (۲) اسلام (۳) قرآن۔ القرآن۔ (المعارف، ۶، ۲۵۳)

۳۴۔ شیخ مراغی

علامہ مصطفیٰ مراغی مصری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

النور هو النبي ﷺ وبسمى بذلك لانه للبصيرة كالنور ..... فكما انه لولا النور ما ادرك البصر شيئا من المبصرات و كذلك لولا ما جاء به النبي ﷺ من القرآن والاسلام لما ادرك ذو البصيرة من اهل الكتاب ولا من غيرهم حقيقة الدين الحق ولا ما طرأ على التوراة والانجيل من ضياع بضهما او نور سے مراد نبی ﷺ ہیں اور ان کو یہ نام اس لیے دیا گیا کہ وہ بصیرت کے لیے ایسے ہی ہیں جیسے دیکھنے والے کے لیے نور جس طرح اگر نور نہ ہو تو آنکھ بصیرت میں سے کسی شے کا ادراک نہیں کر سکتی اور اسی طرح اگر نبی ﷺ قرآن و اسلام نہ لاتے تو صاحب بصیرت اہل کتاب وغیرہ دین حق کی حقیقت کا ادراک نہ کر سکتے اور نہ ہی تورات و انجیل کے بعض حصص کے ضیاع و نسیان پادریوں کا ایک دوسرے کے

نسیانہ و عبث الروساء بالبعض الآخر فاخفاء شئ منه او تعريفه ولظلموا في ظلمات الجمل والكفر لا يبصرون وكتاب مبین هو القرآن الكريم وهو بین فی نفسه مبین لما يحتاج اليه الناس لهدايتهم۔ (المراغی، ۳، ۸۰) جس کے محتاج ہیں۔

۳۵۔ شیخ ابن شہید الحمد

شیخ عبدالقادر بن شہید الحمد آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

تاكيد و بيان لعموم رسالته ﷺ. عموم رسالت میں تاکید و بیان اور تمام اہل وشمولها لجميع اهل الارض عربهم وعجمهم من امين و کتابیں وان رسالته ﷺ ليست منحصرة في بيان ما كان يخفيه اهل الكتاب من الحق بل هو نور منير و سراج وهاج يغشى السبيل للسالكين۔

(تہذیب الفقیر فی تجرید التاویل، ۳، ۱۲۶) روشن کرتا ہے۔

۳۶۔ امام اجزی کلبی (ت: )

امام محمد بن احمد جزئی کلبی نور اور کتاب کی مراد واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ (نور و کتاب مبین) محمد ﷺ والقرآن۔ نور سے مراد محمد اور کتاب سے قرآن مراد ہے۔ (کتاب التمهیل لعلوم التقریل، ۶، ۱۷)

۳۷۔ شیخ ہروی شافعی

شیخ محمد امین بن عبداللہ علوی ہروی کے تفسیری الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

(قد جاء كم) ايها الناس (من) عند (الله) سبحانه و تعالی (نور) ای رسول وهو محمد صلی الله عليه وسلم (وكتاب مبین) ای مظهر لوگوں کو تمہارے پاس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے نور آگیا یعنی رسول ﷺ اور



للمحق من الباطل وهو القرآن (حدائق الروح والريحان في روائی علوم القرآن، ۱، ۷، ۷، ۱)  
اس سے مراد ذات محمد ہے اور کتاب مبین ج حق کو باطل سے ظاہر کرتی ہے اور یہ قرآن ہے۔

### ۳۸۔ امام ابو عمر بن عابد دمشقی

اور نور سے محمد ﷺ کی ذات ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا نور سے مراد سلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔

### ۳۹۔ امام برہان الدین بقاعی

(نور) یعنی واضح نورانیت والا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں جنہوں نے شک و شرک کی تاریکیوں کو دور کیا اور اپنے دور ظاہری میں تمام فرقوں کو ایک کتاب پر جمع کرنے پر رہنمائی فرمائی اپنے اس قول کے ساتھ (اور کتاب) یعنی جامع (مبین) یعنی فی نفسہ واضح اور لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرنے والی۔

### ۴۰۔ امام ابوالسعود عمادی

(اور کتاب مبین) قرآن اس لیے کہ قرآن میں شرک و شک کی تاریکیوں کا کشف ہے اور لوگوں پر مخفی حق اور واضح معجزہ کا اظہار ہے اور عطف مغایرت عنوانی کو مغایرت بالذات کے منزلیہ میں اتارنے کے لیے ہے اور بعض نے کہا اول سے مراد رسول ﷺ ہیں اور ثانی سے مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر مجبور کو واحد لانے کی وجہ ازروئے ذات اتحاد مرجع ہے۔ یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا مراد مذکور بعدی ہوگا۔

### ۴۱۔ امام سیوطی

(نور) یہ نبی ﷺ کا نور (و کتاب) قرآن (مبین) واضح ظاہر (بعدی بہ) الی بالکتاب۔

### ۴۲۔ امام ثعلبی مالکی

(قد جاءكم من الله نور) یہ محمد ﷺ ہیں۔ (و کتاب مبین) یہ قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ قول اول آیت کا ظاہری معنی ہے اور قول اول ہی اظہر ہے۔

### ۳۸۔ امام ابو عمر بن عادل دمشقی (ت۔ ۸۸۰)

امام ابو حفص محمد بن عادل دمشقی 'فصل فی معنی الایۃ' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔  
والمراد بالنور محمد علیہ الصلاة اور نور سے محمد ﷺ کی ذات اور کتاب سے والسلام وبالكتاب القرآن وقيل المراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا نور سے مراد نور الاسلام وبالكتاب القرآن وقيل النور الكتاب والقرآن وهذا ضعيف لان العطف يوجب التغاير۔  
ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف (المہاب فی علوم الکتاب، ۷، ۷، ۷، ۷) مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔

### ۳۹۔ امام برہان الدین بقاعی (ت۔ ۸۸۵)

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی کے الفاظ ہیں۔  
(نور) ای واضح النورایۃ وهو محمد ﷺ ہیں جنہوں نے شک و شرک کی کشف ظلمات الشک والشک و دل علی جمعہ مع فرقہ لقولہ (و کتب) ای جامع (مبین) ای مبین فی نفسہ مبین لما کان خالفا علی الناس من الحق۔ (لظم الدرر..... ۲: ۳۱۹)

### ۴۰۔ امام ابوالسعود عمادی (ت۔ ۹۵۱)

امام ابوالسعود محمد بن محمد العمادی (و کتاب مبین) کے تحت لکھتے ہیں۔  
القرآن لمافیہ من کشف ظلمات الشوک والشک وابانۃ ما خفی علی الناس من الحق والاعجاز البین والعطف لتزیل المغایرة بالعنوان منزلة المغایرة بالذات وقيل المراد بالاول هو الرسول



صلی اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن (بہدی بہ اللہ) توحید الضمیر المجزور لاتحاد المرجع بالذات اور لکونہما فی حکم الواحد اور نہ بہدی بما ذکر (ارشاد اعلیٰ السلام، ۱۸:۳) کے حکم میں ہیں یا مراد محضیٰ مذکور ہوگا۔

۲۱۔ امام سیوطی (ت، ۹۱۴)

امام جلال الدین سیوطی نے نور اور کتاب کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔  
(نور) ہو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم (و کتاب) قرآن (مبین) مبین (ظاہر) بھدی بہ ای بالکتاب۔

۲۲۔ امام نقشبلی مالکی (ت، ۸۷۵)

امام عبدالرحمن بن محمد مالکی کے الفاظ ہیں۔  
(قد جاء کم من اللہ نور) ہو محمد (و کتاب) قرآن (مبین) مبین (ظاہر) بھدی بہ ای بالکتاب۔

اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے

یہاں ہم کچھ حافظ صاحب کے اکابرین کی تفاسیر کا حوالہ بھی ذکر کیے دیتے ہیں کہ انھوں نے بھی نور سے سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس مراد لیا ہے۔

۱۔ قاضی شوکانی (ت، ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

قال الزوجان النور محمد ﷺ وقیل امام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں (و کتاب مبین) القرآن فانه اور بعض نے کہا اسلام ہے (و کتاب مبین)

المبین والضمیر فی قوله (بہدی بہ) قرآن اس لیے کہ وہ وضاحت کرنے والا ہے الی الکتاب او الیہ والی النور ارشاد الہی (بہدی بہ) میں ضمیر کتاب کی طرف لکونہما کا لسانی الواحد۔ ہے یا کتاب اور نور دونوں کی طرف ہے اس (فتح القدیر، ۲: ۲۳۲) لیے کہ وہ دونوں ایک ہی شے کی طرح ہیں۔

۲۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی (ت، ۱۳۷۰)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابو الطیب صدیق حسن خاں بھوپالی کے تفسیری الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

قال الزوجان النور محمد وقیل امام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ الاسلام (و کتاب مبین) فانه مبین۔ بعض نے کہا اسلام مراد ہے اور کتاب مبین (فتح القدیر، ۲: ۲۳۲) قرآن ہے کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔

۳۔ شیخ ابن تیمیہ (ت، ۷۲۸)

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔  
قیل النور محمد وقیل هو الاسلام۔ بعض نے کہا نور سے مراد محمد ہیں جبکہ بعض نے (مجموعۃ الفتاویٰ، ۹: ۷۷) کہا اسلام مراد ہے۔

۴۔ قاضی سلیمان منصور پوری

انھوں نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا۔  
اس آیت میں وجود باوجود نبی اکرم کو نور بتلایا گیا۔ (شرح اسما الحسنی ص ۱۵۱)  
۵۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا۔ (ایضاً، ۱۵۳)  
اپنی سیرت پر کتاب رحمۃ للعالمین میں رقمطراز ہیں۔  
انجی کا مبارک نام سورۃ المائدہ میں نور بتلایا گیا۔ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین خازن و معالم میں نور کو نبی ﷺ کی ذات بتایا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

۶۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری

یہ اپنی تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں۔



قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين۔ تمہارے پاس اللہ کا نور محمد اور روشن کتاب (تفسیر ثانی، سورۃ المائدہ ۱۱۰۰) قرآن شریف آئی۔

۷۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی (ت، ۱۳۳۸)

آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھ کر حاشیہ میں نور سے مراد یوں واضح کرتے ہیں۔  
محمد یا..... دین اسلام۔

(تویب القرآن، ۱۳۹)

۸۔ حافظ محمد لکھوی

یہ لکھتے ہیں نور سے محمد یا اسلام جو دین ربانی ہے۔ (تفسیر محمدی، ۲۳)

معتزلہ (اہل بدعت) کی رائے

ادھر جن ائمہ اور اہل علم کی تفاسیر گزریں وہ تمام کے تمام اہل سنت یا اہل حدیث ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ دونوں سے مراد قرآن ہی ہے جیسا کہ حافظ صاحب کہہ رہے ہیں ہاں معتزلہ کی رائے موصوف سے ملتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

زخشری کی تفسیر

شیخ جبار اللہ محمود بن عمر زخشری (ت، ۵۲۸) آیت مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

(قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين) (قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين) دونوں سے (مبین) القرآن لکشفہ ظلمات الشوک والشک والا ہانہ ماکان خالیہ عن الناس من الحق اولانہ ظاہر الاعجاز۔ (الکشاف، ۱، ۶۱۷) وہ ایک ظاہری معجزہ ہے۔

علامہ محمود آلوسی اہل سنت کے موقف کے بعد شیخ ابوعلی جبائی معتزلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ انھوں نے نور سے قرآن ہی مراد لیا ہے۔

واقصر علی ذلک الزمخشری۔ زخشری نے تو قرآن ہی مراد لیا ہے۔

(روح البانی، ۶: ۳۶۷)

ایک اور معتزلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

قال ابو علی الجبالی عنی بالنور کہ ابوعلی جبائی نے نور سے مراد قرآن لیا ہے۔  
یہ موقف ضعیف ہے (ایضاً) القرآن

امام فخر الدین رازی اس موقف کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

النور: نور والکتاب هو القرآن۔ نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔  
اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وهذا ضعيف لان العطف بوجوب اور یہ ضعیف ہے اس لیے کہ عطف معطوف و المغایرة بین المعطوف والمعطوف معطوف علیہ میں مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔  
علیہ۔ (مفتاح الغیب، ب، ۶، ۳۲۷)

ملاحظہ کیا اہل سنت کے لوگ کیا لکھ رہے ہیں اور ہمارے یہ دانشور حضرات کیا کہہ رہے ہیں ادھر آپ نے پڑھا کہ نور و کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لینا اہل بدعت کا موقف ہے اور یہ ضعیف ہے۔ پھر اسی کو قرار دینا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟  
ضمیمہ کا معاملہ

ان لوگوں نے اپنے موقف پر ”بہدی ہد“ کی ضمیر سے تائید ذکر کی ہے کہ یہ بتا رہی ہے کہ ان دونوں سے قرآن ہی مراد ہے کیونکہ یہ واحد ہے اگر دو چیزیں مراد ہوتیں تو ہما ہوتا اس سلسلہ میں گزارشات درج ذیل ہیں۔

1۔ حضور ﷺ مراد کیوں نہیں ہو سکتے؟

اگر داؤ تفسیری بناتے ہوئے دونوں سے ایک ہی چیز مراد لی جائے تو کہاں ضروری ہے کہ وہ قرآن ہی ہے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد کیوں نہیں لی جاسکتی۔  
ہم کہتے ہیں کہ نور و کتاب دونوں سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے۔ اس پر ائمہ امت کی تصریحات موجود ہیں۔

1۔ حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۳) اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں  
کچھ لوگ اسے داؤ تفسیری بنا کر اس پر کیوں مصر ہیں کہ دونوں سے قرآن ہی مراد ہے، ان سے



ہم کہتے ہیں۔

وای مانع من ان يجعل النعتان للرسول صلى الله عليه وسلم فانه نور عظيم لكمال ظهوره بين الانوار و كتاب مبين حيث انه جامع لجميع الاسرار ومظهر الاحكام والاحوال والاخبار.

اور دونوں صفات رسول ﷺ کے لیے ثابت کرنے میں کیا مانع ہے؟ اس لیے کہ وہ عظیم نور ہیں اس لیے کہ انوار کے مابین ان کا ظہور کامل ہے اور ان کو کتاب مبین کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ تمام مجیدوں کے جامع اور احکام احوال اور اخبار کے ظاہر (شرح الشفا: ۴۲: ۱) کرنے والے ہیں۔

2- علامہ محمود آلوسی نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے۔

ولا بعد عندی ان يراد بالنور والكتاب المبين النبي صلى الله عليه وسلم والعطف عليه كالعطف على ماقاله الجبائي ولاشك في صحة اطلاق كل عليه عليه الصلاة والسلام. (روح المعاني، ۶: ۳۶۷)

اور میرے نزدیک اس بات میں کوئی بعد نہیں ہے کہ نور اور کتاب مبین سے نبی ﷺ کی ذات مراد لی جائے اور عطف تفسیری ہو۔ جیسے جہائی نے کہا اور دونوں صفات کے نبی علیہ صلاۃ والسلام کی ذات پر اطلاق میں کوئی شک نہیں ہے۔

دونوں کا وصف ایک ہے

دوسری بات ضمیر کے حوالہ سے اہل علم نے یہ بھی ہے کہ جب دونوں چیزیں کسی وصف میں مشترک ہوں تو ان کی طرف واحد ضمیر لوثائی جاسکتی ہے وہاں ضمیر کا لانا ضروری نہیں ہوتا۔ چونکہ قرآن اور حضور ﷺ کی ذات وصف ہدایت میں مشترک ہیں دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف ہادی ہیں لہذا ضمیر واحد ہی لائی گئی۔ اس پر بھی تمام مفسرین نے تصریح کی ہے۔ ہم ان میں سے چند کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

1- علامہ محمود آلوسی "بہدی بہ اللہ" کے تحت رقمطراز ہیں۔

توحيد الضمير لاتحاد المرجع بالذات او لكونها في حكم الواحد او لكون المراد بهدي بما ذكر.

ضمیر کو واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ بالذات مرجع ایک ہے یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا اس سے مراد وہ ہوگا جس کا ماقول (روح المعانی، ۶: ۳۶۷) میں ذکر ہوا یعنی دونوں ہدایت دیتے ہیں۔

2- شیخ صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی جواب دیتے ہوئے لکھا۔

والضمير في بهدي به الله راجع الى الكتاب او اليه والى النور لكونهما كالشئ الواحد.

اور بہدی بہ اللہ میں ضمیر کتاب کی طرف یا الی الکتاب او الیہ والی النور کتاب اور نور دونوں کی طرف لوث رہی ہے اس لیے کہ دونوں ایک شے کی طرح ہیں۔ (فتح البیان: ۲: ۲۳۳)

3- یہ انھوں نے شیخ محمد علی شوکانی کے الفاظ ہی نقل کیے ہیں۔ (فتح القدیر: ۲: ۲۳۳)

4- قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس مسئلہ پر لکھتے ہیں۔

وحد الضمير لان المراد بهما اما ضمير اس لیے واحد لائی گئی کیونکہ دونوں سے واحد او کو احد فی الحکم مراد یا تو ایک ہے یا حکم میں ایک کی طرح (المظهر: ۳: ۶۷) ہے۔

5- علامہ ابوالسعود دہلوی (ت: ۹۵۱) نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

توحيد الضمير المجزور لاتحاد المرجع بالذات او لكونهما في حكم الواحد او ارید بهدي بما ذكر.

ضمیر مجزور کو واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ بالذات مرجع متحد ہے یا دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا اس سے مراد وہ ہوگا جو ماقول میں (ارشاد العقول السليم، ۳: ۱۸) مذکور ہے۔

اب تک سات میں سے تین چیزوں پر گفتگو ہو چکی ہے چوتھی بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ..... اول ماخلق اللہ نوری کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ یہی بات شیخ احسان الہی ظہیر نے لکھی تھی اس کا نہایت ہی کافی و شافی جواب ہمارے استاد گرامی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ نے لکھا ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ کو مولوی نور الدین احمد نے گوالیار سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا اور دریافت کیا۔

یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا:

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث،



احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا  
وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:  
میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ  
سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

باجاہر ان اللہ تعالیٰ قد خلق  
قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔  
تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے  
نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔  
(مجموعہ رسائل "نور وسایہ" ص ۸-۷)

اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی "دلائل الملوۃ" میں غوم روایت کی۔..... اجلہ ائمہ دین  
مثل امام قسطلانی "مواہب لدنیہ" اور امام ابن حجر مکی الفضل القرطبی اور علامہ فاسی "طالع  
السراست" اور علامہ زرقانی "شرح مواہب" اور علامہ دیار بکری "فہمیس" اور شیخ محقق دہلوی  
"مدارج الملوۃ" وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہ حدیث  
حسن صالح مقبول معتد ہے، تلقی علماء بالقول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی  
حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ "کما بینا فی منیر العین فی  
حکم تقبیل الابیہامین" لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی  
"حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ" میں فرماتے ہیں۔

وقد خلق کل شیء من بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے نبی  
نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور۔ جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی۔  
بہ الحدیث الصحیح۔  
(مجموعہ رسائل "نور وسایہ" ص ۹-۸)

یہ جواب بڑا متین، دلائل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عناد اسے قبول کرنے کے  
لیے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کیے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

## پہلا اعتراض

احسان الہی ظہیر نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:

اگر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گمراہی اور کج روی کے  
پروردگار ہیں، تو ہمیں نقصان دہ نہیں اور اگر امت سے مراد علماء اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو  
اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ (البریلویہ ص ۱۰۳)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا  
نام بنام ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گمراہ قرار دینا ائمہ دین کی شان میں وہ  
کھلی گستاخی ہے، جو ناقابل معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔

ذیل میں ہم حدیث نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ  
دیکھیں کہ احسان الہی نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گمراہ قرار دیا ہے؟

1- امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق نے مصنف میں اس حدیث کو  
روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

2- امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقانی فرماتے ہیں:

امام بیہقی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے۔

(شرح زرقانی علی المواہب ج ۱، ص 56، تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص 20)

3- نظام الدین حسن نیشاپوری (م 728ھ) کی تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ "وانا  
اول المسلمین" کی تفسیر میں لکھا: "کما قال اول ما خلق اللہ نوری" جیسے  
کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔

غرائب القرآن (مصطفیٰ البابی، مصر، ج 8، ص 66)

4- عارف باللہ شیخ عبدالکبریم جبلی (م 805ھ) اپنی کتاب..... الناموس الاعظم  
والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کی روح کو پیدا فرمایا۔

(جواہر البحار، عربی (مصطفیٰ البابی، مصر، ج 4، ص 220)



5- مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔

يا جابر ان الله تعالى قد خلق قبل اے جابر اے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء الاشیاء نور ذبیک من نورہ۔ سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(مواہب لدنیہ مع شرح زرقاتی، ج 1، ص 55)

6- امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی (م 1044ھ / 1635ء) سیرت حلبیہ میں یہ حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفيه انه اصل لكل موجود والله تعالى اعلم. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(”سیرت حلبیہ“ مکتبہ اسلامیہ، بیروت، ج 1، ص 31)

7- علامہ اسماعیل بن عمر عجلونی (م 1162ھ) ”کشف الخفاء“ میں یہ حدیث ان ہی الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

(”کشف الخفاء“ وحرر علیہ الامام الباس، مکتبہ غزالی، بیروت، ج 1، ص 265)

8- عمر بن احمد الخضر پطی (م 1299ھ / 1882ء) نے شرح قصیدہ بردہ میں یہ حدیث مفہوماً نقل کی۔ (”قصیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البردۃ“ نور محمد، کراچی، ص 73)

9- امام عبد الغنی نابلسی (م 1143ھ / 1730-31ء) کی ”الحقیقۃ الندیہ“ میں ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ صاحب الجمیعۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر شے آپ کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسے کہ اس بارے میں یہ حدیث صحیح وارد ہے۔

(مکتبہ نور، بیروت، ج 2، ص 375)

10- علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری (م 966ھ) نے تاریخ قمیس میں یہ روایت معنی نقل کی ہے۔

(تاریخ الخیسی فی احوال ائیس قمیس، مؤسسۃ الشہبان، بیروت، ج 1، ص 19)

11- امام علامہ شرف الدین بصری کے قصیدہ ہزبیہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

علامہ سلیمان الجمل (م 1204ھ) صاحب تفسیر الجمل ”الفتوحات الاحمدیہ باب الحمد“ ص 6، ادارہ محمد عبداللطیف حجازی، قاہرہ)

امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں۔

فقیر خطیب ابو الریح کی کتاب ”شفاء الصدور“ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس نور عرش، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، نور قلم، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، لوح محفوظ کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، معرفت کا نور، شمس و قمر اور آنکھوں کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(ترجمہ مخلصا) (دار الکتاب العربی، بیروت، ج 2، ص 34)

علامہ ابوالحسن بن عبد اللہ بکری فرماتے ہیں:

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا، اور کوئی شے اس کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا کیا، پانی، عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور دوزخ، حجاب اور ہادل حضرت آدم اور حضرت حوا (علیہما السلام) سے چار ہزار سال پہلے۔

(”الانوار فی مولد النبی محمد“ نجف اشرف، ص 5)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کیے جانے کی روایت صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں، اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا، حدیث شریف میں ہے، اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(روح المعانی، طبع بیروت، ج 17، ص 105)



ایک جگہ حدیث "اول ما خلق اللہ نوری" نقل کی ہے۔

(روح المعانی، ج 8، ص 71)

15- علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م 1320ھ تقریباً) نے علامہ ابن حجر مکی کے رسالہ "النعمة الکبوی علی العالم" کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(جواہر انوار (مصطفیٰ البابی، مصر) ج 3، ص 354)

16- علامہ محمد مہدی قاسمی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کر خلیق کل شئی" اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے ان کا سبب ہیں۔ ("مطالع السرات، شرح دلائل الخیرات، المطبعة الذریہ ص 221)

17- علامہ احمد عبد الجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبد الرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (السراج الممیر وبسیرۃ استغیر (طبع دمشق ص 13-14)

18- محدث جلیل حضرت ملا علی قاری نے "المورد الروی" میں "مصنف عبد الرزاق" کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(م 1014ھ) المورد الروی فی المولد النبوی تحقیق محمد بن علوی مالکی (پہلا ایڈیشن 1400ھ/1980ء، ص 40)

19- مکہ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے، چونکہ متن غریب ہے، اس لیے اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔ (حاشیہ "المورد الروی" ص 40)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے، جس میں حضور سید عالم، نبی اکرم ﷺ کی نورانیت، احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

20- ابن حجر عسقلانی کی (م 974ھ) کے فتاویٰ حدیث میں ہے:

"وانما الذی رواہ عبد الرزاق انه عبد الرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے، وہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے نور محمد قبل الاشیاء من نورہ۔" شکیب اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیثیہ، مصطفیٰ البابی، مصر، ص 247)

21- مولانا عبدالحی کھنوی فرنگی مکی "دار الرفوعہ" میں امام عبد الرزاق کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد حمیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

امام عبد الرزاق کی روایت سے نور محمدی کا پیدائش میں اول ہونا اور مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔

(D دار الرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ (مکتبہ قدوسیہ، لاہور ص 33-34)

22- یوسف بن اسطیعل مہبانی، علامہ: حجتہ اللہ علی العالمین (مکتبہ نور یہ رضویہ، فیصل آباد، ص 28)

23- شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، (م 1052ھ) مدارج النبوة میں ہے:

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ "اول ما خلق اللہ نوری"

(مکتبہ نور یہ رضویہ، سکس، ج 2، ص 2)

فرض کیجئے کہ کسی محفل میں یہ تمام علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں۔

### مخالفین کی گواہی

24- غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

بدا اللہ سبحانہ الخلق بالقور المحمدی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا ثم بالما اتم خلق العرش علی المائیم کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا،



خلق الروح ثم خلق النون والقلم واللوح پھر قلم اور روات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نور  
ثم خلق الفعل فانور المحدثى مادة حمى آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے  
اولیة..... السموات والارض والی مخلوق کے لیے مادہ اذلیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری  
چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں 12 اقن)

(ہدیۃ الہدی (طبع سیالکوٹ) ص 56)

25- علماء دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

روایت بحوالہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔

(نشر المطیب (تاج کنبی، لاہور) ص 6)

26- غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسلمیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانچہ روایت "اول ما خلق اللہ نوری" برآں دلالت می دارد جیسے کہ روایت  
"اول ما خلق اللہ نوری" اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ (طبع ملتان) ص 11)

27- رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک..... یہ  
دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے "اول ما  
خلق اللہ نوری" کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، باب (محمد سعید، کراچی) ص 157)

اس سے پہلے مدارج النبوة کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ متفق نے اس  
حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس

کی کچھ اصل ہے..... فی الجواب۔ (عقائد و نظریات ۲۷۵-۲۷۴)

### حدیث نور کی بازیافت

یہ تمام گفتگو علمی اور تحقیقی ہے، اہل علم کی نقل ہمارے لیے حجت ہے۔ بھرا اللہ اب تو  
مصنف عبدالرزاق کا وہ کم شدہ حصہ جزو المفقود کے نام سے طبع ہو کر آ گیا ہے اور اس میں صحیح

سند کے ساتھ حدیث موجود ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر، عن جابر، قال: سألت رسول  
اللہ ﷺ، عن أول شئ خلقه اللہ تعالیٰ؟ فقال: هو نور نبیک یا جابر۔

### پانچویں بات کا رد

صوف نے پانچویں بات یہ کہی کہ "یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہے اس لیے  
اسے مسترد کر دینا چاہیے، یہ بات بھی نہایت ہی غلط ہے اس روایت کو تمام محدثین نے قبول  
کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا کیونکہ وہ اس کی سند سے آگاہ تھے مثلاً اوپر آیا۔

1- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت ۱۰۵۲) لکھتے ہیں۔

حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول حدیث صحیح میں آیا کہ سب سے پہلے اللہ  
ما خلق اللہ نوری۔

(مدارج النبوة ۲۲)

2- امام عبدالحق نابلسی (ت ۱۱۳۳) کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وهو صاحب الجمعية الكبرى حضور ﷺ صاحب جمعیت کبریٰ ہیں ایسا  
وکیف رقد خلق کل شئ من نور کیوں نہ ہو جبکہ ہر شی آپ ﷺ کے نور  
صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ سے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ اس بارے میں  
الحديث الصحيح صحیح حدیث وارد ہے۔

(المرآة النبویة، ص ۳۷۵)

اب تو اعتراض ختم ہو گیا۔

اب تو روایت صحیح سند کے ساتھ سامنے آ چکی ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر رضی اللہ عنہ قال  
سألت رسول اللہ ﷺ عن أول شئ خلقه اللہ تعالیٰ فقال هو نور نبیک یا

جابر۔ (جزء المفقود من المصنف)

جب صحیح سند کے ساتھ روایت ثابت ہے اور اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں تو اب  
یہ اعتراض ختم ہو گیا۔



اس سے موصوف کی چھٹی بات کا بھی رد ہو جاتا ہے کہ شیخ ناصر الدین البہانی کی تطبیق کو مانا جائے کیونکہ البہانی نے اس روایت کی صحت تسلیم نہیں کی لیکن موصوف اس پر غور فرمائیں کہ دنیا میں صرف البہانی ہی محدث پیدا ہوا ہے چودہ صدیوں میں امت میں کوئی ان سے بڑا محدث نہیں آیا۔ ہم ان محدثین اور اہل علم کی بات کیوں نہیں تسلیم نہیں کر رہے۔ جن سے استفادہ کر کے البہانی جیسے لوگ محدث بنے ہیں۔

حافظ صاحب محدث البہانی کی تحقیق تو قوم کو بتاتے ہیں مگر وہ امت کے مسلمہ محدثین، اہل سیر اور صوفیاء کی تطبیق قوم کے سامنے لانے سے کیوں ڈرتے ہیں۔ اہل علم کی دیانت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ پوری بات لوگوں کے سامنے رکھیں تاکہ وہ صحیح صورت حال سے آگاہ ہو کر صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں کیونکہ ان کی رسائی اصل ماخذ و مصادر تک نہیں ہوتی وہ اہل علم کی تحقیق پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اگر وہ ڈنڈی مارنا شروع کر دیں تو پھر دین کا کیا بنے گا؟

### محدثین اور احادیث میں موافقت

ہمیشہ سے اہل علم نے اس روایت کو نہ صرف صحیح مانا بلکہ دیگر روایات جن میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔ سب سے پہلے عقل پیدا کی، سب سے پہلے پانی پیدا کیا، ان تمام میں موافقت و تطبیق دیتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ نور محمدی ﷺ کی تخلیق حقیقی طور پر سب سے پہلے ہے اور دیگر کی تخلیق اسی نور کے فیض سے ہے۔

ہم یہاں کچھ اہل کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ آفکار ہو جائے کہ امت اسلامیہ کی احمد دین یہی مانتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو پیدا کیا۔

۱۔ امت کے عظیم محدث امام بدر الدین عینی (ت۔ ۸۵۵) شرح بخاری میں رقمطراز ہیں کہ روایات مختلف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نور و ظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ نور محمدی کو پیدا فرمایا اس کے بعد تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان الاولیۃ نسبی و کل شئی قبل فیہ کہ اولیت اضافی امر ہے اور جس چیز کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اول ہے اس کے

۲۔ عقائد کے امام سید شریف علی بن محمد جرجانی (ت۔ ۸۱۶) المواقف کے اس جملہ اول ما خلق اللہ العقل کما ورد فی نصاب الحدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

بعض اہل علم نے اس روایت اور دیگر روایات کے درمیان تطبیق یوں دی ہے۔ اول ما خلق اللہ القلم و اول ما خلق اللہ نوری۔ اس اعتبار سے کہ وہ مجرد ہے۔ اس کو ذات و جدا سمجھا جاتا ہے اسے عقل کیا جائے گا اس لحاظ سے کہ دیگر مودات اور نفوس عوم صادر ہوتے ہیں اس کا نام قلم ہے اس لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے فیضان کا واسطہ ہے وہ سید الانبیاء کا نور ہے۔ (شرح المواقف، ۲۵۳)

۳۔ شیخ الاولیاء حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی (ت۔ ۵۶۱) اپنی کتاب سر الاسرار میں ابتدا خلق کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے جمال نور سے روح محمدی ﷺ کو پیدا کیا جس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی شہد ہے کہ اول ما خلق اللہ روحی اول ما خلق اللہ نوری اور یہاں دیگر روایات بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں موافقت یوں ہے۔

فالمراد منها شئی واحد وهو الحقیفة المحمدیۃ لکن مسمی نوراً لکونه صافیا عن الظلمات الجلالیۃ کما قال اللہ تعالیٰ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ ان سے مراد ایک ہی شئی ہے اور وہ حقیقت محمدیہ ہے لیکن تاریکیوں سے پاک ہونے کی وجہ سے اس کا نام نور ہے۔ ارشاد الہی ہے۔ بلاشبہ تمہارے پاس آ گیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب، اس کا نام عقل ہے۔ کلمات کا ادراک کرتی ہے اس کا نام قلم اس لیے ہے کہ یہ نقل علم کا سبب ہے جیسے قلم عالم حروفات میں نقل کا سبب ہے تو روح محمدی تمام جہانوں کا خلاصہ اور تمام کائنات سے پہلے اور اس کی اصل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

وعقلاً لکونه مدرکاً للکلیات وقلماً لکونه سبباً بنقل العلم کما رن القلم سبب لہ فی عالم الحروفات فالروح المحمدیۃ خلاصۃ الاکوان واول الکائنات واصلہا کما قال علیہ الصلاۃ والسلام انا من اللہ و المومون



متی وخلق الله الارواح كلها منه في  
عالم الروحوت.  
(سر الاسرار فيما يحتاج اليه الابرار ۸)  
الله تعالیٰ نے عالم لاہوت میں تمام ارواح  
کو آپ کے فیض سے پیدا کیا گیا۔

4- امام نجم الدین رازی اپنی روایات میں موافقت یوں بیان کرتے ہیں۔  
الاحادیث الثلاثة مقبولة و مصداقها  
واحد و قد تحير كثير من الناس في  
قوله صلى الله عليه وسلم اول ما خلق  
الله القلم وكيف هو؟ (مرصاد العباد)  
یہ تینوں احادیث مبارکہ مقبول اور ان مصداق  
ایک ہی شے ہے بہت سارے لوگ ارشاد نبوی  
سب سے پہلے راسخ سے قلم پیدا کیا کے  
حوالہ سے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا  
ہے لیکن اس سے مراد روح محمدی ہی ہے۔

5- امام عبدالوہاب شعرائی (ت ۹۷۳) نے سوال و جواب کی صورت میں لکھا۔  
قد ورد في الحديث اول ما خلق الله  
نوري و في رواية اول ما خلق الله  
العقل فما الجمع بينهما؟  
حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے  
نور کو پیدا کیا دوسری روایت میں ہے کہ سب  
سے پہلے اس نے عقل کو پیدا کیا تو ان میں  
موافقت اس طرح ہوگی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔  
ان منا هما واحد لان حقيقة محمد  
صلى الله تارة بعير عنها بالعقل  
الاول ونارة بالنور.  
ان دونوں کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ۔  
حقیقت محمدی ﷺ کو کبھی عقل کہا جاتا اور  
کبھی اسے نور کا نام دیا جاتا ہے۔

(اليواقيت والجواهر ۲، ۲۰)

6- شیخ عبدالکریم جلی (ت ۸۰۵) فرماتے ہیں یہ تینوں معانی اور اشیاء ایک ہی ہیں  
ہاں ان کی تعبیر مختلف الفاظ سے ہوتی ہے ان کے الفاظ ہیں۔

فعلهم بذلك اتحاد هذه الثلاثة  
المعاني واختلافها انما هو من صحة  
التعبير فكان صلى الله عليه وسلم  
اول موجود خلقه الله تعالى بلا  
اس سے معلوم ہو گیا کہ تینوں معانی (عقل،  
قلم، روح محمدی) ایک ہی ہیں۔ ان میں  
بظاہر اختلاف تعبیر کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ  
نے آپ کو سب سے پہلے بلا واسطہ پیدا کیا

واسطة وهذه الروح المحمدية  
المسماة بالعقل الاول ..... مظهر  
الذات في الوجود فافهم.  
یہ روح محمدی جسے عقل اول کہا جاتا ہے وجود  
میں اس ذات اقدس کا مظہر ہے۔

(جواهر البحار، ۳، ۲۲۰)

7- امام حسین بن محمد دیار بکری (ت ۹۶۶) نے تطبیق دیتے ہوئے لکھا کہ اول حقیقی  
نور محمدی ہے اور عقل و قلم کی اولیت اضافی ہے۔

وجه الجمع بين الاحاديث المختلفة  
المذكورة على تقدير صحة الكل ان  
يقال اول الحقيقي نور نبينا صلى الله  
عليه وسلم واولية العقل والقلم اضافيه  
يعنى اول مخلوق من المجرودات العقل  
ومن الاجسام القلم.  
ان تمام مذکورہ بظاہر مختلف احادیث موافقت  
یوں ہے کہ ہر ایک کے ساتھ تعبیر درست  
ہے تو اول حقیقی ہمارے نبی ﷺ کا نور  
ہوے اور قلم و عقل کا اول ہونا اضافی ہے  
یعنی مجردات ہی سب کے لیے عقل اور  
اجسام میں سب سے پہلے قلم ہے۔

آگے محققین کی رائے پور ذکر کرتے ہیں۔

واهل التحقيق على ان المراد من  
هذه الاحاديث شئ واحد لكن  
باعتبار نسبة و حثيثة تعدد  
العبارات. (تاريخ الخميس، ۱۸۰۱)  
احل تحقیق کے ہاں ان احادیث مبارکہ سے  
مراد ایک ہی شے۔ البتہ نسبت اور حیثیت کی  
وجہ سے تعبیر میں اختلاف ہے۔

8- حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۳) نے متعدد مقامات پر اسی تطبیق اور موافقت کا  
تذکرہ کیا ہے۔

1- المورد الروی میں لکھتے ہیں۔

ان اول الاشياء على الاطلاق النور  
المحمدى ثم الماء ثم العرش ثم  
القلم فذكر الاوليه في غير نوره  
صلى الله عليه وسلم اضافي.  
مطلقاً ہر شے سے پہلے نور محمدی ہے اس کے  
بعد پانی ہر عاشق پر قلم کو پیدا کیا گیا ہے تو  
سرور عالم ﷺ کے نور اقدس کے علاوہ کی  
اولیت اضافی ہے۔

(المورد الروی، ۳۳)



- 2- مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ میں الموارد کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
 الاول هو النور المحمدي على ما بينته سب سے پہلے نور محمدی ہے جس کا ذکر میں  
 فی المورد. (مرقاۃ، ۱، ۱۶۶)
- 9- حافظ ابن حجر کی (ت، ۹۷۴) فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے اول حقوق ہونے  
 میں کسی کا اختلاف نہیں۔  
 اختلفوا فی اول المخلوقات بعد ہاں نور محمدی کے بعد اختلاف ہے کہ سب  
 النور المحمدي. سے پہلے کون پیدا ہوا؟  
 اس کے بعد متعدد روایات ذکر کر کے لکھتے ہیں۔  
 فعلم ان اول الاشياء على الاطلاق سب سے پہلے نور محمدی کی تخلیق ہوئی پھر  
 النور المحمدي ثم الماء ثم العرض پانی اور اس کے بعد عرش کی تخلیق ہوئی۔  
 (اشرف الوسائل، ۳۰، ۳۷)
- 10- ام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (م احمد سرہندی (ت) شیخ حسن دہلوی  
 کے نام لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور  
 اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا کیا ہے اور آپ ﷺ کے واسطے سے  
 باقی کو فیض ملا ہے ان کے الفاظ ہیں۔  
 وهو اصل الحقائق قال صلى الله آپ ﷺ تمام حقیقتوں کی اصل ہیں آپ  
 عليه وسلم اول ما خلق الله نوری نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے  
 وقال خلقت من نور الله والمؤمنون میرے نور کو پیدا کیا اور فرمایا اللہ کے نور  
 من نوري فلا جرم هو واسطة بين سے اور اہل ایمان کو میرے نور سے پیدا کیا  
 سائر الحقائق و بين الله تو بلاشبہ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ اور تمام مخلوق  
 (مکتوبات ربانی، دفتر سوم) کے درمیان واسطہ ہیں۔  
 ہمیں خوب غور کرنا چاہیے، کیا پہلے ساری امت قرآن و سنت سے ناواقف تھی یا وہ  
 ہماری نسبت اس سے زیادہ ان سے آگاہ تھی۔  
 جو انھوں نے احادیث میں تطبیق دی وہ ہمیں کیوں قبول نہیں، صرف اس لیے کہ وہ  
 ہمارے لئے نکتہ نظر کے خلاف ہے۔

اگر ہم ان تمام اہل علم کی تطبیق و موافقت کو مانتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تخلیق  
 دل اور نور محمدی کو تسلیم نہیں کرتے تو شیخ البہانی کو کون مانے گا؟ جس کی تحقیق و ثقاہت بہت چلیز ہو  
 چکی ہے اور اس کے ہزار باطل تضادات سامنے آچکے ہیں۔  
 لہذا ضروری ہے کہ ہم دل و جان کے ساتھ ان تمام محدثین، مفسرین اور صوفیاء کی  
 تحقیق تسلیم کر کے اپنے اپنے ایمان کی حفاظت کریں نہ کہ اس کو رد کر کے ایک نئے راستے پر  
 چل پڑھیں جسے اسلام اہل بدعت کی راہ قرار دیتا ہے۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ ارشاد  
 الہی قد جاء کم من اللہ نور میں نور سے ذات معصی ﷺ مراد اپنے والے اہل سنت اور  
 اس کا انکار کرنے اہل بدعت ہیں۔

۱۱- علامہ عبدالحی لکھنوی (ت، ۱۳۰۴) نے رسالت مآب ﷺ کے نور کی تخلیق کا  
 بیان کرتے ہوئے یہ اہم نوٹ دیا ہے۔  
 قد ثبت من رواية عبد الوزاق اولیۃ امام عبد الرزاق کی روایت سے نور محمدی کی  
 النور المحمدي خلقاً و سبقت علی اولیت از روئے تخلیق اور تمام مخلوقات پر  
 المخلوقات سبقاً. (الاثر المرفوعة فی سبقت ثابت ہے۔  
 الاخبار الموضوعة: ۳۳)

۱۲- امام ابو الحسن بن عبد اللہ البکری، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں۔  
 اول ما خلق نور حبیبہ ﷺ قبل ان جس شی کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تخلیق  
 یخلق الماء والعرش والکرمی کیا وہ اس کے حبیب ﷺ کا نور ہے جسے  
 واللوح والقلم. اس نے آسمان، عرش، کرسی، لوح اور قلم  
 (الانوار فی مولد النبی محمد ۵۷) سے بھی پہلے پیدا فرمایا۔

۱۳- علامہ حسین بن محمد دیلمی (۹۶۶) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ  
 عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس  
 چیز کو پیدا کیا تو فرمایا، اے جابر:  
 هو نور لبیک خلقه ثم خلق منه کل وہ میرے نبی ﷺ کا نور ہے جسے اس نے



شئی و خلق بعدہ کل شئی۔ پیدا کیا پھر اس سے اس کے بعد ہر شئی تخلیق  
(تاریخ الخمیس فی احوال نفس غیبیہ، ۱۹۷۱ء) کی۔  
۱۳۔ امام محمد بن مہدی قاسی (ت، ۱۰۵۲) حدیث نور اور دیگر روایات ذکر کر کے  
لکھتے ہیں۔

ہذہ احادیث دالۃ علی اولیۃ ﷺ یہ احادیث نبی ﷺ کی باقی تمام مخلوقات پر  
وتقدمہ علی غیرہ من جمیع اولیت و تقدم پر دلالت کرتی ہیں اور اس  
المخلوقات وانہ سبھا۔ بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ ہمارے  
(مطالع المسرات، ۲۲۱) نبی ﷺ مخلوق کا سبب تخلیق ہیں۔  
۱۵۔ امام ابن الحاج مالکی (ت، ۷۳۷) امام ابوالریح کی شفاء الصدور کے حوالہ  
سے نقل کرتے ہیں۔

ان اول ما خلق اللہ تعالیٰ نور بلا شک جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے  
محمد ﷺ الی اربعة اجزاء تخلیق من تخلیق فرمائی وہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ پھر  
الجزء الاول العرش ومن الثانی القلم اسے چار اجزاء میں تقسیم کیا۔ جزء اول سے  
ومن الثالث اللوح عرش جز ثانی سے قلم اور جزء ثالث سے لوح  
(المدخل، ۳۴۲) کو تخلیق کیا۔

۱۶۔ شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ  
(کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک پیدا کیا) ذکر کر کے لکھتے  
ہیں۔

وقد اختلف هل القلم اول نور محمدی کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ کیا  
المخلوقات بعد النور المحمدي۔ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا ہے؟  
(المواہب اللدنیہ، ۹۲۱)

یعنی سرور عالم ﷺ کے سب سے پہلے ہونے میں کسی کا اختلاف ہی نہیں اگر  
اختلاف ہے تو دیگر اشیاء میں ہے اور اگر کوئی اولیت قلم کی حدیث سامنے لائے تو ہم یوں

مستند نہیں کر سکتے۔  
جو معتزلی کتب غیرہ، مترجم، معلم اور خلیف (شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور۔ امیر کاروان اسلام)

فجمع بینہ و بین ما قبلہ بان اولیۃ القلم الی ما عدا النور المحمدي کہ اس میں اور دیگر روایات کے درمیان  
تطبیق یہ ہے کہ قلم، نور محمدی، پانی اور عرش کے بعد سب سے پہلے ہے۔  
والماء۔

(ایضاً ۹۴)

۱۷۔ امام محقق جلالی (ت) لکھتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جوہر  
سید نورانی کو پیدا فرمایا۔

بعض حکماء اس کو عقل اول کہتے ہیں اور بعض عرف حکماء انرا عقل اول خوانہ و  
در بعض اخبار تعبیر ازان بقلم اعلیٰ احادیث میں اس کو قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا  
رفنہ و اکابر ائمہ کشف و تحقیق اور اکابر ائمہ کشف و تحقیق اس کو حقیقت محمدیہ  
انرا حقیقت محمدیہ خوانند۔ کہتے ہیں۔

(اخلاق جلالی، ۲۵۹)

۱۸۔ مناقبہ کے سربراہ امام سید زاہد پروی (ت) رقمطراز ہیں کہ علم تفصیلی کے چار  
مراتب ہیں۔

احدهما ما یعبّر عنہ بالقلم والنور مرتبہ اولی وہ ہے جسے شریعت میں قلم اور نور  
والعقل فی الشریعة وبالعقل الكل اور عقل کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور صوفیاء  
عند الصوفیہ وبالعقول عند الحكماء کے نزدیک عقل کل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حکماء  
(حاشیہ علی حواشی ملا جلال ۹۶۰) کے نزدیک عقول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۱۹۔ اہل حدیث فاضل نواب وحید الزماں حیدر آبادی (ت) نے لکھا۔  
بدا اللہ سبحانہ الخلق بالنور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو  
المحمدي ثم خلق العرش علی الماء پیدا کیا، پھر پانی کے اوپر عرش کو پھر قلم اور  
ثم خلق الروح ثم خلق النون (ای دوات، پھر عقل کو پس نور محمدی آسمانوں،  
الدواء) والقلم واللوح ثم خلق العقل زمین اور ان میں پانی جانے والی مخلوق کے  
فالنور المحمدي مادة أولیۃ لخلق لیے مادہ اولیہ ہے۔  
السموات والارض وما فیہا۔



حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وما ورد فی الحدیث اول ما خلق اللہ حدیث پاک میں جو وارد ہوا ہے کہ سب  
القلم واول ما خلق اللہ العقل فالمراد سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور عقل کو پیدا  
به الاولیة الاضافیة کیا اس میں قلم اور عقل کی اولیت اضافی

(هدیة المہدی ۵۶) ہے۔

یعنی ان کی اولیت اضافی ہے اور نور محمدی اول حقیقی ہے۔

ہم انیس مسئلہ اہل علم کی تطبیق و موافقت بیان کی جن میں ام محمدین، مفسرین اور  
صوفیاء میں ان کی تطبیق کی..... کر کے شیخ البانی کی تطبیق کو تسلیم کرنا کہاں کا انصاف ہے، اگر حافظ  
موصوف کی بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ البانی سے پہلے ساری امت جاہل تھی حالانکہ  
..... کرنا اور سننا خود جہالت و بدعت ہے۔ یہاں ہر طرح و تحقیق کی روشنی پر کہہ سکتے ہیں کہ البانی  
نے اہل بدعت کی..... کا اختیار کیا۔ اگر وہ اہل سنت کے راستہ پر گامزن ہوئے تو وہ ایسی بات ہر  
گز نہ آئے لہذا حافظ صاحب کو الگ..... اختیار کرنے کے بجائے امت کے..... دینا چاہیے۔

# فہرست کربوبی

اللہ والہ وسلم  
صلی علیہ وسلم

تالیف  
مفتی محمد خان قادری



# رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

وہم نے آپ کا ذکر آپ کی

عظمت بلند کر دیا

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جن مقامات و عالیہ پر فائز فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکر اظہار کو وہ بلندی اور رفعت عطا ہوئی ہے کہ ایسی بلندی کا کسی دوسرے کے لیے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ رب العزت نے جو صفات حضور علیہ السلام کو عطا کی ہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علی الاطلاق عطا ہوئیں اگرچہ حقیقتاً وہ صفات و اضافہ ہوتی ہیں مثلاً قرب ایک اضافی امر ہے جو بعض کی بعض سے نسبت کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتا ہے جیسے ذیہ کا گھر خالہ کے گھر سے مسجد کے زیادہ قریب ہے یعنی قرب دونوں کو حاصل ہے مگر ذیہ کے گھر کا فاصلہ بہ نسبت خالہ کے گھر کے کم ہے۔

سورة النجم میں بارگاہ رب العزت میں حضور علیہ السلام کے مقام قرب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ثُمَّ دَفَعْنَا فِيكَ ذِكْرَكَ

قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ

پھر وہ قریب ہوا پس وہ

دھبی قریب ہوا اس میں اور

مہو سب میں دو کمانوں کا فاصلہ

وہ گیا بلکہ اس سے بھی کم

مذکورہ آیت میں قارب قوسین کے الفاظ مقام قرب بیان کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جو محبوبہ حسن مطلق کا قرب حاصل ہوا تو اس قرب کی کیفیت یہ تھی کہ فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔

ان الفاظ نے بھی قرب کا بیان کیا مگر مطلق نہیں بلکہ محدود، لیکن اس کے بعد قرآن حکیم نے فرمایا اَوْ اَدْنَىٰ دیکھا اس سے بھی کم، ان الفاظ نے اس قرب کو قرب مطلق قرار دے دیا کہ حضور علیہ السلام نے ان کا و صدیق میں جو قرب پایا وہ ان کمانوں سے بھی زیادہ قریب تر تھا۔ کتنا قرب تھا؟ اس کا بیان نہیں کیا بلکہ اسے



مطلق رکھا تاکہ قرب متعین نہ ہو جائے۔ قَابِ قَوْسَيْنِ سے بیان کردہ قرب اضافی تھا اور یہ قرب مطلق اور غیر اضافی ہے۔ وہ قرب مقصور اور مضموم تھا مگر یہ قرب غیر مقصور، مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو قرب کا وہ مقام عطا ہو جس کا انسانی عقل تصور بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اسے الفاظ میں بیان کر سکے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّ اَللّٰهُ لَیُّعْطٰی۔ اِس فقہ تفسیر کنندہ ہوا اور اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا یہاں قاسم اور لعیط کا مفعول ذکر نہ کیا تاکہ عطا اور تقسیم محدود نہ ہو جائے کیونکہ اگر کسی شے کا ذکر کر دیا جاتا تو کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا شاید اس کے علاوہ عطا اور تقسیم مراد نہیں اور جب کسی ایک شے کا ذکر ہی نہیں کیا تو اس سے یہ عموم پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے مجھے عطا فرماتا ہے اور اِس اس کا تقسیم کنندہ ہوں۔ یعنی عطا اور تقسیم دونوں مطلق ہیں۔

یہی بات و در فعلنا لك ذكرك میں ہے (ہم نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر بلند کر دیا) رفعت فی نفسہ اضافی امر ہے۔ اس میں مد مقابل کا ذکر کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے مقابلے بلند ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟ مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں۔ بلا لک کے ذکر کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے مقابلے یا رسل عظام کے ذکر کے مقابلے میں۔

اِس آیت مبارکہ میں مد مقابل کا ذکر ہی نہیں۔ عدم ذکر واضح طور پر وال ہے کہ یہاں رفعت نے مراد رفعت مطلق ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق میں جتنے بھی صاحب رفعت ہیں ان میں سے کوئی بھی حضور علیہ السلام کے مقام رفعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لفظ لك تیری خاطر، کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہ رفعت ذکر اس طور پر ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک و ہم نہ ہوتا کہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے۔

### لفظ لك کی افادیت:

رفعت ذکر کی مختلف صورتوں کے بیان سے پہلے لفظ لك کے افادیت کا بیان ضروری ہے کہ اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا گیا۔ کیونکہ اگر اس لفظ کا اضافہ نہ کیا جاتا اور بات یوں کہہ دی جاتی: و در فعلنا ذكرك

(ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا) تب بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مضمون میں کوئی تشکی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ لك کا اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے اس آیت کے مضمون میں مزید محبت، وابستگی اور رضائیت کا پہلو پیدا ہو گیا۔ اب اس کا ترجمہ یوں ہو گا:- "اے محبوب کریم ہم نے تیرا ذکر تیری خاطر بلند کیا ہے۔" "تیری خاطر" کے الفاظ نہ بالرحال سے بیکار رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لیے ذکر بلند کیا تاکہ تو خوش ہو جائے کیونکہ تیری خوشی ہمیں ہر شے سے مقدم اور عزیز ہے۔

### امام فخر الدین رازی الم نشرح لك صدرك

کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

السؤال الثاني له قال اَلَمْ تَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَلَمْ يَقُلْ اَلَمْ تَشْرَحْ صَدْرَكَ۔ یہاں سوال یہ ہے کہ الم نشرح صدرك کیوں نہ فرمایا لك کے اضافے میں کیا حکمت ہے؟

امام رازی اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:-

الجواب من وجهين احدهما كانه تعالى يقول بلام ضائت انما تفعل جميع الطاعات لاجلى كما قال (لَا يَكْبِدُنِي اَقْبَمُ الصَّلَاةِ) لذكرى فانما ايضا جميع ما افعل لاجلك وضايفها انت فيها تنبيها على ان منافع الرسالة عائدة اليه عليه السلام كانه تعالى قال انما نشرح صَدْرَكَ لاجلك لاجلى۔ اس کی دو دھتیں بیان کی جاسکتی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور مقامات پر لام کا ذکر کیا ہے مثلاً اَنَّمَا اَتَمَّمْتُمُ لَكَ كَرِيْمًا مَّوَدَّةَ كَرِيْمٍ تو میری یاد کے خاطر بنا زقائم کر، یہاں اللہ تعالیٰ نے لام کو اس لام کے عوض ذکر کر کے اشارہ فرمایا کہ اے محبوب حب تیری جمیع عبادت میری خاطر ہیں تو میں بھی جو کچھ کرتا ہوں یہ تیری رضا اور خوشی کیلئے ہے، اور دوسری یہ کہ یہ فخر حد، وضع و زار و رفعت، اگر کا فائدہ آپ کو ہی پہنچے گا کیونکہ میں تو ان چیزوں کا محتاج نہیں ہوں یہ فقہ آپ ہی کی خاطر ہے۔

رغفہ کبر جز ۳۲ (۳)

اللہ پاک کا سب کچھ اپنے محبوب کی خوشی و رضا کے لیے کرنا اس کی محتاجی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے اور مخلوق سے بے نیاز ہے مگر وہ تقاضائے محبت ایسا اس لیے کرتا ہے کہ انسانوں کو اس مبارک بہت کی قدر و منزلت کا



احساس ہو یعنی جب وہ رتبہ ہو کہ اس بستی کی رحمتا جوئی اور خوشی کا سامان فراہم کرتا ہے تو یہی بھی ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ کے محبوب کی خوشی نصیب ہو۔ علامہ روح المعانی بھی لفظ لك کے اضافے اور اس کی تقسیم کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

زیادة الجار والمجرور مع جار مجرور و لك، كما اضاف فضل  
توسيط بين الفعل ومفعول (نشر رح) اور مفعول رح  
للاذعان من اول الامور ان كے درمیان اسی لیے ذکر کیا تاکہ کلام کو  
الشرح من منافذ على الصلوة سنتے ہی اس بات کا یقین ہو جائے کہ  
والسلام ومصال ما بعدت یہ شرح صدر آپ کی خاطر ہے  
الحادخال البسرة في قلب اور اس کا آپ ہی کو فائدہ ہے اور  
البشرى صلوات الله عليهم وسلامہ یہ کہ آپ کے دل اقدس میں خوشی و مسرت کے  
روح المعانی ۲۰، ۱۹۴ جذبات فی اللہ پیدا کرنا مقصود ہیں :-

یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ میرا محبوب رنجیدہ خاطر ہے بلکہ یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا دل ہر وقت خوش اور راضی رہے۔  
مولانا ابوالخیر محمد حق حقانی وجہ تقسیم اس طرح ذکر کرتے ہیں :-

وقت دیدہ علی المفعول لفظ لك مفعول مرجع سے مؤخر ہونا چاہیے تھا  
الصبر مع ان حقه التأخر لتفجیل ما یحبہ کریم کے دل میں چاہتا ہوں کہ کوئی لغو  
المسرة. (تفسیر حقانی ۸۰، ۱۵۵) پیدا کرنے کیلئے اس کو مقدم کر دیا گیا ہے۔  
امام خفاجی کہتے ہیں :-

و زیادة لك مع عدم الحاجة لك کا اضافہ ضرورت نہ ہونے کے باوجود  
لها قبل للاشارة الى ان الله اس لیے کر دیا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ  
عن عن العالمين فالام قليل اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے غنی ہیں یہ سارا کچھ  
ای فخلنا ذلك لا فخلنا اس نے اپنے محبوب کے لیے کیا ہے کیونکہ وہ  
لعدم احتیاجنا شیء من المخلوقات تو ان چیزوں سے بالاتر ہے۔

**آپ بلند ہی نہیں بلکہ بلند یوں کے مالک ہیں :**

بعض مفسرین نے لفظ لك کے اضافے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے

بیان کیا ہے کہ رفعت، رتبتا اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک بنا دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں رتبہ عطا کر دیں اور جس کو چاہیں پست کر دیں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ورفعنا لك ذكرك کے تحت لکھتے ہیں :-

”لك اس لیے پڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رتبتا آپ کی ملک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائے اور جس کو حضور علیہ السلام وحق کار دیں اس کو دونوں جہان میں کہیں پناہ نہ ملے۔“ (رسان جنبہ الرحمن من آیات القرآن ۲۸۰)

**رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے :**

دنیا میں لوگ رفعت کے متلاشی رہتے ہیں لیکن انہیں عزت و رفعت کا نام تک نصیب نہیں ہوتا اور اگر کہیں کسی کو عزت نظر آئے بھی تو وہ چند دن کی اور عارضی عزت ہوتی ہے، جو زیادہ عرصہ باقی نہیں رہتی۔ بعض اوقات عزت ملتی ہے لیکن اس شخصیت کا ادب و احترام دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً اس دنیا میں ہم اکثر صاحب علم شخصیتوں کو دیکھتے ہیں کہ لوگ ان کے علم کے گیت گاتے ہیں مگر ان کا دل ان کے ادب و احترام سے خالی ہوتا ہے بلکہ اگر کسی محفل میں آئیں تو آٹھ کر استقبال کرنا بھی پسند نہیں کیا جاتا بخلاف ان لوگوں کے جو حضور علیہ السلام کے ساتھ عقیدت اور محبت و عشق کے جذبات رکھتے ہیں۔ کبھی وہ حسین یار کی بات کرتے ہیں کبھی زلفوں کی سیاہی کو یاد کرتے ہیں کبھی آپ کے جسم اقدس کی تابانی کا ذکر کرتے، شئے رات بسر کر دیتے ہیں۔ آپ کی مدح سرائی کرنا اور صفنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ پھر ان کے ساتھ لوگوں کے دل جذبات والہتہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا اتنا ادب و احترام کیا جاتا ہے کہ ان کے چہرے کو تنگ لینا ہی نجات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ آج اگر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر مسلمان اپنا قائد تسلیم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا حضور علیہ السلام سے عشق کا تعلق تھا اور وہ آپ کے ذکر میں وارفتہ رہتے تھے۔ ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ رفعت عطا



فرمائی کہ ہر کوئی ریشک کرتا ہے۔ کاش یہ بات ہماری سمجھ میں بھی آجائے کہ  
رفعت فقط حضور علیہ السلام کے ذکر سے مل سکتی ہے اور یہ آیت مبارکہ اس  
پر شاہد ہے۔ نیز اس میں ذکر مصطفیٰ اور رفعت کو جمع کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ  
ذکر مصطفیٰ کو بلند کرتا ہے اور جو ذکر مصطفیٰ ہوگا وہ لازماً بلند ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا  
کہ ذکر بلند ہو اور ذکر بلند نہ ہو۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا :-

ما ان مدحت محمد ابعثت

ولكن مدحت مقالتي بهم حمد

(میں اپنے ذکر الفاظ سے حضور کی مدح کو دہالا اور بلند نہیں کر رہا بلکہ آپ  
کے ذکر و مدح سے اپنے کام اور الفاظ کو بلند ہی بخش رہا ہوں)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ آپ کا ذکر کرنے والا کبھی مجہول  
کر بھی یہ گمان نہ کرے کہ میں آپ کا ذکر بلند کر رہا ہوں کیونکہ آپ کا ذکر  
تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند کر دیا ہے کہ اسے مخلوق کی حاجت نہیں رہی۔  
ہاں یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعے میں اپنے آپ کو بلند کر رہا ہوں۔

## رفعت ذکر کی بعض صورتیں

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں یہ اعلان فرمادیا ہے کہ ہم نے اپنے  
محبوب کا ذکر محبوب کی خاطر بلند فرمادیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ہے کہ اللہ  
تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی بلندی کے لیے کون سی صورتیں اختیار فرمائی  
ہیں۔ ہم ان میں بعض کا تذکرہ کریں گے۔

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا ﷺ کا ذکر بھی ہوگا :

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

انا في جبريل فقال ان ربي  
و ربك يقول كيف رفعت  
ذكرك قال الله اعلم قال  
میں نے جبریل سے کہا کہ آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا  
کہ رب کریم آپ پر سلام فرماتے ہیں اور جنت  
میں کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا

اذا ذكرت ذكرك معي .  
ہے ؟ کہیں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے  
تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کا ذکر بھی ہوگا :

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں :-  
لا اذكر الا ذكرك معي .  
جب میں یاد کرنا چاہتا ہوں تو اس کے  
ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا :

اے محبوب تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بننا :

حضرت ابوالباس احمد بن محمد ابن عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ  
اللہ تعالیٰ جو رفعت ذکر آپ کو عطا فرماتی ہے اس کا معنی یہ ہے :

جعلت تمام الايمان بذكرى  
میں نے ذکر ایمان میں تیرا ذکر پائے گا  
معنا : والشفاعة (۲۲۰:۱)

یعنی اگر کوئی ساری زندگی اللہ کا ذکر کرتا رہے مگر وہ اس کے  
محبوب کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذکر کو رد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں  
بلکہ اسے منافقت مستار دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری مذکورہ قول پر دلیل کر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لا يصح ولا يعتد به شرعاً  
کہ واقعہً جب تک کوئی آدمی دنوں  
مالم يتلفظ بكلمتيه اقرار  
باتوں تو جب یہ باری اور رسالت  
حقیقہ وحدانیتہ تعالیٰ وحقیقہ  
رسالتہ صلو اللہ علیہ وسلم  
محسوس نہ ہو کہ نہ ماننے اس کے ایمان کا  
اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ (شرح اشعاع، ۱: ۳۷۰)

## اذان اور ذکر رسول :

اللہ تعالیٰ نے نماز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے جو طریقہ عطا فرمایا ہے وہ اذان  
دینا ہے۔ اذان اسلام کے شعار میں سے ہے اگر کسی شہر و قریہ یا بستی میں سے



اذان کی آواز نہ سنی تو اس کے رہنے والوں کو مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی شہر والے اذان پر پابندی لگادیں تو اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ ان کے خلاف ایکشن لے، پانچ وقتہ نماز اور حج کے لیے اذان دینا لازم ہے۔ اس ترانہ اذان کے الفاظ پر غور کریں تو جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور توحید کے اعلان پر مشتمل ہے وہاں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان رسالت پر بھی مشتمل ہے مؤذن اگر اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہنے کا پابند بھی ہے۔ حالانکہ عقلی طور پر اگر اذان صرف اعلان توحید اور نماز کی طرف دعوتی کلمات پر ہی مشتمل ہوتی تو کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کے اندر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بھی شامل کرو تاکہ میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو۔

### کمرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی بغیر اذان نہیں گزرتا :

یاد رہے پوری دنیا میں چوبیس گھنٹے روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرتا جس میں اذان نہ ہو رہی ہو یعنی ہر لمحہ فضا اللہ کے اعلان توحید اور حضور کے اعلان رسالت سے گونج رہی ہوتی ہے۔ کوئی ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کمرہ ارض پر ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدا سے بزرگ و برتر اور حضور کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ ذیل میں لیفٹیننٹ محمد شعیب کی اذان کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کیجئے :-

دنیا کے نقشے کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کمرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بیشمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا، سمارا، بورنیو اور سیبلز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک

ہے۔ تقریباً ۲۰ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوع سحر سبیلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن خدا سے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جبکہ تین مؤذنوں کی آواز گونجنے لگتی ہے جبکہ اس کے بعد یہ سلسلہ سمارا میں شروع ہو جاتا ہے اور سمارا کے مغربی حصوں اور دیپا سے پہلے ہی ملائیکہ مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹہ بعد دھاکہ پہنچتا ہے۔ بیگلہ دیش میں اذانوں کا بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادرن تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہو رہی ہوتی ہے پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بعد از تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصے میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عرب، عراق، کویت اور عراق میں گونجنی رہتی ہیں۔

ہندوستان سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی



طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔

سکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک بمشکل جکارا پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیبلز سے بمشکل سہاڑا تک پہنچتی ہیں کائنات میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اُس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کمرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ قیامت اسی طرح جاری رہے گا۔

شاعر دربار رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام عالی کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں فرمایا ہے :-

وضع اللہ اسمہ النبی الی اسمہ اذا قال فی الخمس المودن اشہد  
انہ من اسمہ لیجلہ فذوالعرش محمود و ہذا المحدث

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرما دیا ہے کہ ہر مؤذن پانچ وقت اس کی شہادت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام بنایا تاکہ یہ سب سے اعلیٰ اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالیٰ) محمود اور اس کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستند ہیں

**اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں :**

حضرت ابن عطاء ہی سے ایک اور مقام پر منقول ہے اور وہ یہ ہے :-  
جعلتك ذکراً من ذکری فمن یمن یمن تجھے ملایا اپنا ذکر قرار دے دیا ہے پس  
ذکرک ذکونی۔ (الشفاء: ۱، ۲۳۱) جس نے تجھے یاد کر لیا اس تجھے یاد کر لیا  
حضرت طاہر علی قاری رفعت ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-  
لا یبعد ان یقال المراد برفع رفعت ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
ذکرہ انما جعل ذکرہ اپنے محبوب پاک کے ذکر کو اپنا ذکر  
ذکرہ کما جعل طاعته شاد دے دیا ہے جس طرح آپ کی  
طاعته (شرح الشفا: ۱، ۲۳۱) اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے  
یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

ولا مقام فوق ہذا فی اس سے بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام  
المستبہ۔ (شرح الشفا: ۱، ۲۳۱) نہیں ہو سکتا

جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم کے ذکر کو اپنے ذکر کا عین قرار دے دیا ہے یعنی حضور کی نعت اور آپ پر درود و سلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعہً اس سے بڑھ کر اس کائنات میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہو سکتا۔



الشفق کے غشی علامہ علی محمد البجاوی اس معنی کی تشریح کرتے ہیں :-

كان ذكرك علي ذكركي آپ کا ذکر میرے ذکر کا مین ہے :-

## کائنات کے ہر ذرے پر اہم محمد ﷺ لکھا ہے :

آپ کے ذکر کی رفتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق جنت، عرش و لوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرے پر اپنے محبوب کا نام ثبت فرمادیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جہاں تک میری بوسیت کا دائرہ ہے وہاں تک اس رسول کی رسالت ہے۔ اگر میں رب العالمین ہوں تو اس کو میں نے رحمتہ للعالمین بنایا ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بے شک پیدا کر سوا الایم ہوں لیکن ان کا مالک میں نے اپنے محبوب کو بنا دیا ہے کیونکہ مالک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام شے پر نہیں لکھا جاتا۔ یہاں ہم ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں بعض اہم مخلوقات کے بارے میں آیا ہے کہ ان پر آپ کا اسم گرامی ثبت ہے۔

## عرش اعظم کی زینت - نام محمد ﷺ :

امام حاکم نے مستدرک میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہو گئی تو انہوں نے رب العزت کی بارگاہِ کرمیہ میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی :

یا رب اسئلك بحق محمد ﷺ اے میرے رب میں محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں میری لغزش سے درگزر فرما۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا :

یا آدم کیف عرفت محمدًا رسولی اللہ اے آدم! تجھے محمد کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ میں نے تو انہیں پیدا نہیں فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا :

یا رب لما خلقتني بيدهك ونفخت في من روحك رفعت رأسي ذرايت على قوائم العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم تصف الخ اسمك الا احب الخلق اليك۔ اے رب! جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میرے اندر اپنی روح چھوٹکی میں نے سر اٹھایا تو میں نے عرش کے چاروں اطراف پر یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله اتصال سے میں نے محسوس کیا کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ پسند ہے :-

(المستدرک، ۲: ۶۱۵)

طبرانی اور بیہقی میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا :

من اين عفت محمدًا؟ آپ نے اس بات کو کیسے پہچان لیا ؟ تو آپ نے عرض کیا :

رأيت في كل موضع من الجنة مكتوبًا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انما اكرم خلائك عليك فتاب الله عليا وغفر له۔ جب میں نے جنت میں ہر جگہ یہ تحریر دیکھی لا اله الا الله محمد رسول الله تو مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ذاتِ بگڑائی ہی اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے زیادہ معزز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول کر لی :-

(الشفاء، ۱: ۲۲۴)



حضرت ملا علی قاریؒ فی کل موضع من الجنة کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:  
 من شرف قصورها آپ کا اسم گرامی ملاقاتِ جنت کے  
 وصف و وجود و لطراف طاقتوں، روشنائیوں، وجود غلمان کے سینوں  
 انہار ہا و اشجار ہا۔ انہارِ جنت کے کناروں اور درختوں کے  
 پتوں پر تحریر کیا گیا ہے۔

حضرت انس اور حضرت ابوالحیر اور رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما اسری بی الی السماء اذاعلیٰ جب میں معراج کے لیے عرش پر پہنچا  
 العرش مکتوب لا الہ الا اللہ تو میں نے عرش پر لا الہ الا اللہ محمد  
 محمد رسول اللہ (شرح الشفاء، ۱: ۲۵۸) رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا:

## جنت کے دروازے پر نام محمد ﷺ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

علی باب الجنة مکتوب انا جنت کے دروازے پر یہ تحریر ہے:  
 لا الہ الا اللہ محمد اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد صلی اللہ  
 رسول اللہ لا اعذب من علیہ وسلم، اس کے برحق رسول ہیں جس شخص  
 قالہا۔ (الشفاء، ۱: ۲۲۸) نے بھی اس قول کو مان لیا اللہ تعالیٰ  
 اسے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائے گا:

## پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام محمد ﷺ راجا نے ہے:

حلیہ میں سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ما فی الجنة تجدد علیہا و ذقتہا جنت کے درختوں پر کوئی لہا پتہ نہیں  
 الا مکتوب علیہا لا الہ الا اللہ جس پر یہ لکھا ہو: لا الہ الا اللہ  
 محمد رسول اللہ (الشفاء، ۱: ۲۲۹) محمد رسول اللہ

## روح محفوظ کی پیشانی کا جھومر اسم محمد ﷺ:

علامہ روح المعانی سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لورج محفوظ کے بارے میں مروی روایت کو نقل کرتے ہیں:

روح من درۃ بیضا طولہ لورج محفوظ چمکدار موتی سے بنا ہوا ہے  
 ما بین السماء والارض وعرضہ اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیان  
 ما بین المشرق والمغرب فاصلہ اور چوڑائی مشرق و مغرب کی  
 وحافتہ الدر والیا قوت مقدار کے برابر ہے۔ اس کے کناروں پر  
 و قلمہ نور و انہ کتب موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں ہلکا  
 فی صدرہ لا الہ الا اللہ قلم نوری ہے اور اس کی پیشانی پر یہ  
 وحدۃ لا شریک لہ تحذیر کندہ ہے: اللہ وحدہ  
 دنیہ الاسلام و محمد عبدہ لا شریک ہے۔ اس کا پسندیدہ دین  
 و رسولہ فمن آمن باللہ اسلام ہے، محمد اس کے پیارے بندے  
 عز وجل و صدق بوعدہ اور رسول ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان  
 و اتبع رسلا ادخلہ الجنة لائے گا اس کا وعدہ پورا کرے گا اور اس  
 (روح المعانی، پ ۳۰: ۱۰۷) کے رسولوں کی اتباع کرے گا وہی

المنظرہ ص ۱۰: ۲۳۹ جنت میں داخل ہوگا:  
 امام قرطبی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے ہی سے یہ تصریح کی ہے:



اول شئ كتبني الله تعالى  
في اللوح المحفوظ اني  
انا الله لا اله الا انا متحد  
رسولي (اعتزلي، جز ۱۹، ص ۲۹۸)

سب سے پہلے لوح محفوظ پر لکھے جانے  
والے کلمات یہ تھے کہ میں ہی اللہ ہوں  
میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے  
پیارے رسول ہیں۔

بہر شئ جو معروف و نسیح ہے، اہم محلی الشریعہ سلم سے فرمایا ہے :

شیخ الحدیث حضرت علامہ علی قاری ان تمام روایات اور مختلف بزرگوں کے  
حوالے سے بیان کر وہ واقعات کہ ہم نے ایسے درخت، جانور، پتھر دیکھے  
جن پر حضور کا نام تھا، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

والذي يخطر بالبال الفاطر  
والله اعلم بالظواهر  
والسرائر ان هذه كلها  
كشوفات مكشوفات لا هلهما  
لا يراها من لم يتاهاها  
وربما يقال ان اسمه سبحانه و  
تعالى على اسرار رسول الله  
صلوات الله عليه وسلم موسوم على  
كل شئ من ملك وملك  
وبناء وسماء وعرش وعرش  
وحجر ومدرو شجر وثمر ونحو  
ذلك ولكن اكثر الخلق لا يبصرون

میرا دل گواہی دیتا ہے ہر شے کے ظاہر  
اور باطن کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا  
ہے کہ ان تمام واقعات کا تعلق کشف  
سے ہے، اہل کشف ہی اس کا مشاہدہ  
کر سکتے ہیں دوسرے نہیں۔ یہ بیان کیا  
گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے  
ساتھ اس کے پیارے رسول کا نام  
کائنات کی ہر شے، فرشتہ، فلک، زمین،  
عرش، فرش، پتھر، ریت کے ذرات،  
درخت، پھل وغیرہ تمام پر تحریر ہے لیکن  
اکثر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور نہ  
ہی ان کو یہ نقش نظر آتا ہے۔ اس کو باری

تصويرهم ولطيف قولي سبحانه  
وتعالى وان من شئ الا يستح  
بحمد الله ولكن لا نفقهون تبصروهم  
(شرح الشفاء، ۱: ۳۷۸)

تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا  
جاسکتا ہے کہ ہر شے باری تعالیٰ  
کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اسے کچھ  
نہیں سمجھتے :

اب تيسرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ :

رفعت ذکر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ  
کے نام کو اپنے مبارک نام کے ساتھ متصل فرمادیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں  
توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہو جاتی ہے  
درمیان میں واو عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے جس کا  
تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب  
کے ناموں کے درمیان واو آجائے یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم میں دوئی کا تصور  
نہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں  
اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصلاً کیا ہے۔ اس پر بیسیوں  
آیات قرآنی شاہد و عاقل ہیں۔

سید قطب مصری ورفعنالك ذکرک کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

رفعناہ فی الملاء الاعلى ورفعناہ  
فی الارض ورفعناہ فہذا  
الوجود جمیعاً ورفعناہ  
فجعلنا اسمک مقروناً باسم الله  
کلمہ تحرکت بہ الشفاء۔

ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا اسی  
طرح زمین میں اور اس تمام زمین پر  
میں بھی اور ہم نے آپ کے اسم گرامی کو  
اپنے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا،  
کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی لے گا آپ کا بھی لے گا :



وَلَا خَيْرَ خَيْرِكَ مِنَ الْأُولَىٰ رَفْعٌ فُكْرًا كَالنَّظَارَةِ هِيَ :

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النسخہ میں حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمد کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرنے والا ہوں۔ یہاں مفسرین کو کہنے پر یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دنیا سے بہتر ہوگی و مل انہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنی والا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔

قاضی شاد اللہ پانی پتی بھی یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

لَا خَيْرَ خَيْرِكَ مِنَ الْأُولَىٰ رَفْعٌ فُكْرًا كَالنَّظَارَةِ  
خَيْرِكَ مِنَ الْأُولَىٰ نَهَايَتُ  
أَمْرِكَ خَيْرٌ مِنْ بَدَايَتِهِ  
لَا تَزَالُ تَتَعَاضَدُ فِي الرَّفْعَةِ  
بِهِتَرِ تَرْفِيهِ بَهِتَرِ تَرْفِيهِ بَهِتَرِ تَرْفِيهِ بَهِتَرِ تَرْفِيهِ

والکمال (المظہری، ۱۰، ۲۸۳)

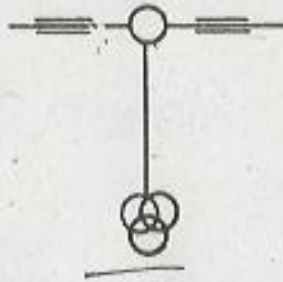
ہمیشہ سے اُمت مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافل میلاد و نعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن، جلوس یہ سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

امام فخر الدین رازی رفعت ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :  
أَمْلَأُوا الْعَالَمَ مِنْ أَنْبَاعِكَ  
كُلُّهُمْ يَنْتَوِنُونَ عَلَيْكَ وَيَصْلُونَ  
عَلَيْكَ وَيَحْفَظُونَ سُنَّتَكَ  
یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے بھر جائے گی جو تمام کے تمام آپ کی تعظیم اور آپ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام

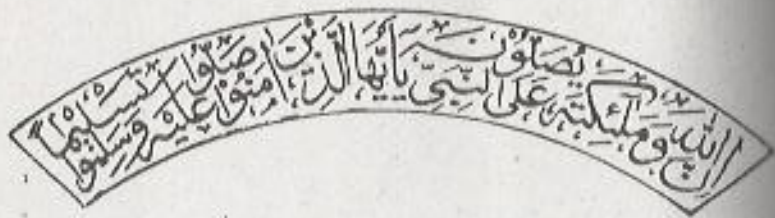
فَالْعَرَامُ بِحَفَظُونَ الْفَاضِلِ  
مَنْشُورِكَ وَالْمَفْسُورُونَ يَفْسُرُونَ  
مَعَانِي فِرْقَانِكَ وَالْوَعْلَةُ بِلُغُونِ  
وَعِظَتِكَ بِلِ الْعُلَمَاءِ وَالسَّالِكِينَ  
يَصْلُونَ إِلَى خَدِّكَ وَيَسْلَمُونَ  
مَنْ وَرَاءَ الْبَابِ عَلَيْكَ وَيَسْجُدُونَ  
وَجُوهَهُمْ بِتَرَابِ رَوْضَتِكَ  
وَيَرْجُونَ شِفَاعَتَكَ فَشَرَفَكَ  
بِأَقْيَمِ الْيَوْمَ الْقِيَامَةَ  
(تفسیر کبیر، ۲۲، ۶۵۰)

شفاعت کے اُمیدوار ہوں گے، اسی طرح آپ کا شرف باقی مت رہے گا۔  
اسی رفعت ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے،  
دیکھ رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

چشم افلاک یہ نظارہ تا ابد دیکھے  
رفعت شان ورفخا لاک ذکر کر دیکھے







تاریخ اسلام میں درود و سلام کے موضوع پر پہلی مستقل کتاب  
 فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

# درود و سلام کی فضیلت

تصنیف

امام اسماعیل بن اسحاق القاضی

د ۱۹۹ — م ۲۸۲

ترجمہ

مولانا محمد عباس رضوی



# کتاب اور مصنف کتاب

مفتی محمد خاں قادری

نام : حافظ الحدیث شیخ الاسلام ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق القاضی مالکی۔

ولادت : ۱۹۹ھ وصال : ۲۸۲ھ

جبکہ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ اور وصال ۲۵۶ھ ہے۔

منصب قضا : بغداد میں سکونت پذیر رہے اور چالیس سال تک منصب قضا پر فائز رہے۔

علمی مقام : علوم قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے ہاتھ میں مبدع کا قول ہے :

هو اعلیٰ بالتعريب مني | وہ علوم عربیہ میں مجھ سے زیادہ فاضل تھے۔

امام بخاری کے ہم عصر اور ہم شیخ : یاد رہے کہ ان کے اساتذہ کے اسماء میں شیخ علی بن المدینی کا نام بھی ہے اور یہ امام بخاری کے حدیث میں استاذ ہیں۔ گویا شیخ اسماعیل القاضی اور شیخ محمد بن اسماعیل بخاری دونوں حدیث میں ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں۔

درود شریف پر پہلی کتاب : تادیخ اسلام میں درود شریف کے موضوع پر مستقل لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کے لئے اولین ماخذ ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔



شیخ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں :  
ولعله اول مؤلف فی بابہ  
ولذلك فهو يعتبر من المصادر  
الاساسية لكل من الف بعدہ  
مثل ابن القيم فی "جلاء الافهام  
فی الصلوٰۃ علی خیر الانام" والحافظ  
السخاوی فی "القول البدیع فی  
الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع" وغیرہما۔

ممکن ہے یہ اپنے موضوع پر سب  
سے پہلے کتاب ہو یہی وجہ ہے کہ بعد میں  
لکھی جانے والی کتب کے لئے مستند  
ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ مثلاً ابن القیم نے  
جلاء الافهام اور سخاوی نے القول  
البدیع میں اس سے استناد کیا ہے۔

امام سخاوی نے متعدد مقامات پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ان میں سے دو  
مقامات ملاحظہ کیجئے :

(۱) القول البدیع میں حضرت ابو مسعود انصاری بدری کے حدیث کے مختلف  
الفاظ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وعند اسماعیل القاضي  
فی فضل الصلوٰۃ لد من طرق  
(الباب الاول فی الامر بالصلاۃ)  
امام اسماعیل القاضي نے فضل الصلوٰۃ  
علی النبی میں اسے مختلف اسناد سے  
بیان کیا ہے۔

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
(۲) کتاب کے خاتمہ میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تذکرہ کرتے ہیں  
اور سب سے پہلے کتاب جس کا ذکر کیا وہ یہی کتاب ہے

فقد صنف فی هذا الباب  
جماعة کثیرون کاسماعیل القاضي  
فی کتاب سماہ بفضل النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم۔ (خاتمہ قول البدیع)  
اس موضوع پر بہت سے لوگوں  
نے لکھا ہے ان میں شیخ اسماعیل القاضي  
ہیں جن کی کتاب "فضل الصلوٰۃ علی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔

یوں تو اس کتاب کی ہر روایت ہی قابل تقلید و عمل ہے تاہم چند روایات  
جہالت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :  
ہمارے ہاں بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ السلام علیک ایہا النبی کہنا  
غلاف شریعت عمل ہے بلکہ بعض تو اسے شرک و بدعت گردانتے ہیں بارہ سو  
سال پہلے لکھی گئی اس کتاب کی روایت ۸۵ اور ۸۶ پڑھیے جس میں حضرت علقمہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی مسلمان مسجد میں داخل ہو تو حضور پر ان کلمات  
سے صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔

صلی اللہ وعلیٰ آلہ وسلم علی محمد  
السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ  
اللہ۔  
اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور  
کی ذات پر درود بھیجیں۔ اے نبی مکرم !  
آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو

۲۔ مزار اقدس کو مس کرنا :  
روایت ۷۱ میں حضرت نافع بیان کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہما جب سفر سے واپس مدینہ طیبہ آئے۔

ثم یاتی النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم فیضح یدہ الیہم علی  
قبس النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔  
تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا دایاں  
ہاتھ مزار اقدس پر رکھتے۔

۳۔ بوقت حاضری قبلہ کی طرف پشت کرنا :  
بعض لوگ جہالت کی وجہ سے محبوب خدا کی بارگاہ میں حاضری کے وقت  
قبلہ کی طرف پشت کرنے سے روکتے ہیں حالانکہ مذکورہ روایت کا آخری حصہ یہ ہے کہ  
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما،



یستدبر القبلۃ ثم یسلم  
علی النبی۔  
حاضری کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرتے اور سلام عرض کرتے۔

ترجمہ کتاب : اس مبارک کتاب کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی گوجرانواری نے کیا ہے جو نہایت ہی فاضل اور صاحب محالہ ہیں۔ انہوں نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ اس کتاب پر عربی میں حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔ کوئی صاحب محبت و ثروت اصل عربی مع حاشیہ شائع کر دے تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔

محمد خاں قادری

جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور  
۱۱ ذوالحجہ ۱۴۱۲ بروز پیر بعد نماز مغرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللہم صل  
علی سیدنا محمد والہ وسلم۔

حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں درود و سلام کے بارے میں متعدد روایات ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ اس کتاب میں کیا جا رہا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا ابھی ابھی میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا اور اس نے مجھے خبر دی کہ میری امت میں سے جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرمائے گا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں باہر تشریف لائے کہ چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار ٹپک رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم آپ کے چہرہ انور پر خوشی کا وہ اثر دیکھ رہے ہیں جو پہلے نہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی ایک فرشتہ نے آکر مجھے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب آپ کو یہ خوشخبری دیتا ہے کہ کیا آپ کی رضا مندی کے لئے



یہ کافی نہیں کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے میں اس پر دس بار انعام و اکرام کی بارشش کروں اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام عرض کرے میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کروں

۳۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے (اس بشارت کے بعد) اب تم چاہو تو زیادہ پڑھو چاہو تو کم۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعنائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے اور کوئی درود سرا آدمی ایسا نہ تھا جو کہ طہارت کا برتن (لوٹا وغیرہ) لے کر آپ کے ساتھ جاتا (حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور لوٹا لے کر پیچھے چل پڑے) تو آپ کو ایک حوض کے پاس سرسجود پایا۔ حضرت عمرؓ فرمادیا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ نے سرائق سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تم نے اچھا کیا کہ مجھے سجدہ کی حالت میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے میرے پاس ابھی جبریل امین آئے تھے اور کہا ہے کہ حضور! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۵۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں لوٹا لے کر آپ کے پیچھے چل پڑا میں نے دیکھا کہ آپ فراغت کے بعد حوض کے پاس اللہ کے حضور سجدہ میں ہیں تو میں پیچھے ہٹ گیا جب آپ نے سجدہ سے فارغ ہو کر سر مبارک اٹھایا تو

مجھے فرمایا کہ اے عمر! تو نے بہتر کیا کہ پیچھے ہٹ گیا۔ جبریل میرے پاس آئے اور کہا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔

۶۔ حضرت عمار بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اُس پر فرشتے اس وقت تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود شریف بھیجتا رہتا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ وہ کم پڑھے یا زیادہ۔

۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدہ میں تھے اور آپ نے سجدہ کافی لمبا فرمایا۔ پھر فرمایا میرے پاس جبریل آئے تھے اور کہا ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جس نے آپ پر درود بھیجا میں اُس پر رحمت بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام بھیجے میں اُس پر سلام بھیجتا ہوں تو میں سجدہ شکنہ بجالایا۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا اللہ اُس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۱۰۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار یا پانچ آدمی ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے آقا انہیں مختلف کام سپرد فرماتے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا



تو آپ باہر نکل چکے تھے پس میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ آپ..... ایک چار دیواری میں داخل ہوئے اور (اللہ کی بارگاہ میں) سرسجود ہو گئے اور سجدے کو بہت لمبا فرمادیا یہاں تک کہ میں ٹمگین ہو کر رونے لگا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض ہو گئی ہے پس آقا نے اس حال میں سر اٹھایا کہ میں آپ کے پیشان (و مضطرب) تھا۔ آقا نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا تجھے کیا ہوا ہے میں نے عرض کی آقا آپ نے سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میں سمجھا کہ شاید آج اللہ نے آپ کی روح مبارک قبض کر لی ہے اس لئے میں رو دیا۔ حضور نے فرمایا یہ سجدہ دراصل سجدہ شکر تھا جو میں نے اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے کیا تھا۔ جب اللہ نے مجھے میری امت کے بارے میں یہ خوشخبری دی کہ جو بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیں۔

۱۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۱۳۔ حضرت یعقوب بن زید بن طلحہ انہی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا اور اُس نے کہا کہ جس شخص نے مجھ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی عبادت کا نصف حصہ آپ پر درود شریف کے لئے وقف کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو ایسا کر لے۔

۱۔ اس نے عرض کیا کہ دو تہائی حصہ آپ کے لئے مخصوص کر دوں آپ نے ارشاد فرمایا جیسا تو چاہے تو اس نے عرض کیا کہ اب میں ہر وقت صرف آپ پر درود ہی پڑھوں گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

تب تو اللہ تمہارے دنیا اور آخرت کے تمام غموں کو دودھ کرنے کیلئے کافی ہے۔

۲۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے اور ارشاد فرماتے۔ راجعہ (ڈرانے والی) آرہی ہے اور اس کے پیچھے (آنے والا) ہے۔ موت اپنا ساز و سامان لے کر آرہی ہے۔ تو حضرت ابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں رات کو نماز پڑھتا ہوں تو کیا اکل عبادت کا تین حصہ آپ پر درود پڑھا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نصف۔ حضرت ابی نے عرض کیا کیا کئے وقت آپ پر درود پڑھا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تب تو تمہارے سارے گناہ بخشے گئے۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر دوسرے درجہ پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر تیسرے زمین پر قدم رکھا اور فرمایا آمین۔ پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے آمین کیوں فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو میں نے کہا اور اس شخص کی بربادی ہو کہ جس نے اپنے والدین کو پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا تو میں نے اس پر آمین کہا۔ اور پھر جبرائیل نے کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور



اس کے گناہ معاف نہ ہوئے تو میں نے اس پر کہا آمین۔

۱۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے پاس اس کے والدین بوڑھے ہوں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ شخص ان کی خوشنودی حاصل نہ کر سکے) اور وہ شخص ذلیل و خوار ہو کہ رمضان کا مہینہ گزر جائے اور اس کے گناہ نہ بخشے جائیں۔

۱۷- ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے۔  
۱۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ آمین۔ آمین تو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ نے کیا عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل امین نے کہا وہ شخص ذلیل و خوار ہو کہ اس پر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس نے اپنے گناہ معاف نہ کروائے تو میں نے اس پر آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص برباد و ذلیل و خوار ہو کہ جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے) تو اس پر میں نے آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو میں نے آمین کہا۔

۱۹- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا منبر حاضر کیا جائے ہم نے پیش کیا۔ آپ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا اور فرمایا آمین پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین۔ پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین۔ جب آپ فارغ ہوئے تو منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے (جو سنا وہ پہلے نہیں سنا تھا) تو آپ نے ارشاد فرمایا (بات یہ تھی) جبرائیل امین میرے سامنے آئے اور کہا جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور بخشا نہ گیا تو وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے تو میں نے آمین کہا پھر دوسری سیڑھی پر میں نے قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا وہ شخص اللہ کی رحمت سے بعید ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہوا اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے میں نے آمین کہا۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہوا وہ اللہ کی رحمت سے دور ہے تو میں نے اس پر کہا آمین۔

۲۰- حضرت علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ہر صبح آتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارکہ کی زیارت کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و شریف پڑھتا۔

تو اس کو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ توبہ کیوں کرتا ہے اس نے عرض کیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو درود و سلام پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ تو اس کو حضرت علی بن حسین نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے باپ سے مروی ایک حدیث نہ بتا دوں؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ تو حضرت امام علی بن حسین نے کہا مجھے میرے باپ نے خبر دی میرے دادا (حضرت علی) سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری قبر کو میلہ گاہ عید اور اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھو تم جہاں بھی ہو تمہارا صلوٰۃ و سلام مجھے پہنچ جائیگا۔

۲۱- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت



کرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کا درود و سلام پہنچاتے ہیں۔

۲۲۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دفن میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس میں حضرت آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا وصال ہوا اور اسی میں صور پھونکا جائے گا اور اس میں کرک یعنی قیامت برپا ہوگی۔ پس مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش ہوگا جبکہ آپ کا جسد مبارک مٹی میں مل کر بوسیدہ ہو جائے گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ان الله حرم على الارض ان تامل اجساد الانبياء۔  
”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔“

۲۳۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تاكل الارض جسدا من كلمه روح القدس۔ ”جس کے ساتھ جبریل امین نے کلام کیا اس کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی۔“

۲۴۔ حضرت ایوب سختیانی نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے: ان ملاک مؤکل من صلی علی النبی حتی یبلغہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ”وہ بے شک ایک فرشتہ ایسی ڈیول پر ہے کہ جو شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے وہ اس درود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔“

۲۵۔ حضرت بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے کلام کرتے ہو اور میں تم سے اور جب میں انتقال فرما جاؤں گا تو میرا انتقال فرمانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔  
: تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ و

ان رايت غیر ذلک استغفرت اللہ لکم۔ (مجھ پر قبر میں تمہارے اعمال پیش ہوں گے اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اس کے علاوہ دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب کروں گا)۔  
۲۶۔ حضرت بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے باتیں کرتے ہو اور میں تم سے اور جب میں چلا جاؤں گا تو تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے پس اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی تعریف و ثنا بیان کروں گا (مشکراؤ) کروں گا) اور اگر ان کو بُرا دیکھا تو اللہ کریم سے تمہارے لئے بخشش طلب کروں گا۔  
۲۷۔ حضرت یزید رقاشی سے روایت ہے:

ایک فرشتہ جمعہ کے دن اسی ڈیول پر لگا ہوا ہے کہ جو شخص بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے وہ اس کا درود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان فلانا من امتک صلی علیک (آپ کی امت میں سے فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا)۔  
۲۸۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو۔

۲۹۔ حضرت امام حسن ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو مجھ پر پیش ہو رہا ہے۔



۳۰۔ جناب حضرت سہیل سے روایت ہے کہ میں رؤفہ انور پر سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا وہاں قریب ہی ایک گھر میں امام حسن بن حسین شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے جب میں ان کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کھانا کھاؤ۔ میں نے عرض کئے بہوک نہیں ہے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کھڑے کیوں ہو۔ میں نے عرض کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے لئے تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہو تو (اسی وقت) سلام عرض کرو۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے گھروں میں نہ پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد (مجد گاہ) بنالیا اور محمد پر درود پڑھو تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

۳۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل وہ ہے جس کے سامنے (پاس) میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما)

۳۳۔ امام عبد اللہ بن علی بن الحسین سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد (امام زین العابدین) سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے کہ جب اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

اس روایت کو ایسے ہی درود نے روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن علی بن حسین سے انہوں نے حضرت علی سے اس کو منسل بیان کیا ہے۔

۳۵۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۶۔ عبد اللہ بن علی بن حسین سے روایت ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے: عمارہ بن غزیہ سے روایت ہے انہوں نے عبد اللہ بن علی بن حسین سے سنا عبد اللہ نے اپنے باپ علی سے اور علی ان بن العابدین نے اپنے باپ حضرت امام حسین سے روایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (الفاظ سابقہ حدیث کی مثل ہیں)

۳۷۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۸۔ امام حسن بصری سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آدمی کے بخیل ہونے کے لئے یہی امر کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھے۔

۳۹۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے بخیل اور کنبوس ہونے کے لئے یہی بہت ہے کہ ان کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھیں۔

۴۰۔ حضرت امام حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:



مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔

۴۱۔ حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا دروازہ بھول گیا۔

۴۲۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

امام سفیان نے فرمایا کہ عمرو کے ساتھ ایک ارشاد میں ہے یہ روایت امام باقر سے اسی طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا (گویا کہ) وہ جنت کی راہ بھول گیا۔

پھر سفیان نے اس شخص کا نام بھی لیا اور کہا کہ وہ شخص ہے (اسام العیرنی)

۴۳۔ امام باقر سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا

۴۴۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا البتہ وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

۴۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو اسی طرح مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

۴۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود بھیجنا تمہارے لئے (پاکیزگی کا

سبب ہے) اور فرمایا: اللہ سے میرے لئے مقام وسیلہ طلب کرو پھر ہم نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ مقام و درجہ کا نام ہے سوائے ایک شخص کے وہاں کسی کی پہنچ نہیں ہو سکتی مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

۴۷۔ حضرت کعب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لئے پاکیزگی کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔

اور جب آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے تو ارشاد فرمایا: وہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ایک درجہ ہے اور کوئی شخص بھی سوائے ایک آدمی کے یہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

۴۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ سے میرے لئے مقام وسیلہ مانگو جو شخص بھی میرے لئے اللہ سے اس کا سوال کرے گا میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

۴۹۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک مقام وسیلہ اللہ کے نزدیک ایسا درجہ ہے کہ اس سے بلند درجہ اور کوئی نہیں ہے۔ پس تم اللہ سے سوال کرو کہ وہ اپنی مخلوق میں سے مجھے مقام وسیلہ عنایت فرمائے۔

۵۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر درود پڑھا یا میرے لئے (اللہ سے) مقام وسیلہ



مانگا تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت متحقق (لازمی) ہوگئی۔

۵۱۔ حضرت عوف بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک جنت میں ایک جگہ ایسی جو کہ مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی اور مجھے امید ہے کہ وہ مقام مجھے ہی عطا کیا جائے گا پس اللہ سے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔

۵۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب درود بھیجتے تو یوں کہا کرتے تھے۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور آپ کا اعلیٰ درجہ مزید بلند فرما اور آپ کو آخرت و دنیا میں جو آپ مانگیں عطا فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کو عطا فرمایا۔

۵۳۔ حضرت روفیع انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے کہا۔ اے ہمارے اللہ! درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کو قیامت کے دن اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرما مقعد مقرب سے مراد مقام وسیلہ یا مقام محمود ہے) اس کے لئے شفاعت واجب ہوگئی۔

۵۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو لوگ کس جگہ اکٹھے ہو کر بیٹھے اور وہاں نہ تو انہوں نے اللہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے دن حسرت ہوگی۔ اللہ چاہے تو ان کو معاف فرما دے چاہے تو عذاب دے۔

جلس قوم مجلسا لم یذکروا اللہ ولم یصلوا علی النبی الاکان مجلسہم علیہم ترة یوم القیامة ان شاء عفا عنہم وان شاء اخذہم۔

۵۵۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے انہوں نے کہا:

کوئی قوم کس مجلس میں بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہی کیوں نہ ہو جائیں حسرت ہی رہے گی جب اس کا اجر و ثواب دیکھیں گے۔

۵۶۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تم کو ایک تحفہ نہ دوں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجے کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہا کرو۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ۔

۵۷۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتُہُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْمًا۔ (الاحزاب: ۵۶) اُتری تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہو:

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ۔ اللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مُّجِیدٌ۔ اور ابن ابی نزیل کہتے ہیں کہ ہم ساتھ یہ کہتے وَ عَلَیْکَ مَعَهُم (ہم پر بھی ہو)

۵۸۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم



ہو چکا آپ پر صلوة کیسے بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی  
آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اور ہم اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں۔ وعلینا  
معہم۔ (ہم پر بھی رحمت ہو)

۵۹۔ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے باادب  
بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ پر سلام پڑھنا تو ہم  
جان چکے ہیں اور درود شریف کے بارے میں آپ ارشاد فرمائیں کہ کیسے آپ پر  
بھیجا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم چاہتے تھے  
کہ کاش! یہ سوال کرنے والا شخص سوال نہ کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جب تم مجھ پر درود پڑھنا چاہو تو یوں کہو:

اللہم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما صلیت علی  
ابراہیم وعلی آل ابراہیم وبارک علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد  
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

۶۰۔ حضرت زید بن عبداللہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرم رضی اللہ عنہم مستحب سمجھتے  
تھے کہ درود شریف ان الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔

اللہم صل علی محمد النبی الامی

۶۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھے اچھے الفاظ میں پڑھو۔  
شاید تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہارا درود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش  
ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ہمیں سکھا دیجئے کہ ہم کس طرح

درود پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو:

اللہم اجعل صلاتک ورحمتک علی سید المرسلین و  
امام المتقین وخاتم النبیین، محمد عبدک ورسولک، امام الخیر  
وقائد الخیر ورسول الرحمة، اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد  
کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اللہم  
بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم  
انک حمید مجید۔

۶۲۔ یونس مولیٰ بن یاسم سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو یا عبداللہ بن عمر  
سے پوچھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیسے پڑھا جائے تو آپ نے  
فرمایا اس طرح:

اللہم اجعل صلاتک ورحمتک علی سید المرسلین و  
امام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک، امام الخیر  
وقائد الخیر۔ اللہم ابعدہ یوم القیامة مقام المخلوذا۔ یفبط  
الاولون والآخرون۔ وصل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت  
علی آل ابراہیم وعلی آل ابراہیم۔

۶۳۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا ہمارے پاس  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم لوگ حضرت سعد بن عبادہ کے  
مجلس میں تھے۔ بشیر بن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ  
نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں، آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود  
بھیجا کریں؟ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک  
ہمیں تمنا ہوئی کاش آپ سے یہ سوال نہ کیا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے



فرمایا۔ یوں کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ  
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ  
اور سلام کا طریقہ جیسا کہ تم کو سکھا دیا گیا ہے۔

۶۴۔ حضرت امام ابراہیم نخعی سے روایت ہے:

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام کیسے بھیجن  
ہے یہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا  
اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَأَهْلَ بَيْتِهِ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

۶۵۔ امام حسن بصری سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا  
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! سلام کیسے پڑھنا ہے یہ تو ہمیں علم ہو چکا ہے  
آپ ہمیں حکم فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس  
طرح کہو:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

۶۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم ہو چکا آپ پر  
درود کیسے پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ۔

۶۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیک وسلم یہ تو آپ پر سلام پڑھنا ہوا جیسے ہم جان چکے ہیں آپ پر  
صلوۃ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا اس طرح پڑھو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ۔

۶۸۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد حضرت طلحہ سے روایت کی انہوں نے  
کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر درود کس طرح  
پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ  
مُجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

۶۹۔ حضرت زید بن حارثہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم  
ہے آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھ پر درود  
پڑھو اور کہو:



اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

۷۰۔ حضرت ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ پر درود  
کیسے پڑھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآزِوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ - وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآزِوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ  
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

۷۱۔ عبد الرحمن بن بشر بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
عرض کی گئی یا رسول اللہ ! ہمیں آپ پر صلوة و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور  
آپ پر سلام پڑھنے کا تو ہم کو علم ہے ہم درود کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا  
اس طرح کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ - اللَّهُمَّ بَارِكْ  
عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ -

۷۲۔ حضرت عبد الرحمن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ نے رسول اللہ  
سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم : یہ تو ہم جان چکے ہیں کہ آپ پر  
سلام کیسے بھیجنا ہے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ پر درود کیسے پڑھیں ؟ آپ نے  
فرمایا اس طرح کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ - اللَّهُمَّ بَارِكْ  
عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ -

۷۳۔ محمد بن عبد الرحمن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا ہمیں آپ پر صلوة و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے پس  
آپ پر سلام بھیجنا تو ہم کو معلوم ہے ہی لیکن ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں تو آپ  
نے فرمایا ایسے کہو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ - اللَّهُمَّ بَارِكْ  
عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ -

۷۴۔ حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے آپ نے فرمایا :

مَا مِنْ دُعَاةٍ لَا يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَهَا وَلَا كَانَتْ  
مَعْلُوقَةً بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - ( جس دعا کے شروع میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہے گی )

۷۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص پر درود نہ پڑھو - ہاں البتہ مسلمان  
مرد اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار اور دعا کی جائے۔

۷۶۔ حضرت جعفر بن برقان روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک  
فرمان جاری فرمایا کہ آج کل کچھ لوگوں نے آخرت کے کاموں سے دنیا حاصل کرنے کا  
 طریقہ اختیار کیا ہے اور قصہ گو لوگوں نے یہ بدعت نکال ہے کہ بادشاہوں اور  
امراء کے لئے درود پڑھتے ہیں جو کہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے  
جس وقت میرا یہ حکم تمہارے پاس پہنچے ان کو حکم دے دو کہ صلوة صرف انبیاء کرام  
علیہم السلام کے لیے ہونی چاہیے باقی عام مسلمانوں کے لئے دعا اور اس کے سوا  
جو کوئی بھی ہے اس کے لئے دعا کرو۔

۷۷۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



مجھ پر اور میرے خاوند پر رحمت بھیجیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 صلی اللہ علیہ وعلیٰ زوجک (اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحمت فرمائے)  
 ۷۸۔ امام محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں چھوٹے بچے کے لئے  
 وہی دعا واستغفار پڑھتے تھے جو کہ بڑے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ جب ان سے  
 کہا گیا کہ اگرچہ اس بچے کے گناہ نہ ہوں؟ یعنی کیا پھر بھی اسی طرح دعا پڑھی جائیگی  
 تو آپ نے فرمایا:

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ان کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے  
 جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ پر درود پڑھا کریں

۷۹۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے آپ فرماتے تھے:

آدمی کے لئے یہ مستحب ہے کہ تلبیہ (احرام کے موقع پر) سے جب فارغ ہو تو پھر  
 مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔

۸۰۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ:

جب تمہارا گزر مساجد سے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔

۸۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب تم (حج و عمرہ) کے لئے آؤ تو بیت اللہ کے ساتھ چکر (طواف) لگاؤ۔ اور  
 مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرو پھر تم صفا (پہاڑی) پر آکر ایسی جگہ  
 کھڑے ہو جاؤ جہاں سے تم کو بیت اللہ نظر آ رہا ہو پھر سات عدد تکبیریں کہو اور  
 ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد و ثناء بیان کرو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم پر درود شریف پڑھو اور اپنے لئے دعا مانگو اور مرد پر بھی اس طرح  
 عمل کرو۔

۸۲۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے مجھے فرمایا جب تو مسجد میں داخل ہو تو اس طرح کہو:  
 بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل  
 محمد واغفر لنا وسمل لنا ابواب الرحمة۔

اور جب تو نماز سے فارغ ہو کر واپس جانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنے لگے تو  
 اسی طرح پڑھو یا سوا ان الفاظ کے اللھم سمل لنا ابواب فضلك۔

۸۳۔ سیدۃ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ارشاد فرمایا کہ اے میری محنت جگر جب تو مسجد میں ہو تو یہ دعا پڑھا کرو۔

بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل  
 محمد۔ اللھم اغفر لنا وارحمنا وافتح لنا ابواب رحمتک۔

۸۴۔ ایک اور سند سے بھی یہی الفاظ آپ سے مروی ہیں، (مثل حدیث سابق)

۸۵۔ سعید بن ذی عدان نے کہا کہ میں نے علقمہ سے پوچھا جب میں مسجد میں داخل ہوں  
 تو کیا کہوں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ کہنا کہو۔

صلی اللہ وملتکتہ علی محمد۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ  
 وبرکاتہ (اللہ اور اس کے فرشتے حضور پر درود بھیجیں۔ اے نبی کریم آپ پر  
 سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں)

۸۶۔ یزید بن ذی عدان نے کہا میں نے علقمہ کو کہا اے ابو شبل! میں جب مسجد میں  
 داخل ہوں تو کیا کہوں تو علقمہ نے کہا یہ کہنا کہو:

صلی اللہ وملتکتہ علی محمد۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ۔

۸۷۔ نافع سے روایت ہے کہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صفا پر تین تکبیریں کہنے کے بعد کہا کرتے تھے۔



لا اله الا الله وحده لا شريك له وله الحمد وهو على كل شئ قدير۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر کافی دیر تک کھڑے رہتے اور دعا کرتے رہتے۔ پھر مردہ پر بھی ایسے ہی کرتے۔

۸۸۔ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ولید بن عتبہ عید سے ایک دن پہلے حضرت عبد اللہ بن مسعود حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور کہا: عید قریب آگئی ہے اس میں تکبیریں کیسے کہیں چاہئیں تو حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا:

جب تو نماز شروع کرے تو تکبیر افتاح کہہ اور اپنے رب کی حمد کر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج پھر دعا کر اور تکبیر کہہ کر ایسے ہی کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح الحمد و ثنا و دود دعا کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کہ پھر قنات کر اور تکبیر کہہ کر رکوع کر پھر (دوسری رکعت کے لئے) کھڑا ہوا اور اللہ کی حمد بیان کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ اور دعا کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کہ پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کہ پھر رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبد الرحمن (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔

۸۹۔ ہشام سے اسی طرح روایت ہے: کہ پھر تکبیر کہہ اور رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ و ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبد الرحمن نے ٹھیک فرمایا ہے۔

نوٹ: دوسری رکعت میں پہلی روایت میں دو زائد تکبیروں کا بیان تھا جبکہ اس میں ایک اور یعنی تین تکبیرات زوائد کا ذکر ہے، جیسا کہ احناف کا مذہب ہے (مترجم)۔

۹۰۔ عبد اللہ بن ابوجبر نے کہا کہ ہم خیف مقام میں ہیں، میں تھے اور ہمارے ساتھ عبد اللہ بن ابوعتبہ تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور دعائیں مانگیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

۹۱۔ امام شعبی نے فرمایا:

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ جل مجدہ کی ثنا اور دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا چاہیئے۔

۹۲۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نماز جنازہ میں تکبیر کہتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے:

اللهم بارک فیہ وصل علیہ واغفر لہ واوردا حوض نبیک صلی اللہ علیہ وسلم۔

۹۳۔ حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم نماز جنازہ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم میں تجھ کو بتاتا ہوں۔ کیونکہ میں دوسروں سے اس کو زیادہ جانتا ہوں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور اس تیسری تکبیر کے بعد یہ کہتا ہوں:

یا اللہ! یہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا تیری توحید اور تیرے پیارے رسول کی رسالت کی گواہی دیتا تھا اور تو اس کے حالات سے خوب واقف ہے۔ اے اللہ! اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ خطا کار ہے تو اس کی خطائیں معاف فرما۔ اے اللہ! ہم کو اس فتنے کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں مبتلا نہ فرما۔

۹۴۔ حضرت ابوالدائیہ آیت کریمہ ان اللہ وعلیکم یصلون علی النبی کی تفسیر



میں کہا اللہ کی صلوٰۃ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و تعریف بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا مانگتے ہیں۔

۹۵۔ حضرت سعید بن المسیب نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز جنازہ میں طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ اکتب پڑھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر ان سے فارغ ہو کر میت کے لئے غلوس سے دعا مانگے اور صرف ایک ایک مرتبہ ہی پڑھے اور پھر آہستہ سے سلام پھیرے۔

۹۶۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ .... مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ کی صلوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ کا نزول متواتر اور فرشتوں کا آپ پر صلوٰۃ بلند کی درجات و قرب کے لئے دعا کرنا ہے۔

۹۷۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ : هو الذی یصلی علیکم وعلیٰ اولادکم کی تفسیر میں فرمایا۔ اللہ کی مومنوں پر صلوٰۃ ان کی مغفرت و بخشش ہے اور فرشتوں کی صلوٰۃ ان کے لئے (دارین کی عزت کے لئے) دعا ہے۔

۹۸۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ :

یقفت علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویصلی علی النبی والی بکر وعمر ونبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور کے قریب کھڑے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر درود و سلام بھیج رہے ہیں)

۹۹۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں :

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا جب وہ سفر سے لوٹتے تو مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور کہتے السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علی ابی بکر

وعلی ابی (اے اللہ کے رسول تم پر سلام ہو اور ابوبکر اور میرے باپ پر سلام ہو)

۱۰۰۔ حضرت نافع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے آتے تھے تو مسجد میں داخل ہوتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور پر حاضر ہو کر عرض کرتے :

السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابتاہ۔ (اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔ اے ابوبکر آپ پر سلام ہو۔

اے میرے باپ عمر) آپ پر سلام ہو (رضی اللہ عنہما)

۱۰۱۔ حضرت نافع سے روایت ہے :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد نبوی میں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہوتے ،

ثم یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضح یدہ الیہین علی قبر النبی ویستدبر القبلة ثم یصلی علی النبی ثم علی ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ (بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر اپنا دایاں ہاتھ رکھتے اور قبلہ شریف کی طرف پشت کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے پھر سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سلام کہتے)

۱۰۲۔ جناب منیر بن وہب سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت کعب حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ذکر شروع ہوا تو کعب نے کہا :

ہر طلوع فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قبر انور کا



موافقت کر لیتے ہیں اور اپنے نورانی پردوں کو قبر نور پر ملتے (تبر کا مس کرتے) ہیں۔ اور درود و سلام عرض کرتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو واپس چلے جاتے ہیں اور ان کی جگہ دیگر ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں اور قبر نور کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پُرِ قبر منور کے ساتھ تبر کا مس کرتے اور ملتے ہیں۔ اسی طرح ستر ہزار رات کو اور ستر ہزار دن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت تک درود و سلام پڑھتے رہیں گے جب تک کہ (قیامت کے دن) آپ کی تربت اطہر شوق نہیں ہوتی حتیٰ کہ آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں میدانِ حشر میں تشریف لائیں گے۔

۱۰۳۔ حضرت مجاہد ایت کریمہ وَرَقَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

میرے ذکر کے ساتھ اے محبوب تیرا ذکر بھی ہوگا۔ جیسا کہ کلمہ شریف میں اشهد  
ان لا اله الا الله۔ اشهد ان محمد رسول الله۔

۱۰۴۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کریمہ (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ) کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شروع عبودیت سے کمزور اور رسالت کا ذکر دوسرے نمبر پر کر دو۔

مسمرنے کہا:

اشھدان لا الہ الا اللہ : وان محمدًا عبدا۔ پس یہ عبودیت ہے  
 ورسولہ یہ رسالت ہے۔ یعنی اس طرح کہنا چاہیے عبدہ ورسولہ پہلے عبد  
 کا لفظ اور بعد میں رسولہ کا لفظ ہونا چاہئے۔)

۱۰۵۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔  
 نہ تو اس نے اللہ کی حمد و بزرگی بیان کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر  
 درود پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی ہے

پھر اُس کو آپ نے بلایا اور فرمایا :

تم میں سے جب بھی کوئی نماز پڑھے تو وہ اللہ کی حمد و ثناء سے شروع کرے  
پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر جو چاہو دعا مانگو۔

۱۰۶۔ عبد اللہ بن الحارث سے روایت ہے کہ :

ابو حلیمہ معاذ بن الحارث الانصاری القاری قنوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کرتے تھے ۔

تمت بالخیر

والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام  
على خير الخلق رحمة للعالمين





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَكُونَا لَهُ شَاكِرِينَ إِلَّا أَنْفَادًا

# تحفة درود و سلام

تصنيف

امام ابن ابی عاصم  
(المتوفى ۲۸۴ هـ)

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری



## ابتدائیہ

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبی بعده

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :-

ان الله وملائكته يصلون على  
النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه  
وسلموا تسليماً -  
بناشہ اللہ اور فرشتے نبی پر درود  
بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان تم  
بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب  
(سورۃ الاحزاب) سلام عرض کرو۔

حضور کی ذات اقدس پر درود و سلام امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے عظیم عطیہ و نعمت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ  
والہ وسلم سے تعلق قائم ہوتا ہے جو قرب الہی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔  
درود شریف سے بگڑی بنتی ہے۔ دکھ، سکھ سے بدل جاتے ہیں۔ اس اہم  
و ذلیف پر ہر دور کے علماء نے کام کیا جس کی فہرست بڑی طویل ہے۔

## سب سے پہلی کتاب

تاریخ اسلام میں درود و سلام پر سب سے پہلی مستقل کتاب امام  
اسماعیل اسحاق قاضی کی "فضل الصلاة على النبي" ہے۔ ان کی ولادت



## کتاب کا ترجمہ :

۱۹۹۷ء میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ میں یہ کتاب دستیاب ہوئی۔ اسی روز مسجد نبوی شریف میں ایک ہی نشست میں اس کے ترجمہ کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔

## کتاب کی طباعت

مصروفیات کی وجہ سے اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ ایک دن جمعہ کے نماز کے بعد ایک اجنبی شخص نے مجھے درود و سلام کے موضوع پر یہ دو کتابیں بطور تحفہ دیں۔

- ۱۔ تحفہ درود شریف از علامہ حبیب البشر خیری مطبوعہ مرکزی مجلس لاہور
- ۲۔ فضیلت درود و سلام از علامہ سید منظور احمد فریدی ساہیوال میں نے متعلقہ آدمی سے کہا آپ سلام پڑھنے کے بعد مجھے ملیں تاکہ اس موضوع پر کچھ گفتگو کی جاسکے۔ وہ رک گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں صلوٰۃ و سلام کے حصول کے بعد جب تعارف ہوا وہ شخصیت ایس ایم شفیق (مالک مہتاب انڈسٹریز لمیٹڈ ساہیوال) تھے

۱۹۹۹ء اور وفات ۲۸۲ھ ہے۔ ہماری تحریک پر اس کا ترجمہ علامہ محمد عباسی رضوی گوجرانوالہ نے کیا اور اسے ادارہ معارف نعمانیہ لاہور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ ہم نے سلسلہ درود و سلام پر اسے ہی اول درجہ دیتے ہوئے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کتاب اور مصنف پر گفتگو اس کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجیے۔

## دوسری کتاب

درود و سلام کے موضوع پر تاریخ اسلام میں دوسری کتاب "ذی نظر کتاب الصلاة علی النبی" ہے۔

## مصنف کا تعارف

نام : امام ابو بکر احمد بن عمر بن ابی عاصم

ولادت : ۲۰۶ھ وفات : ۲۸۷ھ

اسماعیل قاضی اور مصنف کے وصال میں پانچ سال کا عرصہ ہے۔

## دیگر تصانیف

- ۱۔ الاوائل ۲۔ الجہاد ۳۔ السنۃ ۴۔ الزہد ۵۔ الدیات



میں نے انہیں ان کتب کی اشاعت پر مبارکباد دی اور عرض کیا کہ اگر ہم درود و سلام پر لکھی جانے والی اسلاف کی کتب کے تراجم شائع کر دیں تو یہ امت مسلمہ کی اہم خدمت ہوگی۔ انہوں نے میری بات سنتے ہی کہا آپ تیاری کریں میں حاضر ہوں۔

الحمد للہ یہ سلسلہ جاری و ساری ہو گیا۔ اس موقع پر ہم دو کتب شائع کر رہے ہیں۔

۱۔ فضیلت درود و سلام از امام اسماعیل اسحاق قاضی

۲۔ تحفہ درود و سلام از امام ابن ابی عاصم

قارئین دعا کریں یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید اشاعت کتب کی بھی توفیق نصیب فرمائے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ شادمان لاہور

۴ مئی ۹۹ء بروز منگل بعد نماز مغرب

## صحابہ کو صلوٰۃ و سلام کی تعلیم

۱۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہم نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا تو سیکھ لیا ہے (بصورت السلام علیک ایہا النبی) ہم صلوٰۃ کیسے عرض کریں؟ فرمایا تم یہ پڑھو:

اللہم صل علی محمد و علی آل

محمد کا صلیت علی ابراہیم و

علی آل ابراہیم انک حمید

مجید و بارک علی محمد و علی آل

محمد کما بارکت علی ابراہیم و

علی آل ابراہیم انک حمید مجید

مصنف ابن ابی شیبہ (۸۶۳۴)

اور آل ابراہیم کو برکت دی بیشک

تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۲۔ انہی سے مروی ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

عرض کیا۔

ہذا الشہد قد عرفناہ فکیف

الصلوٰۃ علیک

بصورت تشہد سلام عرض کرنا ہم

نے جان لیا ہے صلوٰۃ کیسے پڑھیں۔



تو فرمایا یہ پڑھا کرو :-

اللہم صل علی محمد کما صلیت  
و بارکت علی ابراہیم و آل  
ابراہیم انک حمید مجید و  
بارک علی محمد و علی آل محمد  
کما بارکت علی ابراہیم انک  
حمید مجید -

(الکامل لابن عدی ۳/۲۴۸)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم پر رحمت بھیج جیسے تُو نے حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر  
رحمت اور برکت نازل کی ہے ،  
بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے  
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما  
جیسے تُو نے حضرت ابراہیم اور آل  
ابراہیم پر برکت نازل کی بیشک تو  
تعریف کیا گیا بزرگ ہے -

۳۔ حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہم  
حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم تشریف لے آئے ، آپ سے بشیر (صحابی) عرض کرنے لگے  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی خدمت میں صلوة  
پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کا طریقہ کیا ہے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے خاموشی اختیار فرمائی  
حتی تمینا انه لو یساله  
حتی کہ ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ

سوال نہ کیا جوتا -

اس کے بعد آپ نے فرمایا :-

اللہم صل علی محمد و علی آل  
محمد کما صلیت علی ابراہیم و  
علی آل ابراہیم و بارک علی  
محمد کما صلیت و بارکت علی  
ابراہیم و آل ابراہیم فی  
العالمین انک حمید مجید و السلام  
کما قد علمت -

(موطا : ۱ : ۱۳۸)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم پر رحمت بھیج اور آل محمد  
پر جیسے تُو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام  
اور آل ابراہیم پر رحمت بھیجی اور  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
پر برکت نازل فرما جیسے تُو نے حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر  
تمام جہانوں میں رحمت و برکت نازل  
کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ  
ہے اور سلام بھیجے کا طریقہ تم پہلے  
جان چکے ہو -

۴۔ انہی سے ایک اور روایت ہے جس میں سائل کا نام بشیر بن سعد  
ہے -

۵۔ امام مالک نے بھی انہی سے یہ روایت ذکر کی ہے -

۶۔ حضرت ابوسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے ایک شخص آیا  
اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کناں ہو یا رسول



اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السلام علیک قد عرفناہ فالصلوۃ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا  
علیک فالخبرناھا۔ تو ہمیں آگیا ہے صلوٰۃ کیسے عرض کریں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی حتیٰ کہ ہم پریشان  
ہوئے کہ یہ سوال بڑ کیا جاتا۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوٰۃ  
پڑھنا چاہو تو یوں کہو:

اللہم صل علی محمد النبی الامی اے اللہ حضرت محمد امی نبی پر رحمت  
کما صلیت علی ابراہیم و آلہ نازل فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم  
ابراہیم و بارک علی محمد النبی و آل ابراہیم پر رحمت نازل کی اور  
الامی کما بارکت علی ابراہیم و حضرت محمد نبی امی پر برکت نازل  
آل ابراہیم انک حمید مجید۔ فرما جیسے تُو نے حضرت ابراہیم و  
(البوداد: ۹۸۱) آل ابراہیم پر رحمت نازل کی بیشک  
تُو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۷۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے بھی اسی صحابی سے یہ روایت نقل کی ہے۔  
۸۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے آپ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ہم آپ کی خدمت میں صلوٰۃ کیسے عرض کریں تو  
فرمایا اس کا طریقہ یہ ہے:

اللہم صل علی محمد النبی وازواجہ اے اللہ حضرت محمد نبی اور آپ کی

و ازواجہ کما صلیت علی ابراہیم و ازواج اور آل پر رحمت بھیج جیسے تُو  
و بارک علی محمد و ازواجہ و ذریۃ نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل  
کما بارکت علی ابراہیم انک حمید کی اور حضرت محمد اور آپ کی ازواج  
مجید۔ (المسلم: ۴۰۷) اور اولاد پر برکت نازل فرما جیسے  
تُو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل  
کی بیشک تُو تعریف کیا گیا بزرگ  
ہے۔

۹۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح کے کلمات مروی ہیں  
محدث ابو بکر کا قول ہے کہ "ازواجہ و ذریۃ" کے الفاظ میرے علم  
کے مطابق صرف اسی روایت میں ہیں۔

۱۰۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے جب یہ آیت مبارکہ  
"ان اللہ و ملائکتہ یصلون" نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ  
سلام کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں مگر صلوٰۃ کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا:

قولوا للہم اجعل صلواتک تم کہو اے اللہ رحمتیں اور برکتیں  
و برکاتک علی محمد و آل محمد حضرت محمد اور آل محمد پر نازل فرما  
کما جعلتھا علی ابراہیم و آلہ جیسے تُو نے ابراہیم و آل ابراہیم کو  
ابراہیم انک حمید مجید و بارک عطا کیں بیشک تُو تعریف کیا گیا  
علی محمد و آل محمد کما بارکت بزرگ ہے اور حضرت محمد و آل محمد



علی ابراہیم والی ابراہیم انٹ پر برکت نازل کر جیسے تو نے ابراہیم  
حمید مجید - (مسند حمیدی - ۷۱۱)  
وآل ابراہیم کو برکت دی بیشک تو  
تعریف کیا گیا بزرگ ہے -

راوی حدیث یزید کہتے ہیں امام ابن ابی لیلیٰ "علینا معہم" (ان کے  
ساتھ ہم پر بھی) کے کلمات کا اضافہ کیا کرتے تھے -  
۱۱۔ امام ابن ابی لیلیٰ نے یہ کلمات بھی نقل کیے ہیں :-

قولوا اللہم صل علی محمد وعلی تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ  
آل محمد کما صلیت علی ابراہیم کی آل پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے  
انٹ حمید مجید وبارک علی محمد حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک  
وعلی آل محمد کما بارکت علی تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور  
ابراہیم و آل ابراہیم انٹ حمید حضرت محمد اور آپ کی آل پر برکت  
مجید - (البخاری ۸۶۳۱۱)  
نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم  
اور آپ کی آل پر برکت نازل کی  
بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے -

۱۲۔ امام عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت کعب بن  
عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو وہ فرمانے لگے  
الا اھدی لک ہدیۃ؟ میں تجھے کوئی تحفہ پیش کروں؟  
فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

ہیں سلام عرض کرنے کا طریقہ تو آگیا ہے طریقہ صلوٰۃ سے آگاہ فرمائیے تو  
فرمایا :-

قولوا اللہم صل علی محمد وعلی تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ  
آل محمد کما صلیت علی ابراہیم کی آل پر رحمت بھیج جیسے تو نے  
انٹ حمید مجید وبارک علی محمد حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک  
وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور  
حضرت محمد اور آل محمد پر برکت نازل  
انٹ حمید مجید - (البخاری ۶۳۵۷)

فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر  
برکت نازل کی بیشک تو تعریف کیا  
گیا بزرگ ہے -

۱۳۔ ایک روایت میں ہے حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں  
ایک آدمی نے یہ سوال کیا تھا -  
حدیث ۱۴ اور ۱۵ کا مفہوم بھی یہی ہے -

۱۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے عرض کیا یا رسول  
اللہ (السلام علیک ایہا النبی) یہ تو سلام ہے طریقہ صلوٰۃ کیا ہے؟ فرمایا  
قولوا اللہم صل علی محمد عبدک تم کہو اے اللہ حضرت محمد جو تیرے  
در رسولک وعلی آل محمد کما صلیت بندے اور رسول ہیں اور آپ کی آل  
علی ابراہیم وبارک علی محمد وعلی پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت



آل محمد کما باریک علی ابراہیم ابراہیم پر رحمت بھیجی۔  
فی العالمین۔

(بخاری، ۴۷۸۱)

۱۷۔ حدیث نمبر ۱ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۱۸۔ حضرت زید بن خارجه رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔

کیف نصلی علیک یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درود پڑھیں۔

آپ نے فرمایا:

صلوا علی وقلوا باریک اللہ علی تم مجھ پر درود بھیجو اور کہو اے اللہ محمد وعلی آل محمد کما باریک علی حضرت محمد اور آل محمد پر برکت نازل ابراہیم و آل ابراہیم اناک فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور آل حمید مجید۔ (النسائی، ۳۹۱۳) ابراہیم پر برکت نازل کی بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۱۹۔ شیخ عبد الحمید بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی شادی پر موسیٰ بن طلحہ کو بلایا تو پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں طریقہ صلوٰۃ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے یہی بات حضرت زید بن خارجه رضی اللہ عنہ سے پوچھی تھی تو وہ فرمانے لگے میں نے خود اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا آپ نے اس کی تعلیم

دیتے ہوئے فرمایا مجھ پر خوب ادب و محبت سے درود پڑھا کرو۔

وقولوا اللہم باریک علی محمد تم کہو اے اللہ حضرت محمد پر برکت

کما باریک علی ابراہیم اناک نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم

پر برکت نازل کی بیشک تو تعریف

حمید مجید۔

۲۰۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے پوچھا آپ کی خدمت میں صلوٰۃ کیسے عرض کریں تو فرمایا:

اللہم صل علی محمد کما صلیت یوں کہو اے اللہ حضرت محمد پر رحمت

علی ابراہیم۔

نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم

پر رحمت نازل کی۔ (مسند احمد، ۳۵۳: ۵)

۲۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے آپ کی خدمت

اقدس میں صلوٰۃ کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ان کلمات کی تعلیم دی:

قولوا اللہم اجعل صلوٰۃک و یہ پڑھا کرو اے اللہ اپنی خصوصی

رحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین برکات اور رحمتیں نازل فرما رسولوں

وامام المتقین وخاتم النبیین محمد کے سربراہ متقین کے امام، انبیاء

عبدک ورسولک امام الخیر و کے خاتم جن کا اسم گرامی محمد ہے تیرے

رسول الرحمة اللہم ابعثہ مقاماً خصوصی بندے اور رسول ہیں۔ خیر



محمودا یغبطہ بہ الاولیاء و  
الآخرین اللہ صلی علی محمد  
وابعہ الدرجۃ الوسیلة من  
الجنة۔ اللہم اجعل فی المصطفین  
محبۃ فی المقربین مودتہ و فی  
الاعلیین ذکر دارہ والسلام علیہ  
ورحماتہ وبرکاتہ اللہم صلی علی  
محمد و علی آل محمد کما صلیت علی  
ابراہیم و آل ابراہیم انت  
حبید مجید۔

(ابن ماجہ، ۹۰۶)

کے امام اور رسول رحمت میں۔ اس  
اللہ انہیں مقام محمود پر کھڑا فرما جس  
پر اولین و آخرین رشک کریں۔ اے  
اللہ حضور پر رحمتوں کا نزول فرما اور  
انہیں جنت کا درجہ وسیلہ عطا فرما  
اے اللہ منتخب افراد میں ان کی محبت  
اور مقربین میں ان کی مودت اور اولیاء  
درجات میں بلندی عطا فرما۔ اے اللہ  
حضور پر اور آپ کی آل پر رحمتوں کا  
نزول فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم  
اور ان کی آل پر رحمتوں کا نزول فرمایا  
بلاشبہ تیری ذات اقدس بزرگ و  
برتر ہے۔ اے اللہ حضور پر اور  
آپ کی آل پر برکات کا نزول فرما  
جیسا کہ تو نے سیدنا ابراہیم اور ان  
کی آل پر فرمایا۔ یقیناً تیری ذات  
ہی لائق حمد و مجد ہے۔

۲۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم سے عرض کیا گیا

ان اللہ عزوجل قد امرنا بالصلوة  
علیک وکيف نصلی علیک ؟  
بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر  
دُرود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ہم  
آپ پر کیسے دُرود پڑھیں۔

تو آپ نے فرمایا :

قولوا اللہم صلی علی محمد و علی  
آل محمد کما صلیت علی ابراہیم  
وال ابراہیم وارحمہم محمد و آل  
محمد کما رحمت علی ابراہیم  
و آل ابراہیم۔  
تم کہو اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر صلوة  
بھیج جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ  
السلام اور آل ابراہیم پر صلوة بھیجی  
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور  
آل محمد پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر  
رحمت کی۔

(مسند شافعی، ۲۶۹)

باقی سلام کا طریقہ تمہیں پہلے ہی سکھا دیا گیا ہے۔

۲۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو صلاۃ ان الفاظ میں سکھایا کرتے  
تھے۔

اللہم داحی المدحوات ، وباری  
المسوکات۔ وجبار القلوب علی  
اے اللہ تمام کائنات پھیلانے  
اور آسمانوں کے پیدا کرنے والے



فطر تقاضیہا وسعیہا، اجعل  
شرائف صلواتک ونوامی بركاتک  
ورافۃ محبتک علی محمد عبدک  
ورسولک، الخاتم لما سبق، والفاتح  
لما اعلق، والمعلن الحق والدامغ  
جیشات الاباطیل کما حمل  
واضطلع بامرک لطاعتک مستو  
فذا فی طاعتک غیرنا کل فی قدم  
ولا واهن فی عزم، داعیاً لعزمتک  
راعياً لوجیک، حافظاً لعهدک،  
ماضیاً علی نفاذ امرک، حتی ادری  
قبس القابس - به هدیت القلوب  
بعد خطوت الفتن والاثم واضحات  
الاعلام، میزات الاسلام، فهو  
امینک المامون، وخازن علمک  
المخزون، وشہیدک یوم الدین  
وبعثک رحمۃ ورسولک بالحق  
رحمۃ، اللہم افصح له مفسحات

اور دلوں پر کنٹرول فرمانے والے  
خواہ وہ بد سخت میں یا سعید،  
اپنی عظیم رحمتوں، اضافہ فرمانے  
والی برکتوں اور اپنی محبت کی  
خصوصی شفقتوں کو اپنے برگزیدہ  
بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم پر نازل فرما، جو سابقہ انبیاء  
اور شریعتوں کے خاتم و آخری اور  
ہر مشکل کو کھولنے والے ہیں  
حق کو آشکار کرنے والے اور  
باطل کے لشکروں کو مٹانے والے  
میں، تیری اطاعت کے ساتھ  
تیرے حکموں کو جاری کرنے والے  
تیری فرمانبرداری میں کامیابی  
کے ساتھ قدم بڑھانے والے،  
عزم میں کمزوری نہ رکھنے والے،  
تیری حرمت و عزت کے داعی،  
تیری وحی کے محافظ، تیرے عہد

العدل واجزہ مصنوعات  
الخير من فضلك، له مہنات  
غیر مکدرات من ثوابک المعلوم  
وجزل عطائک - اللہم (اعل)  
علی بناء البنائین ہاہ (بناء) واکرم  
مثولہ لدیک ونزلہ، واتم له نورہ  
واجزہ من ابتعاث له مقبول الشہادۃ  
مرفی المقالة والمنطق عدل وحجۃ  
وبرہان عظیم -

کے نبھانے والے، تیرے حکم کا  
نفاذ کرنے والے ہیں، حتی کہ حلال  
کا وقت آ پہنچا۔  
نقٹوں اور گناہوں کے بعد انہی  
کی برکت سے تونے دلوں کو ہدایت  
دی، منزل کے نشان واضح کیے  
اور اسلام کی روشنی پھیلی، وہ تیرے  
امین مامون ہیں، تیرے مخفی علوم  
کے خازن ہیں، روز قیامت تیری  
طرف سے گواہ ہیں۔ تونے انہیں  
سر پار رحمت اور رسول حق بنا کر  
مبعوث فرمایا، اے اللہ ان پر  
اپنے عدل سے بخششیں عطا فرما  
اپنے فضل سے ان کے خیر میں  
اضافہ فرما، ان کی خوبصورت  
جدوجہد پر ثواب عظیم اور عطائے  
جزیل ہے۔ اے اللہ ان کی



## ۲۔ روز قیامت رسول اللہ کے سب سے قریب شخص

۲۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اولی الناس بی یوم القیامة روز قیامت میرے سب سے زیادہ  
اکثرہم علی صلاۃ۔ قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے  
(مسند ابویعلیٰ ۵۰۱۱) زیادہ صلاۃ پڑھے گا۔

۲۵۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

## ۳۔ ہر جگہ سے تمہارا درود و سلام مجھ کو پہنچتا ہے۔

۲۶۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری خدمت میں صلاۃ پڑھا کرو۔

فان صلاتکم وتسلیمکم تبلغنی بے شک تمہارا درود و سلام مجھ  
حیتما کنتم (الطبرانی ۲۷۲۹) پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

۲۷۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۲۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان للہ عزوجل ملائکۃ فی الارض لے شک اللہ نے زمین میں فرشتے

مباحین یبلغنی من امتی السلام مقرر کیے ہوئے ہیں جو چلتے رہتے  
(المستدرک ۲۰-۲۱) میں میری امت کا سلام مجھ تک  
پہنچاتے ہیں۔

## ۴۔ درود نہ پڑھنے والا بخیل ہوتا ہے

۲۹۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الاخبرکوبابخل الناس؟ کیا میں بتاؤں سب سے بڑا بخیل  
کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور آگاہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا:  
من ذکرت عنده فلم یصل علی جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور  
فذلک بخل الناس اُس نے مجھ پر درود نہ بھیجا پس وہ  
(فضل الصلاۃ - ۳۷) سب سے بڑا بخیل ہے۔

۳۰۔ اور ۳۱ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

## ۵۔ اللہ کی طرف سے درود و سلام

۳۱۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ



والہ وسلم) آپ کا رب پوچھ رہا ہے کیا آپ اس بات سے راضی ہیں کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر صلوٰۃ بھیجے تو میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں اور جو سلام بھیجے اس پر سلام بھیجوں۔ (الدارمی، ۲۷۷)

## ۶۔ دس درجات بلند

۳۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر حاضر ہو گیا، آپ نے وضو فرمایا اور سجدہ فرمایا میں دُور ہٹ گیا، سر اقدس اٹھا کر فرمایا عمر تم نے بہت اچھا کیا، میرے پاس جبریل امین آئے تھے اور یہ خوش خبری دی

ان من صلی علیک واحدة صلی اللہ بیک جس نے آپ پر ایک مرتبہ علیہ عشر اور رفعه عشر درجات درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس (فضل الصلوٰۃ، ۵) مرتبہ درود بھیجے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا۔

۳۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ و جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود ملائکتہ علیہ عشر۔ بھیجا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے

اب بندے کی مرضی وہ تھوڑا پڑھتا ہے یا زیادہ (جس قدر زیادہ پڑھے گا اسی قدر اللہ کی رحمتیں حاصل کرے گا)۔ ۳۵۔ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۳۶۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر درود پڑھتا ہے ملائکتہ تصلی علیہ جب تک وہ مجھ پر درود پڑھتا رہتا مادام یصلی علی۔ ہے فرشتے اس پر درود پڑھتے رہتے (ابن ماجہ، ۹۰۷) ہیں۔

(اب بندے کی اپنی بہت ہے جتنا پڑھے گا اتنی رحمتیں پائے گا) ۳۷۔ اور ۳۸ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

## ۷۔ دس گناہ بھی معاف

۳۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود و سلام پڑھا صلی اللہ علیہ عشر صلوات و اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمادے گا۔ (النسائی، ۵۰۰)



## ۸۔ درود کفارہ ہے

۴۰۔ انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔

فان الصلاة على كفارة لکون (الترغیب لابن القاسم)  
بے شک مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لیے کفارہ ہے۔

اور جو مجھ پر ایک دفعہ صلاۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے۔

## ۹۔ درود زکوٰۃ ہے

۴۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔

فان صلاة على زكاة لکون (ابن ابی شیبہ، ۸۷۰۴)  
مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لیے زکوٰۃ ہے۔

## ۱۰۔ دس نیکیاں بھی

۴۲۔ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس اُمتی نے بھی حُسن نیت کے ساتھ مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

وکتبت له بها عشر درجات ويرفع (النسائی، ۶۵)  
اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جائیں اور اس کے دس درجات عشر سیئات - بلند کر دیے جاتے ہیں اور اس کی دس خطائیں مٹا دی جاتی ہیں۔

۴۳۔ اس روایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔

۴۴۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ نہایت ہی خوش و خرم اور آپ کا چہرہ کھلےلا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

انک لعلی حال ما رأيتک علی مثلها آپ کو اس حال میں میں نے کبھی نہیں دیکھا

آپ نے فرمایا میں کیوں نہ خوشی کا اظہار کروں ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ اپنی اُمت کو یہ خوشخبری دے دو جو آپ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، دس درجات اس کے بلند ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اس کی مثل رحمت نازل فرمائے گا اور مجھ پر روز قیامت پیش کیا جائے گا۔ (طبرانی، ۴۷۲۱)

۴۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے میں بھی پیچھے ہولیا۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل میری ملاقات کے لیے آئے تھے اور پیغام دے گئے



ہیں اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمتوں کا نزول فرمائے گا۔ (مسند ابویعلیٰ ۸۶۹۱)

۴۶۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۸۷۰۷)

۴۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

نقل کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طویل سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا جبریل آئے تھے اور انہوں نے بتایا ہے جو آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو سلام پڑھتا ہے اس پر وہ سلام بھیجتا ہے۔

فسجدت للہ عزوجل شکراً میں نے بطور شکر یہ سجدہ کیا ہے۔

۴۸۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے یہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ کے حضور اس لیے سجدہ کیا ہے جو جس قدر مجھ پر درود پڑھے گا اللہ کے فرشتے اس پر اسی قدر درود پڑھیں گے اب آدمی کی مرضی وہ کثرت کرے یا کمی۔

۴۹۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے تو آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی کے

آہ تھے ہم نے عرض کیا آج ہم آپ کے مبارک چہرہ پر بہت ہی خوشی دیکھ رہے ہیں فرمایا ہاں میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے اسی جبریل آئے تھے اور مجھے پیغام دے گئے ہیں آپ کا جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود و سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (شعب الایمان ۱۴۶۱)

۵۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے میں اور میرے فرشتے اس پر دس دفعہ درود و سلام کہتے ہیں۔

۵۱۔ عمران بن حمیری کہتے ہیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے وہ بات نہ سناؤں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سنائی تھی کہ

ان اللہ عزوجل اعطی ملکاً من الملائکۃ اسماء الخلائق فهو قائم علی قبری حتی تقوم الساعة فلیس احد من امتی یصلی علی صلاۃ الا قال۔ یا احمد فلان بن فلان باسمہ واسم ابیہ صلی علیہ کذا کذا کہتا ہے اے احمد فلان بن فلان فیصلی الرب تبارک وتعالیٰ انہ من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ ان اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کے ناموں سے آگاہ فرما رکھا ہے۔ وہ قیامت تک میرے مزار عالی کے پاس کھڑا ہے تم میں سے کوئی جب صلوٰۃ پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے



علیہ عشراوان زاد زاد اللہ  
عزوجل -  
(مسند بزار ۱۰: ۲۳۶)

فرماتا ہے جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ  
درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر  
دس مرتبہ پڑھتا ہے۔ اگر وہ نائذ  
کرے تو اللہ تعالیٰ بھی زائد کرتا ہے۔

## دس غلاموں کی آزادی

۵۲۔ حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اس کی دس برائیاں معاف فرما دیتا ہے اس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔

وکن بعد عدل عتق عشرا اور یہ دس غلاموں کی آزادی کے  
قاب - (جلاء الافہام) برابر ہے۔

۵۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ درود و سلام پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

۵۴۔ اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۵۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھا اس پر

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اب بندے کی مرضی وہ  
اس میں کثرت کرے یا کمی۔

۵۶۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ انعام عطا فرمایا ہے کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا میں اس پر دس مرتبہ پڑھوں گا۔  
۵۷۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اس بات پر سجدہ شکر کیا کہ جبریل نے خبر دی کہ جو آپ پر درود و سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

## ۶۔ ہر وقت درود و سلام

۵۸۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا  
اذنایت ان جعلت صلاقی کھلا کیا آپ اس بات کی اجازت عطا  
فرماتے ہیں کہ میں اپنی ہر دعا کی جگہ  
آپ پر صلاۃ و سلام پڑھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا  
اذن یکفیک اللہ ما ھمک من تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت  
امر دنیاک و آخرتک (الترمذی) کی مشکلات آسان فرما دے گا۔



۵۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل شرط صلاقی دعاء لك؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کو اپنی دعا کا حصہ بنانا چاہتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذن يكفيك الله مع الدنيا والآخرة تب الله تعالى تيري دنيا و آخرت  
(الكامل، ۱۶۱: ۵۰) کی مشکلات آسان فرمادے گا۔

۶۰۔ حضرت یحییٰ بن حبان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل نصف صلاوتي لك؟ میں نصف دعا درود و سلام کر لوں؟

آپ نے فرمایا ہاں اگر تو چاہتا ہے تو کر لے۔ عرض کیا اگر میں دو تہائی کر دوں فرمایا پھر بھی درست ہے عرض کیا

فصلاتي كلها؟ میری تمام دعا درود و سلام ہی ہوگا آپ نے فرمایا:

اذن يكفيك الله ما هك من امر دنياك و آخرتك اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کے تمام معاملات پر کافی ہے۔

## ۷۔ صبح و شام درود و سلام

۶۱۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من صلى على حين يصبغ عشرا جو شخص صبح کے وقت دس مرتبہ وحین میسی عشرا اور کتہ شفاعتی اور شام کو دس مرتبہ درود بھیجے گا وہ يوم القيامة۔ (جلاء الافهام، ۱۲۷) قیامت کے روز میری شفاعت پا لے گا۔

۶۲۔ حضرت ابو کابل رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ فرمایا اے ابو کابل اچھی طرح جان لو

من صلى على كل يوم ثلاث مرات جو بندہ مجھ پر ہر دن تین مرتبہ اور ہر دکل ليلة ثلاث مرات حباً و شوقاً رات تین مرتبہ محبت اور شوق کے الی کان حقاً علی اللہ ان یغفر له ساتھ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ذنوبہ تلب اللیلۃ و ذلک الیوم۔ (المعجم الکبیر، ۱۸: ۹۲۸) پر حق ہے کہ وہ اس بندے کے گناہ اس دن اور اس رات بخش دے۔

## ۸۔ جمعہ کے دن درود و سلام

۶۳۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ



علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ان من افضل ايامكم يوم الجمعة  
فيه خلق آدم عليه السلام وفيه  
النفخة وفيه الصعقة فاكثروا  
عليه فيه من الصلوة -

فان صلاتكم معروضة علي  
بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش  
کیا جاتا ہے -

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ  
کیف تعرض عليك وقد امنت  
آپ کی خدمت میں صلوة و سلام کیسے  
پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا  
جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا -

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ان الله عز وجل حرم على الارض  
ان تاكل اجساد الانبياء  
كرام کے اجسام مقدسہ کا کھانا حرام کر دیا  
ہے - (ابوداؤد، ۱۰۴۷)

۶۳ - حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھو

اللہ لیس یصلی علی احد الا  
مرضت علی صلاتہ - پس جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا  
ہے وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے -

## ۹ - درود نہ پڑھنے والا برباد ہو جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ برباد ہو جائے

و کبرت عنده فلم یصل علی  
جس کے پاس میرا تذکرہ ہوا اور اس  
نے درود نہ پڑھا -

اور وہ شخص بھی تباہ ہو جائے جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا مگر  
ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا اور وہ شخص بھی ہلاک ہو  
جائے جسے رمضان ملا اور چلا گیا مگر وہ اس میں اپنی مغفرت و بخشش  
نہ کر وا سکا -

۶۶ - اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے -

۶۷ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا بد بخت ہے  
وہ شخص جس کے پاس

و کبرت عنده فلم یصل عليك  
آپ کا ذکر مبارک ہوا اور اس نے  
آپ پر درود نہ پڑھا -

۶۸ - حضرت عبداللہ بن حارث بن جزیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی



اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا  
 آمین (قبول فرما) اور فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا  
 من ذكرت عنده فلم یصل علیک جس کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا اور  
 فابعدہ اللہ ثم ابعدہ فقلت آمین اس نے آپ پر درود نہ بھیجا وہ اللہ  
 (مسند بزار، ۲۱۵۲) کی رحمت سے دور ہو تو آپ نے  
 آمین کہا۔

## ۱۰۔ دیگر رسولوں پر سلام

۶۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذا صلیتم علی المرسلین فصلوا جب تم رسل عظام پر درود بھیجو  
 علی معہم فانی رسول من تو ان کے ساتھ مجھ پر بھی درود  
 المرسلین۔ بھیجو بیشک میں رسولوں میں سے  
 ایک رسول ہوں۔

۷۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے فرمایا

اذا سلتم علی فسلموا علی جب تم مجھ پر سلام پڑھو تو تمام  
 المرسلین۔ (ابن کثیر، ۲۶۱: ۲) مرسلین پر بھی پڑھو۔

۷۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا میرے ساتھ سوار کے پیالہ والا سلوک نہ کرنا سوار اپنے  
 پیالے کو بھر کر رکھتا ہے پس جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو وہ اسے کسی  
 چیز کے ساتھ لٹکا دیتا ہے پس اگر اس میں پانی ہو تو وہ بوقت ضرورت  
 پی لیتا ہے یا نوش کر لیتا ہے ورنہ پیالے کو انڈیل دیتا ہے۔

فاجعلونی فی اول الدعاء فی وسطہ پس تم مجھے دعا کی ابتدا اور درمیان  
 ولا تجعلونی فی آخرہ میں یاد کرو اور دعا کے آخر میں نہ  
 (مصنف عبد الرزاق، ۳۱۱۷) لے جاؤ۔

## ۱۱۔ آپ کے لیے مقام وسیلہ کی دعا پر اجر

۷۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ مانگا کرو  
 عرض کیا گیا وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا

اعلیٰ درجۃ فی الجنة لا ینالھا وسیلہ جنت میں ایک بلند درجہ  
 الارجل وارجلوان اکون اناھو ہے جو ایک ہی شخص کو ملے گا میں  
 (مسند احمد، ۳۶۵: ۲) امید کرتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی  
 ہوں گا۔

۷۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ  
 طلب کیا کرو۔



۷۹۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اذان سن کر دُعا و وسیلہ پڑھی قیامت کے روز اسے میری شفاعت حاصل ہوگی۔ (مسند احمد، ۳: ۲۵۴)

۸۰۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن سے اذان سنو تو اس کے ساتھ کلمات کو دہراؤ

لَعَلَّ صَلَواتِ عَلَیْ فَاِنَّهُ مِنْ صَلَی عَلَی پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو مجھ پر صلاۃ صلی اللہ علیہ عشرہ۔ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

پھر میرے لیے وسیلہ کی دُعا کرو، وہ جنت میں سب سے اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی منتخب بندے کو نصیب ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں جس نے بھی میرے لیے مقام وسیلہ کی دُعا کی اس کے لیے میری شفاعت ہے۔

۸۱۔ حضرت روفیع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی اذان سنی اور یہ دُعا کی

اللہم صل علی محمد وارضلہ اے اللہ حضور پر رحمتوں کا نزول القعد المقرب عندک وجبت فرما اور انہیں اپنے ہاں سب سے

فمن سألہا لی فی الدنیا کنت لہ پس جو میرے لیے دنیا میں مقام شاہداً او شفیعاً یوم القیامة وسیلہ طلب کرے گا میں بزرگوار (فضل الصلاۃ، ۳۸) اس کے لیے گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔

۸۲۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میرے لیے اللہ تعالیٰ وسیلہ مانگا کرو۔

فانہا منزلة فی الجنة لعبد من وہ جنت میں اللہ کے کسی بندے عباد اللہ وارجوان اکون اناھو کا مقام ہے اور میں امید کرتا ہوں من سألہا لی حلت لہ شفاعتی وہ میں ہی ہوں جس نے بھی میرے لیے اس کی دُعا کی اس کے لیے شفاعت ہے۔ (اعلم، ۲۸۴)

## ۱۲۔ اذان کے بعد دُعا و وسیلہ

۸۵۔ حضرت ابو درداد رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بعد یہ دُعا کرتے

اللہم رب هذه الدعوة التامة اس دعوت کاملہ اور نماز قائمہ والصلوة القائمة۔ صل علی محمد مانک سیدنا محمد پر رحمت کا نزول واعطه سؤلہ یوم القیامة۔ فرما اور قیامت کے دن اس کی



لہ شفاعتی۔ (مسند احمد ۳: ۱۰۸) بلند درجہ عطا فرما تو اس کے لیے شفاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

### ۱۳۔ مسجد میں آتے جاتے درود و سلام

۷۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہونے لگو فلیصل علی اور پڑھو

اللہم افتح لی ابواب رحمتک اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اور جب مسجد سے نکلنے لگو تو

فلیصل علی النبی اپنے نبی پر پھر درود پڑھو

اور یہ کہو اے اللہ

اعصمنا من الشیطان ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا (ابن ماجہ ۴۷۳)

### ۱۴۔ وضو اور درود و سلام

۸۰۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا وضوئین لہ یصل علی جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اس کا

(ابن ماجہ ۴۷۳) وضو نہیں۔

### ۱۵۔ کان کے سن ہونے پر درود

۸۱۔ حضرت ابو رافع اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کان سن ہو جائے تو فلیصل علی اور یہ کہے

اللہم بخیر من ذکرنی جو اللہ کو یاد کرتا ہے اُسے اللہ بہتر (المعجم الکبیر ۹۵۸) یاد فرماتا ہے۔

### ۱۶۔ دعا اور درود و سلام

۸۲۔ حضرت فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں حمد باری تعالیٰ اور درود و سلام کے بغیر دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا تُو نے جلدی کی ہے پھر بلا کر اُسے (ریقہ دعا تلقین فرمایا۔ (ابوداؤد، ۱۳۸۱)

### ۱۷۔ درود و سلام جھولنے والا جنت کا راستہ بھول گیا

۸۳۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:



من ذكرت عنده نفسي الصلاة  
خطي طريق الجنة يوم القيامة -  
(فضل الصلاة، ۳۱)  
نہیں کے پاس میرا ذکر ہوا اس نے  
درود نہ پڑھا وہ قیامت کے دن  
کارا ستہ مجھوںل جائے گا۔

## ۱۸۔ اجتماع اور درود و سلام

۸۴۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلساً لا يصلون  
على رسول الله الا كان عليهم  
حسرة وان دخلوا الجنة لما  
يرون من الثواب  
(فضل الصلاة، ۵۵)  
جو لوگ کسی بھی اجتماع سے بغیر درود و سلام پڑھے متفرق ہو جاتے ہیں اگر وہ جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر افسوس کرتے رہیں گے جب اس کا ثواب دیکھیں گے۔

۸۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلساً فاطلوا  
الجلوس ثم تفرقوا قبل ان يذكروا  
الله عز وجل او يصلوا على  
نبيهم الا كانت عليهم من الله  
جو لوگ کسی طویل مجلس و اجتماع سے ذکر الہی اور درود و سلام کے بغیر جدا ہو جائیں انہیں اس پر افسوس لگے گا کہ اللہ چاہے انہیں عذاب دے

لله ان شاء عذبه وان شاء  
عفو له - (البداء، ۳۸۵۵)  
یا انہیں معاف فرما دے۔

## ۱۹۔ غیر نبی کے لیے دعا

۸۶۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمارے ہاں تشریف آوری ہوئی تو فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ بھرا تھا اٹھا کر یہ دعا فرمائی

اللهم اجعل صلواتك ورحمتك  
على سعد بن عبادہ (البداء، ۵۱۸۵) کا نازل فرما۔

انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لیے دعا کی

اللهم صل على الانصار وعلى ذرية  
ذرية الانصار (طبرانی، ۸۹۰) در اولاد پر رحمتیں نازل فرما۔

۸۹۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ہے جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں مالی صدقہ پیش کرتا تو آپ اس کے لیے دعا فرماتے جب میں صدقہ لے کر حاضر ہوا تو یہ دعا دی۔

اللهم صل على ابی اوفی  
(مسند احمد، ۳۵۳۱، ۲)  
۹۰۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۹۱۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہے ہے جو لوگ مجلس سے جدا ہو گئے نہ انہوں نے وہاں اپنے اللہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے نبی پر درود سلام عرض کیا تو وہ مجلس روز قیامت پریشانی کا باعث بنے گی۔  
(المعجم الکبیر، ۷۷۵۱)

## حدیث تو سل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۱، میلاد شریعت گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام امت کے اہل علم نے یہ بیان کیا اور تسلیم کیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی ذات کا وسیلہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وسیلہ کی برکت سے ان کی توبہ قبول کی۔

امیہ مسلمہ نے حضور ﷺ کے جواز وسیلہ پر اس مبارک حدیث کو ہمیشہ بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مثلاً امام مالک رحمہ اللہ سے خلیفہ وقت منصور نے پوچھا میں روضہ نبوی پر حاضری دیتے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے دُعا کروں یا قبلہ کی طرف؟ تو انہوں نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی سے آگاہ کر دیتا ہوں اس کے بعد فیصلہ خود کر لینا کہ منہ کس طرف کرنا ہے، آپ ﷺ کی شان اقدس یہ ہے:

هو وسيلتك ووسيلة والدك آدم عليه السلام      آپ ﷺ تمہارے وسیلہ بلکہ تمہارے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہیں۔  
اس میں امام مالک رحمہ اللہ نے اسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس روایت سے اہل علم کا استدلال ہی واضح کر دیتا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور من گھڑت نہیں ورنہ امام مالک جیسے آئمہ دین اس سے استدلال نہ کرتے اور جس روایت سے ائمہ امت استدلال کریں گویا اس کی صحت پہ ان کا اتفاق ہے

### اہل بدعت کا انکار

ہمارے دور کے کچھ اہل بدعت نے اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور اپنی رائے و تحقیق کو تمام امت پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں بلکہ عوام ان چیزوں سے آگاہ نہیں لہذا وہ پریشان ہو جاتے ہیں آئے دن میری نظر سے ایسے مضامین گزر رہے جن میں اس حدیث کو من گھڑت قرار دینے پر ہی زور دیا گیا تھا

بعض احباب مثلاً الحاج شوکت علی سرپرست جامع مسجد شادمان نے بھی اس کا ذکر کیا اور اصل صورت حال اشکار کرنے کا بھی کہا کئی دفعہ سوچا کہ اس پر لکھوں گا اور واضح کروں گا کہ یہ روایت ہرگز ہرگز موضوع نہیں ہاں یہ ضعیف بلکہ حسن لغیرہ ہے جس سے استدلال بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ ائمہ کے آئمہ اس سے استدلال کرتے رہے مگر دیگر مصروفیات کی وجہ اس پر نہ لکھ سکا۔

کافی عرصہ پہلے سے عظیم محدث امام عبداللہ صدیق الغماری (م۔ ۱۴۱۳ھ) کی اس روایت پر علمی تحقیق مطالعہ میں تھی اب یہی سوچا کہ اس کا ترجمہ کر دیا جائے تاکہ اہل علم کو اس پر مواد فراہم ہو جائے، انہی کے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید مدوح نے اپنی دفع المندارہ فی تخریج التوسل والذیارة میں بھی اس روایت پر گفتگو کی ہے مگر وہ مختصر ہے لیکن امام غماری کی گفتگو تفصیلی ہے جو ان کی کتاب الرد المصحح المعین علی کتاب القول المبین کے ص ۱۲۲ تا ۱۳۱ تک پھیلی ہوئی ہے آئیے ان کی علمی تحقیق کا مطالعہ کرتے ہیں:

### متعصب کا شبہ

متعصب مکر وسیلہ کہتا ہے کہ امام حاکم، ابن حبان، اور صاحب الدر المنثور (امام سیوطی) نے ارشاد الہی فتعلیٰ آدم من ربہ کلمات کی تفسیر میں حضرت عبدالرحمن بن زید نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے کھالیا، انہوں نے نگاہ اٹھائی تو باب جنت پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو عرض کیا:

اللہم انی توسل الیک بمحمد وال محمد اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حضرت محمد ﷺ والا مغفرت لی اور آل محمد ﷺ کو وسیلہ بناؤ ہوں تاکہ تو مجھے معاف کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یہ آدم من ابن علیمت بمعہد حتی اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حتی کہ ان کے وسیلہ سے تم نے دعا کی؟ عرض کیا میں نے نظر اٹھائی تو جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی نام کو ملایا ہے جو تجھے سب سے زیادہ محبوب نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان مغفرت لك میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

اس روایت سے سات کتب حدیث خالی ہیں، امام حاکم نے اپنی اس عادت (کہ وہ موضوع احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں) کے مطابق اسے بھی صحیح قرار دے دیا

### پند امور کا تذکرہ

میں کہتا ہوں مخالف کی گفتگو میں ان امور کا تذکرہ ہے۔

### امراؤل: ابن حبان کی طرف نسبت غلط ہے

اس نے حدیث کی نسبت امام ابن حبان کی طرف کی ہے حالانکہ یہ نسبت غلط ہے کیونکہ امام ابن حبان نے اس روایت کو نقل نہیں کیا نہ صحیح میں نہ ثقات میں اور نہ ضعیفاء میں۔ البتہ امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں، امام حاکم نے مستدرک، امام بیہقی اور امام ابوالفیم دونوں نے دلائل النبوة اور امام ابن عساکر نے اسے تاریخ میں نقل کیا ہے:

### امریثانی: امام سیوطی راوی نہیں

صاحب الدر المنثور کی طرف روایت حدیث کی نسبت کرنا بھی مخالف کے لہایت غبی ہونے اور انتہائی جہالت کا پتہ دے رہا ہے اس لئے کہ صاحب الدر المنثور اگرچہ حفاظ حدیث بلکہ ائمۃ الحفاظ میں ہیں لیکن وہ اسانید کے ساتھ حدیث روایت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں مثلاً امام بخاری، امام ابن حبان، ابوالفیم،



ابن عساکر اور ابن نجار، کیونکہ جہاں سیوطی کا زمانہ ان محدثین سے متاخر ہے اور ان کے وقت سے پہلے کتنی مدت روایت ہالا سناد کا انقطاع ہو چکا ہے جس طرح کتب مصطلح الحدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہے وجہ مذکور کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام سیوطی نے الدر المنثور اور الجامع الصغیر میں روایت کیا ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حدیث نقل کی ہے۔

### اخراج اور خرج میں فرق:

محدثین کی اصطلاح کی بنا پر اخراج اور خرج میں فرق ہے وہ پہلے لفظ کو سند بیان کرنے والے اور دوسرے کو سند بیان کرنے والے کی طرف حدیث کی نسبت کرنے والے کے لئے استعمال کرتے ہیں وہ کہیں گے اخريج الطبرانی والدیلمی حدیث کذا۔ خرج ابن حجر اوالمسوطی یعنی روایت کرنے والوں کی طرف انہوں نے نسبت کی ہے

بعض محدثین نے خرج بمعنی اخريج استعمال کیا ہے حافظ ابن رجب نے اپنی کتب میں اسی اصطلاح کو اپنایا ہے۔ لیکن اخريج (روایت کیا) کو خرج (نقل کیا) کی جگہ کسی محدث نے ذکر نہیں کیا بلکہ یہ صریح جہالت ہے ایسی بات اس متعصب جیسے لوگوں سے ہی صادر ہو سکتی ہے۔ وبالله التوفیق

### امر ثالث: لفظ جد ہضم کر لیا

اس نے سند یوں بیان کی۔

عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن ابيه عن عمر۔

یہ نہایت واضح لفظی ہے کیونکہ عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جیسے المسند رک اور دیگر کتب میں ہے لیکن مگر جد (دادا) کا لفظ ہضم کر گیا۔

### امر رابع: الفاظ حدیث میں کی بیشی

اس نے الفاظ حدیث میں کی بیشی کر دی، ہم اصل کے مطابق حدیث ذکر کیے اسے ہیں تاکہ اس کی تحریف کا ازالہ کیا جاسکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خلا برز ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

يا رب اسالك بحق محمد لما غفرت لي اے میرے رب میں محمد کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں مجھے تو معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کف عرفت محمداً ولم اخلقه؟ تم نے انہیں کیسے پہچانا حالانکہ میں نے اسے پیدا نہیں کیا۔

عرض کیا جب تو نے اپنے دست اقدس سے مجھے پیدا کر کے میرے اندر اپنی طرف سے روح پھونکی تو میں نے سراٹھایا تو

لو ايت على قوائم العرش مكتوباً لا اله الا الله محمد رسول الله تو میں نے عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله۔

تو میں نے پہچان لیا کہ

لن نصف الي اسمك الا احب الخلق اليك تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ملایا ہے جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صليت يا آدم انا احب الخلق الي اے آدم تو نے سچ کہا ہے یہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

تو نے ان کا وسیلہ دیا ہے



فقد عرفت لك ولو لا محمد ما خلقتك میں نے تجھے معاف کر دیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ وہ تمہاری اولاد میں آخری نبی ہو گئے

الفاظ حدیث تمہارے سامنے ہیں اس سے منکر کے الفاظ کا موازنہ کر لیجئے ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے:

امر خامس: یہ کہنا کہ اس حدیث سے سات کتب خالی ہیں اور امام حاکم کا عادت کے مطابق موضوع کو صحیح قرار دینا ظاہر ہے۔

اس ضدی کی گفتگو نہایت واضح کر رہی ہے کہ صحیح حدیث اور وضع حدیث میں فرق فقط یہ ہے کہ اس کا وجود ان کتب میں ہے یا اس کا وجود ان میں نہیں کیونکہ اس نے اس حدیث کے موضوع ہونے کو اس پر مرتب کیا ہے امام حاکم نے اسے لاپرواہی سے صحیح کہا اور اس سے یہ دروازہ کھل جائے گا کہ جس حدیث سے کتب سبھ خالی ہیں وہ موضوع و من گھڑت ہوگی۔ اگر اس کے ہاں اس علامت کے برعکس ہو جائے گا اور اس کا منقح ہونا اس کی عقل فاسد سے بعید بھی نہیں تو اس سے لازم آئے گا کہ جو حدیث ان سات کتب میں موجود ہے وہ موضوع نہیں ہوگی، اس منحوس طائفہ نے محدثین سے اختلافات میں یہی راستہ اختیار کیا ہے اگرچہ حدیث کے لئے کثیر طرق ہوں نہ عقل اس کے موافق ہے اور نہ ہی نقل جیسا کہ ہم نے ابتدا کتاب میں اس پر تنبیہ کی ہے لیکن علماء محدثین، اصولیین اور فقہاء کے طریق پر بطور طرد و نکس یہ مذکور علامت قاعدہ ہے بلکہ اس کا مدار ان کے ہاں شرائط قبولیت کا پایا جانا یا نہ پایا جانا ہے تو جس حدیث میں شرائط قبولیت ہوگی وہ صحیح ہوگی ورنہ صحیح نہ ہوگی خواہ وہ سات کتب میں موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ اسی قاعدہ کی تائید عقل کرتا ہے جو عقلی نہیں کیونکہ وضع حدیث اور سات کتب کے اس سے خالی ہونے میں کوئی تلازم نہیں مگر اس کے دماغ میں جو اس متعصب جیسا دماغ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ کی ہی توفیق دے

### امر سادس: امام حاکم پر حملہ

اس متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع احادیث کو لاپرواہی اور عدم تنجیدگی کی وجہ سے صحیح قرار دیتے ہیں، اس کو بڑی جسارت ہے اور یہ اس بات کا مستحق ہے کہ ہم اس کی زبان کھینچ لیں تاکہ یہ امت کے برگزیدہ علماء کے بارے میں ایسے بکواس نہ کر سکے کیونکہ امام حاکم امت کے جلیل عالم، حافظ کبیر، ان کے صدق و عدالت، علم حدیث کی معرفت اور اس میں تقدم اور امامت پر امت کا اجماع ہے جس کا حافظ ذہبی اور دیگر ان بھی شان والے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ اس پر یہ دلیل ہی کافی ہے کہ حافظ بیہقی ان کے شاگرد اور تلمیذ میں اور اپنی کتب میں اکثر انہی سے روایت کیا ہے اور ان کا اسم گرامی ابو عبد اللہ حافظ لکھتے ہیں اگر وہ عدم تنجیدگی کی وجہ سے موضوع احادیث کو صحیح قرار دیا کرتے تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اگر انہیں ایسا کہنا درست اور ان سے یہ ثابت ہوتا تو پھر ان کے فسق و جہالت پر اجماع ہوتا کیونکہ انہوں نے دانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کی حالانکہ ایسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام انکار کرتے ہیں۔

بندہ محسوس کرتا ہے کہ یہ متعصب اس خیال میں ہے کہ وہ ایسے اوباش لوگوں کے درمیان ہے جو طوطے کی طرح کسی کی تحقیق پر اسے گالی دے اور اس پر لعنت کرے تو یہ سب دشتم اور لعنت کرنے والا ہے تو اس نے امام حاکم کے حق میں ایسی جسارت کا ارتکاب کیا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے امام کبیر اور سنت نبوی ﷺ کے ایک حافظ پر ظلمناک حملہ کیا کیونکہ امت میں اگر متعصب جیسا کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ مستدرک جیسی کتاب لانے سے عاجز ہوگا اگرچہ لوگ ایک دوسرے سے معاون بن جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے ہدایت کی توفیق دے۔ آمین

### امر سابع: حافظ ابن حجر کی تحقیق

اس کا یہ دعویٰ بھی بڑی جہالت ہے کہ امام حاکم موضوعات کو صحیح قرار دینے میں



سنجیدہ نہیں حافظ ابن ابی حجر نے امام موصوف کی طرف اس تسامیٰ کی نسبت کی تحقیق کی ہے جو معروف اور متداول کتب مصطلحات میں مذکور ہے۔

### امام سیوطی کی گفتگو

امام سیوطی نے تدریب الراوی میں المسد رک اور اس کے مصنف کے تسامیٰ لکھا کہ انہوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور وہ اس کی تنقیح کا ارادہ رکھتے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اور لکھا۔

میں نے المسد رک کے چھ اجزاء میں سے تقریباً دوسرے جز کے نصف کے قریب تک امام حاکم کی املا پائی ہے اور لکھا:

اس کے علاوہ کتاب ان سے بطور اجازہ حاصل ہے اور لکھا:

املا شدہ حصہ میں باقی حصہ کی نسبت تسامیٰ بہت کم ہے۔

تم نے دیکھا حافظ موصوف نے یہ حقیقت اشکار کر دی کہ تسامیٰ کا سبب تنقیح کتاب سے پہلے امام حاکم کا وصال کر جانا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کر دی کہ املا والے اور تنقیح کردہ حصہ میں بہت ہی کم تسامیٰ ہے یہاں اس مشہور و شعر کا ذکر خوب رہے گا۔

اذا قلت حزامه فصدقوها فان القول ما قلت حذام  
اس تحقیق کے بعد کوئی بھی امام حاکم کی طرف تسامیٰ یا لاپرواہی کی نسبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا مگر وہ جو اس متعصب کی طرح جہالت کے گڑھے میں گرا ہوا ہو۔  
وبالله التوفیق۔

### امر ثامن

متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع روایات کو صحیح قرار دینے میں لاپرواہی برتتے ہیں یہ باطل، ہولناک اور لغو بات ہے جو دفع نہیں یہ اس لئے کہ مستدرک میں تمام موضوع روایات جو تقریباً سو ہیں جنہیں حافظ ذہبی نے خاص جز میں جمع کر دیا ہے جس کا حافظ سیوطی نے ذکر کیا، بلاشبہ یہ تعداد کتاب کی ضخامت اور اس میں کثیر روایات کی نسبت

کم ٹھہری بلکہ مستدرک کی تخلیص کرنے والے حافظ ذہبی نے اپنی اسی تحقیق میں لکھا کہ مستدرک میں احادیث ضعیفہ اور موضوع کتاب کا چوتھائی اور باقی تین حصوں کی تمام احادیث صحیح ہیں وہ بخاری شریف کی یا بخاری و مسلم میں سے کسی ایک کی شرائط پر ہیں یا کسی اگرچہ ان میں سے کسی کے شرائط پر نہیں ہیں۔

حافظ سیوطی نے تدریب میں لکھا:

امام ابوسعید مالینی کہتے ہیں۔

میں نے امام حاکم کی تصنیف المسد رک کا اول و آخر مطالعہ کیا تو میں نے اس میں کوئی ایسی ایک حدیث نہیں پائی جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہو۔

اس پر امام ذہبی کہتے ہیں:

هذا لسراف وغلو من العالمی  
یہ مالینی کا غلو اور زیادتی ہے۔

ورنہ اس میں بیشتر احادیث بخاری و مسلم کی شرائط پر اور بیشتر ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کا مجموعہ نصف کتاب بن جاتا ہے، اس میں چوتھائی احادیث کی اسناد صحیح اور ان میں بعض شی ہے اور باقی چوتھائی تقریباً مناکیر اور کمزور ہیں جو کچھ نہیں اس میں بعض موضوعات ہیں،

یہ علمی تحقیق ہے جو اطلاع و معرفت پر مبنی ہے یہ اعلان ہے کہ مستدرک میں کثیر احادیث صحیح کی نسبت ضعیف بہت ہی کم ہیں اور آپ جان چکے کہ موضوع احادیث بہت ہی کم ہیں اور یہ تمام اس متعصب کے کذب اور جہالت پر بہت ہی واضح دلیل ہے۔

وبالله التوفیق۔

پھر متعصب نے لکھا:

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں لکھا:  
ابن آدمی نے امام شافعی کی موجودگی میں امام مالک سے عبدالرحمن بن زید کے بارے میں پوچھا جو اس حدیث کی سند کا مدار ہے یعنی ان کے علاوہ کسی طریق سے سہرو دی نہیں۔



امام مالک نے فرمایا: جب تم پر احادیث کے اسناد میں اشکال ہو تو عبدالرحمن بن زید کے پاس اسے لے جاؤ تو وہ اپنے والد وہ اپنے جد اور حضرت نوح علیہ السلام سے بیان کرتا ہے اور یہ بات کسی اسناد کی تکذیب کے لیے نہایت موثر ہے۔

امام مالک نے یہ بھی فرمایا:

یہ مناکیر روایات لاتا ہے انہوں نے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔

جس طرح امام مالک نے ان کی خوب تکذیب کی ہے اسی طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ حدیث نے بھی ان کی تکذیب کی ہے۔

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے روایان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اہل علم میں سے کسی نے بھی عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔

حافظ ذہبی نے مستدرک حاکم کی تعلیق جلد ۲ ص ۶۱۵ سطر سات ۹۵ میں لکھا:

امام حاکم نے روایت کو صحیح کہا بلکہ یہ موضوع ہے اس کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے اس نے اسے مجہول سے روایت کیا۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید کو خوب و شدید کفر قرار دیا اور ان پر طعن کے لیے ائمہ سے نقل کیا جو کچھ ہم نے نقل کیا یہ بہت کم ہے جو اس سے اضافہ چاہتا ہے وہ ان کا کلام پڑھے۔

## قابل توجہ چند امور

### امراؤل:

امام مالک سے منقول حکایت میں رد و بدل کر دیا گیا، صواب و درست وہ ہے جس کا میزان اور دیگر کتب نے ذکر کیا کہ:

ایک آدمی نے امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی فرمایا یہ حدیث کس نے بیان کی

تو اس نے منقطع سند بیان کی تو امام مالک نے فرمایا تم عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے پاس جاؤ وہ تمہیں اپنے والد اور حضرت آدم علیہ السلام کے حوالہ سے حدیث بیان کریں گے

### امر ثانی

یہ حکایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی تکذیب پر دلیل نہیں بن سکتی جیسے اس ہٹ دھرم کا گمان ہے اور یہ اپنے اس گمان میں کاذب اور مجہول ہے۔

اس حکایت کا معنی یہ ہے کہ امام مالک عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو حدیث میں ممکن نہیں جانتے اور یہ غفلت اور عدم اتقان میں یہاں تک ہیں کہ وہ متون کو ایسی منقطع

سند سے روایت کر دیتے ہیں جن میں انقطاع نہایت ہی ظاہر ہے اور اس میں یہ امتیاز نہیں کرتے کہ اس میں سے کون صحیح ہے اور کون صحیح نہیں۔ عبارت مذکورہ سے امام مالک کی

بھی مراد ہے اور اس کے علاوہ معنی درست نہیں۔

اس پر پہلی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمن بن زید کی کسی نے کذب کی طرف نسبت نہیں کی نہ امام مالک نے ایسا کیا اور نہ ہی نہ ایسا کسی دوسرے امام نے کیا ہے بلکہ اہل علم نے انہیں عابد و زاہد قرار دیا ہے جیسا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آ رہا ہے۔

### دوسری دلیل

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خالد بن خراش نے بیان کیا ہے کہ مجھے داور دی، معن اور اہل مدینہ کے اکثر علماء نے کہا کہ عبدالرحمن کے پاس نہ جاؤ وہ نہیں جانتے کہ وہ

کیا کہہ رہے ہیں لیکن ان کے بھائی عبداللہ کے پاس جاؤ۔

یہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ عبدالرحمن اپنے شہر کے لوگوں کے ہاں ہماری مذکورہ بات غفلت اور عدم اتقان میں معروف تھے۔ بلاشبہ امام مالک مدینہ طیبہ میں رہتے تھے اور

ممکن ہے وہ ان میں شامل ہوں جنہوں نے خالد بن خراش کی رہنمائی کی جیسا کہ ان کا قول اکثر اہل مدینہ کا ظاہر بنا رہا ہے تو متعین ہو گیا کہ ان کی سابقہ عبارت سے وہ ہی مراد ہے جو کہ ہم نے ذکر کیا نہ کہ وہ جیسے اس ہٹ دھرم نے سمجھا۔



## امر ثالث

اس ضدی کے یہ الفاظ کہ

امام مالک رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ مناکیر احادیث روایت کرتا ہے انہوں نے کشتی نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ اس ضدی کا صراحۃً جھوٹ ہے امام مالک نے ایسی گفتگو ہرگز نہیں کی اور نہ حافظ ابن حجر نے اسے تہذیب المعذیب میں نقل کیا جس سے اس ضدی نے نقل کیا ہے اور اس کا ذکر ذہبی نے میزان میں بھی نہیں کیا بلکہ ہم ایسی کوئی شے کتب رجال میں نہیں جانتے جیسے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے واضح ہو جائے گا۔

## امر رابع

اس ضدی کا کہنا کہ

امام مالک نے اس کی خوب تکذیب کی اور اس طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور عام آئمہ محدثین نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے نہ امام مالک نے عبدالرحمن کو کاذب کہا اور نہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور نہ آئمہ حدیث میں اسے کسی نے کہا چہ جائیکہ وہ تمام ایسی بات کہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

## امر خامس

اس متعصب کا یہ کہنا

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم کسی اہل علم کو نہیں جانتے کہ اس نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ حافظ عبدالحق نے اس حدیث پر گفتگو ہی نہیں کی اور نہ ہی اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ اس ضدی نے خود گڑھا تا کہ اپنے مذہب کو پختہ کرے اور اگر ضدی یہ کہنے کا ارادہ رکھتا ہے کہ عبدالحق نے کسی اور حدیث پر

گفتگو کی ہے جس کی سند میں عبدالرحمن بن زید ہے تو اس کی یہ عبارت اس کی تائید اور قاعدہ نہیں دیتی۔

## امر سادس

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حافظ عبدالحق سے جو اس نے نقل کیا یہ صحیح ہے۔ اگرچہ اس کا جھوٹا ہونا کئی طرح سے ثابت ہو چکا ہے لیکن اس سے عبدالرحمن بن زید کا کذاب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ان کی عبارت سے نہ بطور مطابقت نہ بطور تفسیم اور نہ بطور التزام بلکہ زیادہ سے زیادہ کلام حافظ عبدالحق (اگر صحیح ہو) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبدالرحمن ضعیف ہے اور ضعیف کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا جیسے کہ علم حدیث میں ثابت ہے لیکن کیا ضعیف، کذاب ہوتا ہے حالانکہ ان کے درمیان واضح فرق ہے۔

## امر سابع

پھر اس ضدی کے حافظ عبدالحق سے کلام نقل کرنے اور اس کے اس قدر مبالغہ کرنے سے کہ عبدالرحمن بن زید کی عام آئمہ محدثین نے تکذیب کی ہے یہ اشکار ہوا کہ یہ ضدی الفاظ جرح کا فہم نہیں رکھتا اور نہ ہی جرح کے مراتب میں فرق کر سکتا ہے جیسا کہ اس فن کے ماہرین کے ہاں معروف ہیں۔ اس لئے محدثین کے عبدالرحمن بن زید کو ضعیف کہنے سے ضدی یہ سمجھا کہ وہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور اسے وضاع کہہ رہے ہیں وہ نہیں جانتا کہ جرح کے مختلف درجات ہیں اور ان کا کسی راوی کے بارے میں یہ قول کہ وہ ضعیف ہے یا اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا ان کے اس قول سے کتنے مراحل و درجات سے زیادہ خفیف ہے کہ وہ اسے کذاب، وضاع اور جرح میں شدید ترین الفاظ استعمال کریں۔ ہماری اس گفتگو سے یہ برہان سامنے آیا کہ یہ ضدی شخص جاہل و خائن ہے اور علم نہیں رکھتا اور کسی شے کے نقل پر اہلین بھی نہیں اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے

اس نے یہ بھی لکھا کہ

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبد الرحمن بن زید کی خوب و شدید تضعیف کی ہے اور لکھا

ہم نے جو ان سے نقل کیا ہے یہ نہایت ہی کم اور تھوڑا ہے جو آدمی زیادہ ارادہ رکھتا ہو وہ ان کی طرف رجوع کرے۔

ہٹ دھرم کی یہ گفتگو کذب بیانی اور قلت حیا پر مشتمل ہے، کذب پر یوں کہ اس کا ہم نے ان سے اخف و کم جرح نقل کی ہے حالانکہ خود پہلے تہذیب التہذیب سے نقل کیا کہ امام مالک نے ان کی شدید تکذیب کی، اسی طرح امام شافعی، امام احمد اور اکثر آئمہ محدثین نے ان کو جھوٹا قرار دیا، جب یہ نقل کر دیا تو اپنے رب کی قسم کھا کر بتاؤ اس تکذیب سے اشد کون سی چیز ہے جو ان کے فتن اور عصیان پر مشتمل ہے؟

شاید اس کی اس سے مراد یہ ہے کہ صاحب تہذیب التہذیب نے آئمہ حدیث سے یہ بھی نقل کیا کہ انہوں نے عبد الرحمن کو کافر قرار دیتے ہوئے ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا لیکن بالحدیث معلوم ہے کہ ان سے ایسا کچھ بھی صادر نہیں ہوا تو واضح ہو گیا کہ ضعی، اخف کہنے میں کاذب ہے کیونکہ کذب سے اخف کچھ نہیں۔

ضعی کے کلام میں دوسرا کذب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا جو ہم نے اس کے بارے میں نقل کیا وہ اخف و کم ہے تھا اصرار رہا ہے کہ حافظ عبد الحق کی گفتگو بھی تہذیب التہذیب میں موجود ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں اس چھوٹے سے جملہ کو دیکھو جو بار بار کذب بیانی پر مشتمل ہے تو ہمارا یہ کہنا درست و حق ہے کہ یہ ہٹ دھرم جو اعم الکذب (کذب کے جامع کلمات) سے مزین ہے

قلت حیایوں ہے کہ لگتا ہے

جو اس سے زائد چاہتا ہے تو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے، اس نے

تہذیب التہذیب کا حوالہ دیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ کتاب پر مطلع شخص کے سامنے اس کی مزنی ہوگی اور اس کا جھوٹا ہونا واضح ہو جائے گا تو اس سے بڑھ کر بھی بے حیائی اور احمیت پن ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے ہی سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔

### امراض

اس متعصب نے عبد الرحمن بن زید کے حالات میں کذب بیانی سے کام لیا اور اسے تہذیب التہذیب کی طرف منسوب کیا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ وہاں سے الفاظ کتاب نقل کر دیں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے اور بات کھل کر سامنے آ جائے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ واللہ الموفق۔

حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں ان کے بارے میں یہ عبارت ہے۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی مولانا مدنی، یہ اپنے والد، ابن منکدر، صفوان بن سلیم اور ابو حازم بن سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن وہب، عبد الرزاق، وکیع، ولید بن مسلم، ابن عیینہ، عیسیٰ اعظمی، ہارون بن صالح الطحری، سعید بن علیہ سلمی، ابو مصعب زہیری، سوید بن سعید حدثانی، محمد بن عبید الحارثی عیسیٰ بن حماد، اور دیگر روایت کرتے ہیں اور اس سے مالک بن مغول اور یونس بن عیینہ روایت لیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ان سے بڑے ہیں اور زہیر بن محمد الحمصی اور مرحوم بن عبد الحزیز الطحری نے ان سے روایت لی حالانکہ یہ دونوں ان کے معاصر ہیں، ابو طالب نے احمد سے اس ضعیف نقل کیا، ابو حاتم کہتے ہیں میں نے امام احمد سے زید کی اولاد کے بارے میں سنا کہ تمہیں ان میں سے کوئی پسند ہے فرمایا، اسامہ، عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا عبد اللہ بن عبد الرحمن تو فرمایا یہ عبد اللہ کی مثل و برابر نہیں اور اس کا معاملہ تھوڑا سا ضعیف ہے، عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے والد گرامی کو عبد الرحمن کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سنا اور فرمایا اس نے یہ منکر حدیث روایت کی ہے



احلت لغا مہبتان و دمان۔ (ہمارے لئے دو اموات اور خون حلال کیے گئے ہیں)۔  
 نوٹ: یاد رہے یہ بھی روایت حسن ہے اور اس کے طرق پر آگاہی سے یہی معلوم و واضح ہے۔  
 عمرو بن علی (فلاس) کہتے ہیں میں نے عبد الرحمن بن مہدی کو ان سے حدیث  
 بیان کرتے سنا دوری نے ابن معین سے نقل کیا اور اس کی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی  
 امام بخاری اور امام ابو حاتم کہتے ہیں علی بن مدینی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بھی  
 کہا کہ میں عبد الرحمن سے حدیث بیان نہیں کرتا، عبد اللہ ان سے افضل ہیں، نسائی اسے  
 ضعیف کہتے ہیں، ابن عبد الجہم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا کہ ایک آدمی نے  
 امام مالک کے سامنے منقطع روایت بیان کی تو فرمایا عبد الرحمن بن زید کے پاس جاؤ وہ  
 تمہیں اپنے والد اور حضرت نوح علیہ السلام سے روایت بیان کریں گے۔

خالد بن خراش کا بیان ہے کہ واور دی، معن اور عام ائمہ اہل مدینہ نے کہا عبد  
 الرحمن کے پاس مت جاؤ وہ نہیں جانتے وہ کیا کہہ رہے ہیں ہاں ان کے بھائی عبد اللہ کے  
 پاس جایا کرو۔ ابو زرعد نے ضعیف کہا، ابو حاتم کہتے ہیں حدیث میں تو قوی نہیں۔ داؤد  
 نہایت صالح مگر حدیث میں کمزور تھے۔ دوسرے مقام پر لکھا یہ مجھے ابن ابی الرجال سے  
 زیادہ پسند ہیں، ابن عدی کہتے ہیں ان سے احادیث حسان مروی ہیں لوگوں کا ان کے  
 بارے میں اختلاف ہے، بعض نے انہیں سچا و صادق قرار دیا مثلاً حضرت معن نے ان  
 سے احادیث لکھی ہے بخاری کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا کہ یہ ۱۸۲ ہجری  
 میں فوت ہوئے ہیں۔

میں کہتا ہوں، ابن حبان کہتے ہیں یہ روایات میں قلب سے کام لیتے ہیں اور اس کا  
 علم نہیں رکھتے حتیٰ کہ ان کی روایات میں کثرت کے ساتھ مراہیل، مرفوع اور موقوف سند  
 ہو گئیں تو یہ ترک کے مستحق ٹھہرے، ابن سعد کہتے ہیں کثیر الحدیث اور بہت زیادہ ضعیف  
 ہیں، ابن خزمہ کا کہنا ہے کہ یہ ان میں سے نہیں جن کی حدیث سے اہل علم احتجاج کریں  
 کیونکہ ان کا حافظہ کم تھا ان کا شعبہ عبادت اور زہد ہے اور یہ ماہرین حدیث سے نہیں

ساجی کہتے ہیں ہمیں ربیع نے انہیں امام شافعی نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن  
 داؤد سے پوچھا گیا کہ تمہارے والد نے تمہارے دادا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے  
 ابراہیم بن زید کو ان کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دو نوافل پڑھے  
 کہہ گا، ہاں، ساجی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ حدیث کے ماہرین  
 نے ہاں ان کی حدیث نہایت ضعیف ہے، حربی نے کہا دیگر اس سے زیادہ ثقہ ہیں  
 حاکم اور ابو نعیم نے کہا یہ اپنے والد سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابن  
 حوری نے لکھا، اس کے ضعف پر علماء کا اجماع ہے۔

میں نے تہذیب الہندیہ سے من وعن نقل کر دیا ہے اس میں ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی  
 اس میں ان کے ضعیف ہونے پر کثیر نصوص ہیں مگر ایسی کوئی چیز نہیں جو عبد الرحمن کے  
 کاذب ہونے یا حدیث گھڑنے والا ہونے پر شاہد ہو بلکہ یہاں اس کے برعکس نصوص و  
 تصریحات ہیں جو اس کے صدق، صالحیت، عابد اور زاہد ہونا بتا رہی ہیں اور سوء حفظ اور  
 غلط کی وجہ سے اس میں ضعف ہے لیکن اس ضدی نے کیا بنا لیا؟ اور کیا کہہ دیا؟

جس حدیث ضعیف کے حوالہ سے امام شافعی نے اس کا ذکر کیا اس کا اس  
 مسئلہ سے تعلق ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کو عبد الرحمن نے اپنے والد اور دادا کے حوالہ  
 سے منقطع سند کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے دادا کے  
 درمیان طویل مسافت ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں اونٹ ہلاک ہو جائیں، بلاشبہ اس کثیر  
 انقطاع کے وقت کسی کاذب نے الفاظ وضع کیے اور عبد الرحمن بن زید تک پہنچی تو انہوں  
 نے سننے کے مطابق اسے بیان کر دیا اور اس میں انقطاع اور نکارت معنی تھا اسے وہ نہ  
 جان سکے جیسے وہ صالحین لوگ جو معرفت حدیث کم رکھتے ہیں وہ احادیث موضوع  
 روایت کر دیتے ہیں اس میں ان کی نیت صحیح ہوتی ہے اور ان کا ارادہ ہرگز وضع حدیث  
 کا نہیں ہوتا جیسا کہ اصطلاحات حدیث کی کتب میں ان کی مثالیں موجود ہیں۔ اگر عبد  
 الرحمن بن زید کشتی نوح علیہ السلام والی روایت کو ایسی سند متصل سے بیان کرتے جو شرط صحیح



عبد الرحمن بن زید بن اسلم (مخلاف جو ضعیفی نے ان کے حالات میں کذب اور نقل میں تحریف و تبدیلی سے کام لیا) فقط ضعیف ہیں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ ہیں

### اس پر دلیل

اس پر دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب المعجم میں ان کا تذکرہ کیا جو ابھی ہم نے اوپر وہاں سے نقل کیا انہوں نے تقریب المعجم میں بھی ان کا تذکرہ یوں لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی ضعیف، اٹھویں طبقہ سے ہیں ان کا وصال ۱۸۲ میں ہوا اور خطبہ تقریب میں انہوں نے لکھا۔

اس میں مذکور راویوں میں ہر شخص پر وہی حکم ہوگا جو ان کے بارے میں اصح اور وصف کے اعتبار سے نہایت معتدل ہوگا۔

ان دونوں تصریحات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصح حکم اور اعدل کے طور پر وصف عبد الرحمن کا فقط ضعیف ہونا ہے جسے ہم نے اوپر بیان کر دیا، تمہارے لئے حافظ ابن حجر کا حکم کافی ہے

کیونکہ عبارات کے احاطہ اور ان کے درمیان موازنہ کے بعد ہی انہوں نے یہ حکم جاری کیا ہے اور یہ اس فن کے باہر، اس کی عقل کے معالج اور اس کے لشکر کے امیر ہیں لہذا جو کہیں

گئے وہ سچ ہوگا اور جو حکم لکھیں گے وہ عدل ہوگا اس لئے خلاصہ تہذیب میں شیخ خزرجی نے فقط ان کے ضعیف ہونے پر اکتفا کیا اور لکھا عبد الرحمن بن زید بن اسلم مدنی اپنے والد

سے روایت لیتے ہیں اور ان سے کعب، ابن وہب، قتیبہ اور کافی حقوق نے روایت لی ہے، امام احمد، ابن مدینی، نسائی اور دیگر نے انہیں ضعیف کہا ۱۸۲ میں فوت ہوئے

تمہاری حیرانگی اور تعجب برابر ہونگے جب تم یہ جان لو گے کہ امام ذہبی نے بھی انہیں ضعیف ہی کہا ہے کیونکہ الخیر ان میں انہوں نے لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی مولا ہم مدنی، یہ اسامہ اور عبد اللہ کے بھائی ہیں، امام ابو

کے مطابق اور راوی ثقہ ہوتے پھر یہ انہی کا کام ہوتا اور انہی کو وضع کرنے والا قرار دیا جاتا نہ کہ کسی دوسرے کو جیسا کہ محدثین کے ہاں یہی ضابطہ ہے، لیکن یہ روایت منقطع سے مروی ہے تو اب یہ عقلمندی تو نہیں کہ انہیں اس کی وجہ سے وضاع کہہ دیا جائے بلکہ ان پر کوئی عیب نہیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سے غلط ہوئی اور نکارے معنی کے باوجود حدیث بیان کر دی۔

اسی طرح حاکم اور ابویہم کا کہنا کہ یہ اپنے والد سے احادیث موضوعہ نقل کرتا ہے کا معنی بھی یہ ہے کہ یہ انہیں روایت کر دیتے ہیں اور ان سے رواج پاتی

ہیں لیکن ان کی وضع کا ارادہ نہیں کرتے، ان کی عبارت اس مفہوم کی مفید ہے کیونکہ اگر ان کا ارادہ انہیں کاذب و وضاع قرار دینا ہوتا تو یوں کہتے وضع علیہ

احادیث (کہ وہ اپنے والد کے حوالہ سے احادیث وضع کر لیتا تھا) جیسا کہ علماء کا کسی کو کاذب و وضاع قرار دینے کا معروف طریقہ ہے۔

یہ اس پر ظاہر ہے جو کتب رجال کا مطالعہ اور اہل اصطلاح پر نظر رکھتا ہے جیسا حافظ منذری نے الترغیب والترہیب میں یہ حدیث بیان کی

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو

تو اس کے بعد لکھا اسے امام ابن ماجہ نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا اور ان کی توثیق کی گئی ہے امام ابن عدی کہتے ہیں ان کی احادیث، حسان ہیں

اس میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے ان کی تصدیق کی اور حضرت معن ہیں جنہوں نے ان سے احادیث لکھیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کسی محدث نے عبد الرحمن بن زید کو جھوٹا قرار نہیں دیا، فقط اس ہٹ دھرم نے انہیں جھوٹا قرار دیا اور انہیں جھوٹا قرار دینے کا پورا پورا

بدلہ اسی کو حاصل ہوگا



یعنی الموصلی کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا زید بن اسلم کے بیٹوں کی کمال حیثیت نہیں، عثمان الدارمی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، زید کے بیٹے ضعیف ہیں، بخاری نے کہا علی نے عبد الرحمن کو بہت ہی ضعیف قرار دیا ہے، نسائی نے ضعیف کہا، امام احمد نے کہا عبد اللہ ثقہ اور دوسرے بھائی ضعیف ہیں، اس کے بعد اس سے احادیث ذکر کیں ان میں کشتی نوح والی حدیث بھی ہے اور اسے اسلم کے حوالے سے بطور موقوف ذکر کیا نہ کہ بطور مرفوع

جو واضح کر رہا ہے کہ یہ روایت عبد الرحمن سے بطور مرفوع ثابت نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ اسلم نے اسے اسرائیلیات سے ذکر کیا کیونکہ اس میں مناکیر کا کثیر حصہ ہے۔ یہ میزان کی عبارت کا حاصل ہے یہ عبارت بھی اسے ضعیف سے زیادہ بکر قرار نہیں دے رہی جیسا کہ حافظ ابن حجر کا حکم و فیصلہ اوپر آچکا ہے۔ وبالله التوفیق۔

### گیارہواں امر

اس نے کلام ذہبی سے نقل کیا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے زیر بحث روایت کو مجہول سے روایت کیا لیکن یہ امام ذہبی کی طرف کذب اور ان کے کلام میں تحریف ہے۔

امام ذہبی ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے والد سے روایت کیا ہے اور ان کے والد گرامی زید، معروف ثقہ راویان حدیث میں سے ہے۔

اللہ کی قسم متعصب کا یہ جھوٹ نہایت واضح ہے اور یہ ایسے ہی بندے سے صادر ہو سکتا ہے عنقریب ذہبی کی پوری عبارت سامنے آجائے گی تاکہ اس کے مطالعہ سے انہوں کو قول ثابت ہو جائے گا انشاء اللہ۔

### بارہواں امر

حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں اگرچہ اس ضدی نے حافظ ابن حجر کی گفتگو میں تہدیلی، غلط مفہوم، کذب بیانی اور تحریف سے کام لیا ہے اگر آپ ہماری

گفتگو کی صحت پر دلیل کا شوق رکھتے ہیں تو اچھی طرح متوجہ ہو کر ہماری گفتگو سنو کیونکہ یہ دوا اور تریاق ہے اور یہ وہ تمام محو کردے گی جو اس ضدی کی جہالت، کم عقلی، کذب جالی اور بے وقوفی کی وجہ سے تمہارے قلب و عقل کو بیماری عارض ہوئی ہے

واللہ الموفق لا ریب غیرہ  
امام حاکم نے یہ روایت اپنی سند سے یوں بیان کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی تو انہوں نے یوں دعا کی:

یا رب اسئلك بحق محمد لعلی اے میرے رب میں تیری بارگاہ میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے  
اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے آدم علیہ السلام  
کیف عرفت محمدًا ولم اعلمہ  
تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جبکہ میں نے انہیں پیدا ہی نہیں کیا

عرض کیا میرے رب جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی طرف سے روح پھونکی، میں نے اپنا سراٹھایا

فراہمت علی قوائم العرش مکتوباً لا  
والہ الا اللہ محمد رسول اللہ  
تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اسلم تصف الی اسمک الاحب  
تو نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملایا ہے جو  
الخلق الیک  
تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تم نے سچ کہا  
والہ لا حب الخلق الی ادعی بحقہ فقد

غفرت لك ولو لا محمد ما خلقتك  
امام حاکم نے لکھا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور پہلی حدیث ہے جو میں نے عبد الرحمن بن



زید بن اسلم سے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

حافظ ذہبی نے ان کے اسے صحیح کہنے پر لکھا۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ موضوع ہے اور عبدالرحمن کزور ہے۔ حاکم نے کہا یہ پہلی روایت ہے جو میں نے ان سے کتاب میں ذکر کی ہے میں کہتا ہوں، اسے عبداللہ بن مسلم فہری نے روایت کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسماعیل بن مسلمہ سے روایت کرنے والے کون ہیں؟

میں کہتا ہوں ان دونوں جلیل حفاظ نے غلو سے کام لیا اور حدیث پر ایسا حکم دیا جو مسلم نہیں، انصاف یہ ہے کہ یہ حدیث نہ تو صحیح ہے جیسے امام حاکم نے کہا اور نہ یہ موضوع ہے جیسے ذہبی نے کہا۔

اس کا صحیح نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عبدالرحمن بن زید شرائط صحیح پر نہیں اترتے لیکن اس کے موضوع نہ ہونے پر چند دلائل ہیں۔

پہلی دلیل

عبدالرحمن بن زید نہ کاذب ہیں اور نہ ان پر ایسی کوئی تہمت ہے وہ فقط ضعیف ہیں، محدثین کا اصول یہ ہے کہ کسی حدیث کو فقط ایک یا دو دلدلوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے موضوع قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ وہاں ایسے قرائن کا ہونا بھی ضروری ہے جو اس کے موضوع ہونے پر دلیل ہوں مثلاً نکارت معنی یا حدیث کا ایسی احادیث کے مخالف ہونا جن کی صحت پر جزم ہو اور ان میں موافقت نہ ہو سکتی ہو یا اس طرح کے دیگر قرائن ہوں مگر اس روایت میں نہ نکارت معنی ہے اور نہ کسی حدیث کی مخالفت، اس میں نکارت کیسے ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے محبوب اپنے نبی ﷺ کو یہ عزت بخشے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے کہیں بلند ان گنت نعمتیں عطا کی ہیں مثلاً آپ کو اس وقت نبی بنایا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، تمام انبیاء و رسل ﷺ سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ ﷺ ان کی زندگی میں تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ کے معاون بن جائیں، شفاعت

نبی کا درجہ دیا جو کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو نہ ملا، اور دیگر شفاعات عطا کیں، آپ کا ذکر متصل یوں بلند کیا کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر کر دیا۔

جب حدیث میں نہ کوئی نکارت ہے اور نہ مخالفت تو یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے؟

دوسری دلیل

عبدالرحمن بن زید سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے یہ دلیل ہے کہ عبدالرحمن بن زید ضعف میں اس حد تک نہیں پہنچے کہ ان کی روایت موضوع ہو کیونکہ بڑی جامع ہونے کے باوجود اس میں امام احمد نے موضوع روایت نقل نہیں کی اگرچہ ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اس کی متعدد احادیث کو ذکر کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے ابن جوزی کا رد کیا اور امام احمد کا خوب دفاع کرتے ہوئے مکمل یہ کتاب لکھی القول المسند فی الذب عن المسند للامام احمد (مسند امام احمد کے دفاع میں اور صورت مقالہ) اس کے مقدمہ میں لکھا۔

وہ مصلوٰۃ کے بعد، میں نے چاہا ان اوراق میں ان احادیث کے بارے میں اپنا مطالعہ سامنے لاؤں جنہیں کچھ محدثین نے موضوع قرار دیا ہے حالانکہ وہ امام احمد بن محمد بن حنبل کی بڑی مشہور مسند میں ہیں جو کہ قدیم و جدید محدثین کے امام ہیں اور میرا ان عقلی گوشوں سے پردہ اٹھانا کوئی ایسی مصیبت نہیں جو دین و مروت کے خلاف ہو، بھگ اللہ، امت کے دفاع میں حمیت، جاہلیت کی حمیت کی طرح نہیں بلکہ یہ تو عظیم مصنف حدیث کا دفاع ہے جنہیں امت میں بحکیم و قبولیت حاصل ہے اور انہیں اپنا جہت میں امام بنایا جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اختلاف کے موقع پر انہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ”تقیل المنفعة بزوائد رجال الادبۃ“ میں لکھا۔

مسند احمد میں تین یا چار احادیث کے علاوہ کوئی ایسی حدیث نہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو ان میں سے حدیث عبدالرحمن بن عوف علیہ السلام بھی ہے کہ وہ جنت میں دھکا داخل ہو گئے۔

میں کہتا ہوں، القول المسند میں میں نے حدیث عبدالرحمن بن عوف علیہ السلام کے ایسے شواہد ذکر کیے ہیں کہ ان میں سے بعض کی سند قوی ہے



حافظ منذری نے الترغیب میں لکھا۔

اس کے لئے جماعت صحابہ سے طرق ہیں ان میں سب سے عمدہ بھی کلام سے خالی نہیں۔  
حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کثرت احادیث اور بیان میں مسند احمد کے برابر کوئی  
نہیں البتہ کثیر احادیث وہاں بھی روئے مکتی ہیں۔

الفرض مسند احمد کی حفاظت حدیث کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے تجرید زوائد مسند البزار میں لکھا۔

جب حدیث مسند احمد میں موجود ہو تو اسی پر طرح اکتفاء کر لیا جائے اسے دیگر مسانید کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

جب صورت حال یہی ہے تو امام احمد کا مسند "جس کا مقام و شان یہ ہے" میں علامہ الرحمن بن زید سے روایت لانا اس پر دلیل ہے کہ ان کی حدیث درجہ موضوع تک نہیں کر سکتی۔  
تیسری دلیل: حدیث توسل آدم علیہ السلام کو امام بیہقی نے دلائل البدوۃ میں ذکر کیا حالانکہ انہوں نے اپنے اوپر یہ التزام کر رکھا ہے کہ اس میں ایسی کوئی حدیث نہیں لائیں گے جس کا موضوع ہونا معلوم ہو جیسے اس پر حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے المصنوع کی کتاب التوحید میں تصریح کی ہے اور ابن جوزی کا رویا کہ انہوں نے ابن شاہین کے حوالہ سے منقولہ روایت کو موضوع قرار دیا جسے امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں وارد کیا ہے۔

چوتھی دلیل

امام بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل کے مقدمہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو بتا رہی ہے کہ اس کتاب میں منقول ان احادیث کو قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ ضعیف ہیں، ہم ان کی من و عن عبارت نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ہماری مذکورہ گفتگو کی صحت کا یقین ہو جائے۔

امام بیہقی دلائل النبوة کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ میں اس کتاب میں جو حدیث لاؤں گا تو میں اس کے بعد اس کی صحت کی طرف اشارہ کروں گا یا اسے بلا حکم چھوڑ دوں گا اور وہ اس طرح کے معاملہ میں

124

قول ہوگی، اگر ایسی روایت لاؤں گا جس میں کوئی ضعف ہے تو اس کے ضعف کی طرف اشارہ کروں گا اور دیگر احادیث پر اعتماد کروں گا کیونکہ متاخرین اہل علم نے معجزات اور دیگر اہل سنت میں کتب لکھیں ہیں وہ ان میں کثیر تعداد میں احادیث لائے ہیں، جن میں صحیح و سقیم، مشہور و غریب اور موضوع میں فرق و امتیاز نہیں کیا حتیٰ کہ جس کی نیت اچھی تھی اس کی احادیث کو قبولیت کا درجہ واحد دیا اور جس کی نیت بری تھی اس کی احادیث کو درجہ واحد دیتے ہوئے رد کر دیا میرا طریقہ اپنی اصول و فروع میں تصانیف میں یہ ہے کہ احادیث صحیح چھوڑ کر صحیح پر اکتفا کرتا ہوں اور صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کرتا ہوں تاکہ اہل سنت مطالعہ کرنے والا ان پر اعتماد کر کے بصیرت حاصل کر پائے اور اہل بدعت جس کا دل عدم قبول احادیث کی وجہ سے ٹیز ہا ہے اسے ان روایات سے اعتراض کا موقع نہ ملے جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا۔

جو آدمی میری کتب میں صحیح اور سقیم احادیث کے درمیان امتیاز سے آگاہ ہے اور توفیق الہی نے اس کی مدد کی ہے تو وہ میری مذکورہ بات کی تصدیق کرے گا اور جو اس پر غور و فکر نہیں کرے گا اور توفیق نے اس کی مدد نہ کی اسے میری یہ تفصیل کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ وہ کتنی ہو، اسے میری وضاحت مطمئن نہیں کر پائے گی اگرچہ کس قدر بلیغ و موثر ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

وما تغن الايات والتذرعن قوم لا  
 ایمان نہ لانے والوں کو آیات اور وعیدیں  
 دیتے ہیں (پ ۱۱، پ ۱۰۱) فائدہ نہیں دے سکتیں

(مقدمه دلائل النبوة، ۱۳۶، ۱۳۷)

امام باقری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت سے مراد وہ لوگ لئے ہیں جن کے دل  
میں قبولِ احادیث کی وجہ سے میڑھے ہو چکے۔

ہر جگہ، یہ ضدی اور اس کے ساتھی بھی ایسی کثیر احادیث فقط اس لئے رد کر



دیتے ہیں کہ وہ ان کی خواہشات کے مخالف ہیں اور قبول احادیث کے لئے ایسی شرائط قائم کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوگی جس کا بڑا اہمیت و کمال بیان ہماری اس کتاب کی ابتدا میں آچکا ہے۔

ان کے شیخ اور مبلغ شیخ رشید رضا مصری کے حوالہ سے مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ طہرین میں سے ایک نے انہیں یہ رائے دی کہ اس پر مستقل کتاب لکھیں وہ رائے یہ تھی کہ صرف قرآن ہی کافی ہے سنت کی قانون و تصریح میں کوئی ضرورت نہیں۔ شیخ موصوف نے اس طہرین سے اتفاق کیا، اگر ان کی یہ موافقت ثابت و درست ہے تو اس سے یہ دین سے الگ اور جماعت مسلمین سے خارج قرار پائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی و عافیت مانگتے ہیں۔ امام بیہقی نے دلائل کے مقدمہ کی مذکورہ منقولہ عبارت کے بعد لکھا۔

حمد و صلوة کے بعد، جب میں اللہ تعالیٰ کی مدد و حسن توفیق سے، اسماء و صفات، روایت ہادی تعالیٰ، ایمان، قدر، عذاب قبر، علامات قیامت، بعثت، نشور، میزان، حساب، صراط، حوض، شفاعت، جنت، دوزخ اور دیگر اصول کے بارے میں تخریج احادیث اور ان میں امتیاز سے فارغ ہوا تو میں نے ارادہ کیا اور مشیت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے کہ میں سیدنا نبی اکرم محمد ﷺ کے کچھ معجزات اور آپ کی نبوت کے دلائل جمع کروں تو میں نے ابتدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کی اور اپنے ارادے کی تکمیل کی مدد مانگی اسی طرح جو میں نے اپنی دیگر کتب میں شرط رکھی کہ صحیح پر اکتفا کروں گا اور سقیم نہیں لاؤں گا، معروف سے غریب نہیں لوں گا مگر جب اس کے بغیر صحیح اور معروف سے مراد واضح نہ ہو تو میں اسے لاؤں گا اور اعتماد کروں گا ان تمام پہ جنہیں اہل تواریح و مغازی نے صحیح یا معروف قرار دیا ہے (دلائل المجلد ۱۶-۶۹)

دلائل کے آخر میں باب ما یستدل بہ علی ان النبی ﷺ لم یرسٹخلف احدا بعینہ فی امر امتہ، میں اس کے بعد کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی حدیث نقل کی اور اشارہ کیا کہ یہ رغائب اور آداب میں طویل حدیث ہے اور لکھا یہ حدیث موضوع ہے میں نے ابتدا کتاب میں واضح کر دیا کہ میں اس میں ایسی حدیث نہیں لاؤں گا جسے میں موضوع جاننا ہوگا۔

(دلائل المجلد ۱۵-۲۲۹)

اس سے خصوصاً دلائل المجلد ۱۵ اور امام بیہقی کی دیگر کتب عموماً کی اہمیت اشکار ہو گئی کہ انہوں نے ان میں ہرگز کوئی موضوع روایت ذکر نہیں کیا البتہ ضعیف لا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا دوسرے محدثین پر اعتماد کرتے ہوئے صحیح لا کر تبصرہ نہیں کرتے یا ضعیف ذکر کردہ معاملہ میں مقبول ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا یا ان کے بیان کردہ دیگر کا ذکر ہے تو حدیث توسل آدم علیہ السلام کا دلائل میں لانا اور اس کا مقام سامنے ہے یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ موضوع نہیں

### پانچویں دلیل

امام بیہقی نے فظ حدیث کو ضعیف ہی قرار دیا ہے کیونکہ کتاب الدلائل کے باب ما جاء فی تحدت رسول اللہ ﷺ بنعمة ربہ عزوجل لقول اللہ تعالیٰ واما بنعمة ربک کے تحت روایت نقل کی کہ ہمیں ابو عبد اللہ حافظ نے لکھوایا اور پڑھ کر سنایا ہیں ابو سعید خدری بن محمد بن منصور العدل نے الما کردائی کہ ہمیں ابو الحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے کہا ہمیں ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم الطبری نے مصر میں بیان کیا۔ ابو الحسن کہتے ہیں یہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں اور کہا ہمیں اسماعیل بن مسلمہ نے انہیں عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد سے انہوں نے دادا سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ روایت بیان کی پھر لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اس طریق پر بیان کرنے میں منفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں یہ عبارت پرانے نسخہ صحیح سے ہے جس پر جمال یوسف بن عبد الحمادی، علامہ مغلطای اور حافظ سیوطی کے دستخط ہیں یہ امام بیہقی کی تصریح و نص ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا جو ہمارے دعویٰ کی ہی مؤید ہے واللہ التوفیق۔

### چھٹی دلیل

حدیث توسل آدم علیہ السلام کا شاہد موجود ہے جو اس کا مؤید ہے۔



امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں امام محمد بن علی بن حسین بن علی علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگی تو انہیں نہایت تکلیف پہنچی اور ان پر بہت عداوت ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے آکر کہا  
 هل ادلك على باب توبتك الذي  
 يعوب الله عليك منه  
 سے تمہاری توبہ قبول کرے گا

فرمایا اے جبریل علیہ السلام ضرور بتاؤ اور کہنے لگے۔

اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں تم اپنے رب سے مناجات کرتے ہو اس کی بزرگی و مدح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح سے بڑھ کر کوئی شے محبوب نہیں، فرمایا، جبریل میں کیا پڑھوں بتایا، یہ کہو

لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويموت وهو حسبى لا يموت ويبدل الخیر  
 کله وهو على كل شيء قدير  
 پھر اپنی غلطی پر معافی مانگو

سبحانك اللهم وبحمدك لا اله الا انت رب انسى ظلمت نفسي و عملت سوء فاغفر لي انه لا يغفر الذنوب الا انت اللهم انى اسالك بجاه محمد عبدك وكرامته عليك ان تغفر لي خطيئتي  
 اے اللہ تیری ذات پاک اور تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور غلط کیا مجھے معاف فرما دے۔ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا اے اللہ! میں تجھ سے تیرے خاص بندے محمد کے مقام مرتبہ جو ان کا تیرے ہاں ہے کے وسیلہ سے عرض کرتا ہوں میری خطا معاف فرما دے

تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم علیہ السلام تمہیں اس وظیفہ کی تعلیم کس نے دی؟ عرض کیا میرے رب جب تو نے میری اندر روح پھونکی میں کامل انسان بن گیا اور میں نے سننا دیکھنا، سمجھنا شروع کیا تو میں نے

وليت على ساق عرش مكتوبا بسم الله الرحمن الرحيم لا اله الا الله وحده لا شريك له محمد رسول الله  
 میں نے تیرے عرش کی ساق پر لکھا ہوا دیکھا اللہ کے نام سے جو رحمن الرحیم ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں محمد اللہ کے رسول  
 فلما علم ان علي اثر اسمك اسم ملك مقرب ولا نبي مرسل غير اسمہ  
 میں جب میں نے تیرے نام کے ساتھ کسی مقرب و لا نبی مرسل غیر اسمہ  
 علمت انه اكرم خلائك عليك ان کے نام کے نہ دیکھا تو میں نے جان لیا کہ تیرے ہاں سارے مخلوق سے یہ زیادہ معزز ہیں

فرمایا تم نے سچ کہا

وقد ثبت عليك و غفرت لك  
 میں نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کر دیا  
 امام محمد بن علی بن حسین سے مراد امام ابو جعفر باقر علیہ السلام ہیں جو ثقہ تابعی اور ان کے سر تاج ہیں آئمہ ستہ نے ان سے روایت لی یہ حضرت جابر، ابو سعید، ابن عمر اور دیگر صحابہ سے روایت لیتے ہیں

### ایک اور شاہد

پھر ہمیں اس کا ایک اور فرمان نبوی بطور شاہد بھی ملا ہے، امام ابن جوزی نے کتاب الوفاء فی فضائل المصطفیٰ میں بطریق ابو احسین بن بشران سے انہوں نے ابو جعفر محمد بن عمرو سے انہوں نے احمد بن اسحاق بن صالح سے ان سے محمد بن صالح نے ان سے محمد بن سنان الصوفی نے ان سے ابراہیم بن طهمان نے ان سے بدیل بن میسرہ نے ان سے عبد اللہ بن شفیق نے اور ان سے حضرت میسرہ علیہ السلام سے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ معنی کنت نبیاً یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے



فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان بنایا، عرش پیدا کیا

کتب علی ساق العرش محمد ساق عرش پر لکھا محمد اللہ کے رسول اللہ خاتم الانبیاء رسول اور آخری نبی ہیں

اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی اور حضرت آدم و حوا علیہ السلام کو فرمایا

کتب اسمی علی الابواب والأوراق تو میرا نام اس کے دروازوں، چٹوں، قیوں القباب والخیام و آدم بین الروح والجسد اور خیموں پر لکھا جبکہ ابھی آدم روح و جسم کے درمیان تھے

تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کیا تو

نظر الی العرش فرأی اسمی فاحسره اللہ عرش کی طرف نظر اٹھائی تو انہوں نے میرا نام دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا تو انہ سید ولدک تمہارے اولاد کے سربراہ ہیں

جب شیطان نے ان کو دھوکہ دیا۔

فلماوا استشفوا باسمی الیہ انہوں نے توبہ کی اور میرے نام کو شفیع بنایا

اس حدیث کی سند قوی ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری وغیرہ میں لکھا اور یہ حدیث عبد الرحمن بن زید کے لئے بہت ہی قوی شاہد ہے

اس باب میں امام ابو بکر اجری نے کتاب الشریعہ میں یوں نقل کیا۔

ہمیں ہارون بن یوسف التاجر نے ان سے مروان عثمانی نے ان سے ابو عثمان بن خالد از عبد الرحمن بن ابی الزناد از والد گرامی سے بیان کیا کہ وہ کلمات جن سے حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کی وہ یہ تھے

اللہ الی اسألت بحق محمد علیک اے اللہ میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری بارگاہ سے مانگتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مقام محمد ﷺ پر کیسے آگاہی ہوئی! عرض کیا

بارب رفعت رأسی فرأیت مکتوباً اے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے علی عرشک لا الہ الا اللہ محمد تمہارے عرش پر لکھا پایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد رسول اللہ فعلمت انہ اکرم خلقک اللہ کے رسول ہیں تو میں نے جان لیا کہ یہ تیری مخلوق میں سب سے معزز ہیں

اس اثر کو حدیث نبوی سے ملائیں تو یہ اسے نہایت قوت دے گا جو واضح ہے۔

حدیث کے الفاظ بلولہ یا آدم ما خلقتک کا شاہد خود امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہمیں علی بن حشاش العدل از ہرون بن العباس ہاشمی از عدل بن والی از عمرو بن اوس انصاری از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از سعید بن المسیب اور انہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف والی کی، اے عیسیٰ علیہ السلام

امن بمحمد وأمر من ادركه من امتك محمد پر ایمان لاؤ اور انہیں حکم دو جو تمہاری امت ہیں کہ ان پر ایمان لائیں اگر محمد نہ ولولہ ما خلقت الجنة والنار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فمسکن میں نے جب عرش پیدا کیا تو اس نے حرکت کی میں نے اس پر لکھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں تو عرش ٹھہر گیا امام حاکم نے لکھا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس پر ذہبی نے لکھا۔ میرے خیال میں یہ سعید سے موضوع ہے لیکن ذہبی کے اس متن پر کوئی دلیل نہیں لہذا اس کا اعتبار نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرے طریق سے فرمان نبوی منقول ہے،



امام دیلمی نے مسند فردوس میں لکھا۔

ہمیں ہمارے والد نے از ابو طالب بن علی بن الحسین از عبد اللہ بن ابراہیم از  
ابراہیم المزور از عبد اللہ بن اسحاق المدائنی از محمد بن بشار از عبید اللہ بن موسیٰ القرظی از  
بن جعفر بن سلیمان از عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس از والد از حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہما سے یہ فرمان نبوی ﷺ روایت کیا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور کہا  
ان اللہ یعول لولاک ما خلقت الجنة و اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے تو میں  
لولاک ما خلقت النار پیدا نہ کرتا اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ پیدا نہ کرتا  
عبد الصمد کو عقلی نے ضحیکہا اور کہا اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

الغرض عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی توسل آدم علیہ السلام کے بارے میں حدیث  
موضوع نہیں، حدیث کے قواعد و ضوابط اسے موضوع کہنے کی اجازت نہیں دیتے ان لوگوں  
کی بنا پر جن کا ذکر اوپر ہم نے کر دیا البتہ امام ذہبی کا اس میں اختلاف ہے اور ان میں  
کثیر شدت ہے جیسے امام حاکم میں کثیر تساہل ہے۔

صواب و درست یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی کمی کا ازالہ حضرت  
میسرة الفجر رضی اللہ عنہا کی روایت کر رہی ہے جو قوی حدیث ہے جیسے کہ اوپر ابھی گزرا ہے اور  
اس کی کمی کا ازالہ امام باقر اور دیگر فضلاء کے آثار سے بھی ہو رہا ہے۔

تو اس وجہ سے حدیث توسل حسن لغیرہ قرار پائے گی لہذا اس سے بلا ضرر  
استدلال و احتجاج کیا جاسکتا ہے۔

ایک اور بات پر تنبیہ

اس پر بھی تنبیہ نہایت ضروری ہے۔

اس حدیث کے بارے میں ذہبی کا یہ قول کہ اسے عبد اللہ بن مسلم فہری نے نقل  
کیا اور میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟ اگر ان کی غرض عبد اللہ بن مسلم کے مجہول ہونے کی وجہ  
سے حدیث میں علت بیان کرنا ہے تو سے علت بنانے کا کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ یہ حدیث  
عبد الرحمن بن زید سے معروف ہے علاوہ ازیں اس میں عبد اللہ بن مسلم فہری معروف ہیں

# ارض خدا ملکیتِ مصطفیٰ ﷺ

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاد شریعت گلشن رحمان ٹھوکر نواز بیک لاہور

042,5300353...03004407048



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو شانیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں دے دی گئی ہے اس میں آپ باذن الہی جتنا چاہیں کسی کو عطا فرمائیں، آپ ﷺ کی اس شان و فضیلت کو قرآن و سنت میں بڑے ہی واضح انداز میں آشکار کر دیا گیا ہے مثلاً ارشاد الہی ہے

لَا أُعْطِيكَ الْكَوْثَرَ

ہم نے آپ کو ساری کثرت عطا کر دی

یہاں کثرت کا ذکر تو ہے مگر اس کی تصریح و تعین نہیں کہ فلاں میں کثرت عطا کی ہے کیونکہ اگر کسی شے کا ذکر کر دیا جاتا تو کثرت محدود ہو جاتی لہذا عموم کی خاطر اس کا ذکر نہیں کیا اب مفہوم یہ ہوگا کہ انسان جس کا بھی تصور کرے مثلاً علم، کمال، حسن ظاہری و باطنی، اخلاق کاملہ، طاقت و قوت، ملکیت و تصرف اسی میں آپ ﷺ کو سب سے زیادہ کثرت ملی ہے مثلاً اختیارات لیجئے اس کائنات میں سب سے زیادہ اختیارات سرور عالم ﷺ کو حاصل ہیں اس لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کوثر کی تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے

الكوثر هو الخير الكثير كله

کوثر سے مراد تمام خیر میں کثرت ہے

علامہ محمد اشرف سیالوی تفسیر سورۃ الکوثر میں لکھتے ہیں

لفظ کوثر صفت ہے اور صفت کا تحقق و تعین بغیر موصوف کے نہیں ہو سکتا لہذا اگر کوئی موصوف مراد ہوتا تو لازماً اسے ذکر کر دیا جاتا جب کسی موصوف خاص کا ذکر نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر وصف کمال اور طلق حسن ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی ہے وہ کوثر ہے نہ نعمتیں کیت کے لحاظ سے محدود ہیں نہ عظمت و

شان اور رفعت مقام کے لحاظ سے احاطہ عقل میں آسکتی ہیں بلکہ موصوف کو حذف کران نعم ظاہرہ و باطنہ دنیویہ و اخرویہ اور روحانیہ و جسمانیہ کے عموم و شمول پر تنبیہ فرمادی اور ساری مخلوق کو بتادیا کہ میں نے اپنے محبوب کو ہر نعمت عطا فرمائی ہے اور ان نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی تم احاطہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کوڑ ہے لہذا تم سے کسی کا مرغ عقل وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کے سمند خیال کو وہاں تک رسائی ہے

(کوثر الخیرات: ۳۰۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو بتادیا کہ ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو سب سے زیادہ کثرت عطا کی مگر اس کا تعین نہیں فرمایا کہ کثرت کس میں ہے؟ مقصد یہ کہ انسان جس وصف و کمال کا بھی تصور کرے اسی میں حبیب ﷺ کو ہم نے کثرت عطا فرمائی ہے مثلاً علم دنیا و آخرت کی بات کرو تو رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر ان کا علم رکھتے ہیں تمام نعمتوں میں آپ ﷺ نے کثرت پائی ہے اور ان کے تقسیم کنندہ ہیں تو تسلیم کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں مولانا شبیر احمد عثمانی (ت: ۱۳۶۹) نے مذکورہ آیت کے تحت لکھا،

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کوڑ دے کر ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں عطا فرمادی ہیں

(تفسیر عثمانی: ۷۸۸)

حتیٰ کہ شیخ ابن تیمیہ (ت: ۷۲۸) نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

اتساراً ببرکۃ رسالۃ و بمن سفارۃ رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور سفارت کی سعادت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائی

(الصارم لمسلول: ۸۰)

دوسرے مقام پر لکھا

ليس في الارض مملكة قاطعة الابنوبة جو بھی زمین پر مملکت قائم ہے وہ نبوت کو اہر نبوة وان کل خیر فی الارض یا اثر نبوت سے قائم ہے کیونکہ زمین پر لمن اثار النبوات (ایضاً: ۲۵۰) ہر خیر نبوتوں کا ہی اثر ہے

اسی طرح شیخ ابن قیم (ت: ۷۵۱) نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے ان کل خیر نالہ امتہ فی الدنیا و تمام وہ خیر جو امت کو دنیا و آخرت میں ملی وہ الاخرة نالہ علی یدہ ﷺ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے ملی ہے

(زاد المعاد: ۳۶۴۰)

محتاج ہے ساری خدائی تیرے در کی

ایک اور مقام پر شیخ ابن قیم اس بات کو کھول کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر محتاج بنالیا تو ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا محتاج بنادیا

لما کمل الرسول ﷺ مقام جب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف الافتقار الی اللہ سبحانہ احوج شان محتاجی میں کامل ہو گئے تو تمام مخلوق کو الخلائق کلہم الیہ فی الدنیا اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں آپ کا محتاج والاخرة اما حاجتہم الیہ فی بنا دیا لوگوں کے لیے دنیا میں رسول اللہ ﷺ الدنیا فاشد من حاجتہم الی ﷺ کی ضرورت، کھانے پینے بلکہ ان الطعام و الشراب و النفس الذی سانسوں سے بھی زیادہ ہے جس سے بدنوں بہ حیاۃ ابدانہم و اما حاجتہم کی حیات ہے بدنوں کے لیے آخرت میں



اليه في الاخره فانهم رسول الله ﷺ کی ضرورت یوں ہے کہ  
يستشفعون بالرسول الى الله لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں رسولوں  
حتى ير بحهم من مقامهم کے ذریعے سفارش کروائیں گے تاکہ وہ تنگی  
فكلهم يتاخر عن الشفاعة کے مقام سے آرام پائیں تمام اس شفاعت  
فيشفع لهم وهو الذي يستفتح سے رک جائیں گے تو اس موقع پر حبیب  
لهم باب الجنة خدا ﷺ ہی شفاعت کریں گے اور یہی  
ذات ان کے لیے جنت کا دروازہ کھلوائے گی (الفوائد ۱۱۶)

### شرق وغرب کے جن وانس کی ذمہ داری

رسول اللہ ﷺ کے افضلیت پر امام رازی، سولہویں دلیل امام محمد بن  
علی حکیم ترمذی (ت ۲۱۰) کے حوالے سے یوں ذکر کرتے ہیں کہ اصول یہ ہے  
کہ ہر سربراہ کی ذمہ داری اس کی رعایا کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ کسی بستی کا  
سربراہ ہے تو اس بستی کے مطابق اس کی ذمہ داری اور بچت و ضروریات ہوں گی اور جو  
مشرق و مغرب کا بادشاہ ہوگا وہ اس بستی والے سے کہیں زیادہ اموال و ذخائر کا ضرورت  
مند ہوگا تو جب رسول صرف اپنی قوم تک آئے تو انہیں اس کے مطابق رموز توحید اور  
جو اہر معرفت عطا کیے تو جو شرق و غرب، انس و جن کا رسول بنا اس کے لیے ضروری تھا  
لا بد ان يعطى من المعرفة بقدر ما کہ اسے اس قدر معرفت دی جائے  
يمكنه ان يقوم بسعيه بامور اهل کہ جس سے اہل شرق و غرب کی تمام  
المشرق والمغرب امور میں ضروریات پوری کر سکیں

چونکہ حضور ﷺ کی نبوت دیگر انبیاء کی نسبت اس طرح ہے جیسے بستی کے مقابلہ میں  
تمام مشارق و مغارب

ولما كان كذلك لا جرم جب صورت حال یہ ہے تو لازم ہے کہ آپ ﷺ  
اعطى ﷺ من كنوز الحكمة کو حکمت و علم کا ایسے خزانے عطا کئے جائیں جو  
والعلم ما لم يعط احد قبله فلا آپ ﷺ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے لہذا  
جرم بلغ في العلم الى الحد آپ ﷺ علم کی اس حد پر پہنچے کہ کوئی انسان  
الذي لم يبلغه من البشر قال وہاں کا تصور نہ کر سکے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ  
تعالیٰ فی حقہ فاوحى الى عبده ﷺ کے حق میں فرمایا اس نے وحی کی اپنے  
ما اوحى وفي الفصاحة الى ان بندے کی طرف جو وحی کرنا تھی اسی طرح آپ  
قال او تيت جوامع الكلم ﷺ کی فصاحت و بیان کے حوالے سے فرمایا  
(مفاتيح الغیب ۱۳-۵۷) مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے

الفرض جس قدر ذمہ داری سیدنا محمد ﷺ کی ہے وہ کسی کی نہیں لہذا ہر علم و کمال اور  
اختیار میں آپ ﷺ کو ہر ایک سے اعلیٰ و افضل ماننا ضروری ہے خواہ وہ علم و کمال  
دینی ہو یا دنیوی

### احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اسی شان اور عطا ئے الہی کو متعدد احادیث میں  
بیان فرمایا ہے۔ چند ملاحظہ کیجئے  
۱۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

او تبت بمقالید الدنیا علی  
فرس ابلق (مسند احمد ۳۰۸-۳۰۹)  
کی گئی ہیں

امام نورالدین عینی (ت ۸۰۷) نے اس روایت کے بارے میں لکھا  
رواہ احمد و رجالہ رجال  
الصحيح (معجم الزوائد ۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶)  
راوی صحیح کے راوی ہیں

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے  
اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عنایات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

انسی اعطیت مفاطیح خزائن  
الارض وانی واللہ ما اخاف  
بعدي ان تشرکوا ولكن اخاف  
ان تنسا فسوا فيها  
(بخاری ۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰)

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
او تبت مفاطیح کل شئی  
ہر شے کی چابیاں مجھے عطا کر دی گئیں  
(مسند احمد ۳۰۳-۳۰۴) ہیں

۴۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
ان اللہ عزوجل زوی لی الارض  
رأیت مشارقها ومغاربها  
اللہ عزوجل نے زمین کو میرے لئے  
سمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے  
مشارق ومغارب کو دیکھ لیا  
(مسند احمد ۳۰۳-۳۰۴)

کی روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے

(دیکھیے مسلم ۳۹۰:۲، ترمذی ۲۰۰۲) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے  
الحی ارشادات عالیہ کی بنا پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی شان  
ہان کرتے ہوئے کہا کرتے

لوئی نیکم ﷺ مفاطیح کل شئی تمہارے نبی ﷺ کو ہر شے کی چابیاں عطا  
(مسند احمد ۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷) ہوئیں ہیں

۵۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر خطبہ  
ایچے ہوئے فرمایا

وانی قد اعطیت مفاطیح  
خزائن الارض (بخاری و مسلم)  
مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں  
عطا کر دی گئیں

شیخ الحدیث امام عبدالرؤف المناوی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں  
عص حبیبہ ﷺ باعطاء  
مفاطیح خزائن المواهب فلا  
یخرج منها شیء الا علی یدہ۔  
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے  
لئے نعمتوں کے خزانوں کی چابیاں مخصوص  
کر دی ہیں، اب کوئی شے بھی ان سے  
نہیں نکلی مگر آپ ﷺ کے ہاتھ سے  
(نیل القدر ۱: ۵۶۳)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین میں تصرفات سپرد کئے اور آپ ﷺ نے  
ما بزی کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید شفقت فرماتے ہوئے



فَعَوِضُ التَّنَصُّفِ فِي خِزَانَتَيْنِ اس کے عوض آسمانوں کے خزانوں کے  
السَّمَاءِ بَرْدُ الشَّمْسِ بَعْدَ غُرُوبِهَا وَ فِي تَرْفِ عِطَافِهَا مِثْلُ غُرُوبِهَا  
شَقُّ الْقَمَرِ وَ رَجْمُ النُّجُومِ وَ اخْتِرَاقُ بَعْدُ سُرُجِ كَالُوشَا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا  
السَّمَوَاتِ وَ حَبْسُ الْمَطَرِ وَ اِرْسَالُهُ سِتَارِوْنَ كَالْشَّيْطَانِ كَوْنُ لُغْنَا، آسمانوں کا  
وَ اِرْسَالُ الرِّيحِ وَ اِمْسَاكُهَا وَ پھٹنا، بارش کا برسنے اور رک جانا  
تَطْلِيلُ الْغَمَامِ وَ غَيْرُ ذَلِكَ مِنْ هَوَآءٍ كَالْجَنَّا وَ اِبْدَالُ كَالسَّيِّءِ كَرْمِ  
النَّخَوَارِقِ دِغْرِ خِلَافِ مَعْمُولِ چيزوں کا ظاہر ہونا

(فیض القدیر: ۱: ۱۳۸)

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
جامع کلمات سے نواز آگیا، رعب و بدبہ سے میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا  
اتیت بمفاتيح خزائن الارض مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر کے  
فوضعت فی یدی (مسلم: ۱: ۱۹۹) ہوئے میرے قبضہ میں دے دی گئیں  
امام ابن حجر مکی (ت: ۹۷۳) آپ ﷺ کی ان احادیث کی تشریح میں لکھتے ہیں  
انه ﷺ خليفة الله الذي جعل آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں تو اللہ تعالیٰ  
خزائین کرمہ و موائد نعمہ نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے سفر خوں  
طوع یدیدہ و تحت اراذلہ يعطی آپ ﷺ کے قبضہ اور ارادہ کے تحت کر دیئے  
منهما من يشاء و يمنع من يشاء ہیں آپ ﷺ میں سے جس کو چاہیں عطا  
(الجزء الحکم: ۳۲) فرمادیں جو جس سے چاہیں روک دیں

شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت: ۹۲۳) فرماتے ہیں

هو ﷺ خزانة السر و موضع آپ ﷺ رازوں کا خزانہ اور امور کے  
يعوذ الامر فلا ينفذ امر الامنه و نفاذ کا مرکز ہیں ہر معاملہ آپ ﷺ ہی  
لا ينفذ خیر الا عنه سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ سے  
(المواہب مع زرقاتی: ۳۳۱) ہی حاصل ہوتی ہے

۷۔ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت مدیحہ بن کعب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے میں رسول  
ﷺ کی رات کو خدمت کیا کرتا تھا ایک دن مجھے آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ربیعہ  
سل فقلت امالك مرا ففقت مانگو عرض کیا: میں آپ ﷺ سے جنت  
فی الجنة میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں

فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی۔۔؟ عرض کیا ”حضور یہی کافی ہے“ فرمایا ”کثرت سجود  
کے ساتھ اپنی ذات کے حوالے سے میری مدد کرو (مسلم: باب فضل السجود)  
اس فرمان نبوی نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامل اختیارات  
سے نوازا رکھا ہے اگر انسان کے پاس اختیار ہی نہ ہو تو وہ کسی کو یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ جو مانگنا  
ہے وہ مانگ لو اور پھر صحابی کا سوال بھی واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کو جنت تک عطا  
کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے کیونکہ اگر وہ یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوتے تو وہ ایسا  
سوال ہی نہ کرتے، پھر حضور ﷺ نے اس سے وعدہ فرما کر اپنے اختیار پر مہر ثبت کر دی  
ورنہ آپ ﷺ یہ فرمادیتے کہ یہ کام مجھ سے اونچا ہے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے  
علاوہ بھی کچھ چاہیے تو وہ بھی مل جائے گا اس کے بعد آپ ﷺ کے اختیارات کے انکار  
کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس حدیث کے تحت آئمہ کی عبارات بھی ملاحظہ کر لیں  
آئمہ امت کی آرا

۱۔ اس حدیث کے تحت استاذ المحدثین ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۳) رقم طراز ہیں۔



ای اطلب منی حاجة لان هذا هو  
شان الکرام ولا اکرم منه ﷺ  
ویؤخذ من اطلاقه ﷺ الامر  
بالسوال ان الله تعالى مکنه من  
اعطاء کل ما اراد من خزائن  
الحق و من ثم عدالمتنا من  
خصائصه ﷺ انه یخص من  
شاء بما شاء کجعلہ شهادة  
خزیمہ بن ثابت بشہادتین رواہ  
البخاری و کثر خیصہ فی النیاحۃ  
لام عطیۃ فی آل فلان خاصة  
رواہ مسلم

(مرآة الفائق ۲: ۳۳۳)

مجھ سے حاجت مانگو کیونکہ کریموں کی  
شان ہوتی ہے اور حضور ﷺ سے بڑھ کر  
کوئی کریم نہیں، آپ ﷺ نے ہر شے  
مانگنے کا حکم دیا جس سے واضح ہو رہا ہے کہ  
اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے تمام  
خزانوں کے عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے  
یہی وجہ ہے کہ آئمہ امت نے آپ ﷺ کا  
یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جس  
چاہیں مخصوص کر دیں مثلاً حضرت خزیمہ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت دو کے برابر کر دی۔ جیسا  
کہ بخاری میں ہے اور حضرت ام عطیہ کو آل  
فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی  
جیسا کہ مسلم میں مروی ہے

و من ثم عدالمتنا من خصائصه  
ﷺ ان یخص من یشاء بما شاء  
کجعلہ شهادة خزیمہ بشہادین  
رواہ البخاری  
(ریل الفالحین ۱: ۳۱۷)

بنایا ہے اس وجہ سے آئمہ امت نے آپ  
ﷺ کے خواص میں سے بیان کیا کہ  
آپ ﷺ جسے چاہیں اس کے لیے حکم  
مخصوص فرمادیں جیسا آپ نے حضرت خزیمہ  
رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر  
قرار دے دیا اور یہ بخاری میں ہے

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت: ۱۰۵۳) نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے  
لا اطلاق نسو ال کہ فرمودہ مل  
بحواہ و تخصیص نکرد بمطلوبہ  
خاص معلوم شود کہ ہمہ ہدست  
ہست و کرامت اوست  
تہنیر چہ خواہد ہر کرا خواہد  
بالن پرورد گار خود بلہد  
مطلوب کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جس  
سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمام امور  
حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں  
جس کے لیے چاہیں اپنے پروردگار کے  
حکم سے عطا کر دیں

(ایضاً لمعات ۱: ۳۹۶)

۳۔ اسی حدیث کی تشریح میں اہل حدیث فاضل نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو  
میں پڑھائی گئی

قال النبی ﷺ سل معناه  
اطلب ای خیر شئت من خیر  
الدنیا والاخرہ و یعلم من قولہ  
ﷺ سل مطلقاً من غیر  
حضور ﷺ نے فرمایا مانگو! اس کا معنی یہ  
ہے کہ دنیا و آخرت کی جو خیر چاہتے ہو  
مانگ لو، آپ ﷺ کے فرمان مطلق سے  
پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی مخصوص شے کے ساتھ

۲۔ تقریباً حدیث مذکورہ کی تشریح میں یہی الفاظ امام محمد بن علان صدیقی (ت: ۱۰۵۷) کے ہیں  
(فiscal مسلمی) حاجة اتحفک  
بہا فی مقابلة خدمتک لان هذا  
شان الکرام ولا اکرم منه ﷺ  
ویؤخذ من اطلاقه السؤال ان  
الله تعالى مکنه من اعطاء کل  
ما اراد من خزائن الحق  
فرمایا مجھ سے حاجت مانگو تم میری خدمت  
کرتے ہو کیونکہ کریموں کی شان یہی ہوتی  
ہے اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی کریم  
نہیں آپ ﷺ کا ہر شے مانگنے کا فرمان دیتا تھا  
رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے  
تمام خزانوں میں سے عطا کرنے پر قادر



تقیید بمطلوب خاص ان الامر مقید نہیں کیونکہ تمام معاملہ میں کلمہ بید ہمتہ و کرامتہ عزیز يعطی مبارک ہاتھ میں ہے۔ عطا کریں جس / ما شاء لمن شاء باذن ربہ تعالیٰ جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے

فان من جودک الدنيا و ضررها

و من علومک علم اللوح و القلم

دنیا و آخرت آپ ﷺ کی سخاوت کا حصہ ہے اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا حصہ ہے (مسک الختام)

شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (ت ۱۳۶۹) نے اس حدیث کے تحت لکھا

ذکر ابن سبع فی خصائصہ امام ابن سبع اور دیگر محدثین نے آپ ﷺ وغیرہ . ان اللہ تعالیٰ القطعہ کا یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارض الجنة يعطی منها ما شاء نے آپ ﷺ کو جنت الاث کی لمن شاء قالہ القاری فی المرقاة ہے جسے چاہیں جتنی چاہیں عطا (فتح الملہم ۶۳۸۳) فرمائیں

آخر میں محبائی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجیے ان اکرم خلیفۃ اللہ علی اللہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مکرم خلیفہ آپ ابو القاسم ﷺ کی ذات اقدس ہے

امام حاکم اسے نقل کر کے کہتے ہیں  
هذا حدیث صحیح

(المحدک ۶۱۲-۳)

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنا نائب اور خلیفہ اعظم بنایا ہے آپ ﷺ اس کے خازن اور اس کے خزانوں کی تقسیم کنندہ ہیں۔ متعدد احادیث صحیحہ میں اس پر تصریح موجود ہے ان میں سے چند کا ذکر کئے دیتے ہیں

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
انما انا قاسم واللہ يعطی میں تو فقط تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا اللہ ہے (بخاری ۱۶۰۱)

۲۔ انہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں  
واللہ المعطی وانا القاسم اللہ عطا کرنے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں (بخاری ۳۳۹۱)

میں خازن ہوں

۳۔ تیسری روایت کے الفاظ ہیں

انما قاسم و خازن واللہ يعطی میں قاسم اور خازن ہوں اور عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے (بخاری ۳۳۹۱)

۴۔ مسلم کے الفاظ ہیں

انما انا خازن انما انا قاسم و يعطی میں خازن و قاسم ہوں اور اللہ ہی عطا کرنے والا ہے (مسلم ۳۳۳۱)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

انما انا قاسم اضع حيث امرت  
میں تقسیم کنندہ ہوں اور وہاں ہی خرچ  
کرتا ہوں جہاں کا حکم ہوتا ہے  
(بخاری ۱۱-۳۲۹)

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

بعثت قاسماً أقسم بينكم  
مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں تم

میں (اللہ تعالیٰ کے خزانے) تقسیم کروں

ان تمام روایات کو پڑھیے کسی جگہ آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود نہیں کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا خازن قرار دے دیا تو اب اس کے بعد یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ آپ ﷺ کو صرف علم کا خزانہ دیا گیا ہے۔ دیگر خزانے نہیں دیئے گئے

اگر ایسی قید لگانا ہوتی تو حضور ﷺ خود لگا دیتے محض ضد و ہٹ دھری کی بنیاد پر آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا پھر یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کا بھی ذکر ہے کیا وہ بھی علم تک ہی محدود ہوگی؟ جیسے اللہ تعالیٰ کی عطا متعین نہیں اسی طرح اس کے حبیب ﷺ کی تقسیم بھی متعین نہیں

ان روایات کے بعد دیگر کسی حوالہ کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی ہم کچھ آئمہ امت کے الفاظ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ انہوں نے ان احادیث سے کیا سمجھا ہے؟

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۳ھ) ”انما جعلت قاسماً لا قسم بینکم“ کی شرح میں لکھتے ہیں

ای العلم والغنیمۃ ونحو ہما  
اس سے علم، غنیمت اور ان کی مثل دیگر اشیاء  
واللہ البسارۃ للصالح والا نذار  
مراد ہیں، بعض نے صالح کے لئے بشارت  
للمطالع وبمکن ان تكون قسمة  
اور بد کے لئے ڈرانے والا مراد لیا ہے ممکن  
الدرجات والدرکات مفوضۃ لہ  
ہے اس سے مراد درجات و مقامات ہوں  
جو آپ ﷺ کے سپرد کر دیئے گئے

آگے فرماتے ہیں

ولا منع من الجمع كما يدل عليه  
ان تمام اقوال کو جمع کرنے میں کوئی  
حذف المفعول لتلعب انفسهم کل  
رکاوٹ نہیں جیسا کہ اس پر مفعول کا  
ملعب و يشرب کل واحد من  
حذف دال ہے تاکہ اس سے مراد جو بھی  
ذلک المشرّب۔۔۔۔۔ والحاصل  
لیا جائے درست ہو حاصل یہ ہے کہ میں  
اسی لیست ابا القاسم بمجرد ان  
قاسم محض اس لیے نہیں ہوں کہ میرے  
ولدی کان مسمى بقاسم بل لو حظ  
بیٹے کا نام قاسم ہے بلکہ میرے قاسم  
فی معنی القاسمیۃ باعتبار القسمة  
ہونے کا یہ معنی و مفہوم ہے کہ میں ازل  
الاولیۃ فی الامور السنیۃ والنبویۃ  
سے دینی و دنیاوی نعمتوں کا تقسیم کنندہ  
فلسفہ کا حد کم لا فی الذات ولا  
ہوں اور میں تم جیسا ہرگز نہیں ہوں نہ  
فی الاسماء والصفات  
ذات میں اور نہ اسماء و صفات میں

(مرقاۃ المفاتیح، باب الاسامیٰ ۸-۵۱۰)

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت: ۱۰۵۲ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں



قسمت سے کتب میں شملز جلب حق میں تم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقسیم  
وآن چہ وحی کردہ شلہ است پسوزی من کرنے والا ہوں جو اس نے میری  
وفر ستانہ شلہ بر من لز علم و عمل و مے طرف وحی کی ہے اور جو مجھے علم و عمل عطا  
رسلہم ہر یکسے راآن چہ نصیب لوست فرمایا ہے میں ہر ایک کو حصہ دیتا ہوں  
و مستحق است مزانرا و کم بر کس جس کا وہ مستحق ہے اور میں ہر شخص کو اس  
و لخر جیسے کہ در مرتبہ لوست لز فضل کے مرتبہ و فضل کے مطابق مقام دیتا  
و شرف (بعض الامعات ۳۴-۳۵) ہوں

۳۔ امام محمد مہدی قاسی (ت: ۱۰۵۲) ان مبارک الفاظ کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔  
و هو خليفة الله في العالم جہاں میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے  
و واسطة حضرته و المتولی خلیفہ ہیں اور بارگاہ الوہیت میں  
لقسمة مواهبہ و اعطینہ واسطہ ہیں اور اس کی بخششوں  
فکل من حصله له رحمة فی اور عطاؤں کی تقسیم کے امین ہیں  
الوجود او خرج له قسم من تو جس کسی کو اس کائنات میں کوئی  
رزق الدنیا و الاخرة رحمت ملی یا جس کسی کو دنیا و آخرت،  
و الظاهر و الباطن و العلوم ظاہر و باطن، علوم و معارف اور  
و المعارف و الطاعات طاعات سے جو حصہ ملا ہے وہ خود  
فانما خرج له ذلک علی آپ ﷺ کے ہاتھوں اور واسطے  
یدیہ و بواسطتہ ﷺ سے ملا ہے

(مطالع السرات ۲۳۶)

## مذہب مفعول کی وجہ سے عموم

حضرت ملا علی قاری وغیرہ نے عموم پر جو دلیل قائم کی ہے یہاں مفعول کو حذف کر دیا گیا یعنی  
و تقسیم کی گئی کہ اللہ تعالیٰ فلاں عطا فرماتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی تقسیم کو کسی چیز تک محدود  
کہا گیا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے حضور ﷺ اس کے تقسیم کنندہ ہیں  
محدث مغرب شیخ عبداللہ صدیق غماری (ت: ۱۴۱۳) مذکورہ احادیث لانے کے بعد لکھتے ہیں  
هذه الروایات الصحیحة تبین انه صحیح روایات بتا رہی ہیں کہ رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم بقسم بین امتہ اللہ ﷺ اپنی امت کے درمیان اللہ  
ما یرزقہم اللہ من معارف و علوم کا عطا فرمودہ رزق تقسیم کرتے ہیں  
اموال و غیرہا و لیس قسمتہ علیہ مثلاً علوم، معارف اموال وغیرہ اور  
الصلاة و السلام خاصا بمال الفنی آپ ﷺ کی تقسیم صرف مال فی اور  
و المعانم بل هذا عام کما ذکرنا غنیمت تک ہی محدود نہیں بلکہ عام  
(لا بدیث استخاف فی انھما لرسول اللہ ۷۲) ہے جیسا کہ ذکر ہوا

## عموم پر دو دلائل

کچھ لوگوں نے کہا یہ تقسیم مال غنیمت تک ہی محدود ہے ان کا رد اور عموم پر دلائل  
دیتے ہوئے لکھتے ہیں

یؤید هذا العموم ویؤید کدہ امران تقسیم کے عموم کی تائید و تاکید ان دو امور  
الاولی قوله انما بعثت قاسماً سے ہو رہی ہے اول یہ ہے کہ آپ ﷺ  
و هو انما بعث لقسم ما اوتی من نے فرمایا مجھے قائم بنا کر بھیجا گیا ہے



الهدى والنور والعلم والعرفان  
فاما قسم الفنى والمغانم فهو  
امر ثانوى الماحصل بعد  
فرض الجهاد والامر يقتال  
المشركين بعد الهجرة الثانى  
انه عليه الصلاه والسلام نهى  
غيره ان يكتسبى باى القاسم  
وعلى النهى بانه يقسم ولو كان  
المراد قسم الفنى والمغانم لم  
يكن لهذا النهى والتعليل معنى  
لان كل امام وخليفة يقسم  
المغانم بين المجاهدين كما  
كان يفعل عمر وغيره من  
الخلفاء وذلك هو المقرر فى  
الشرع فلولا انه عليه الصلاه  
والسلام اختص فى القسم بشئ  
لم يشر فيه غيره لم يكن  
للنهي معنى كما ذكرنا  
(ابن عث: ٤٣، ٤٤)

اور بلاشبہ آپ ﷺ جن چیزوں کی تقسیم  
کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں وہ ہدایت  
نور، علم اور عرفان ہے۔ رہا مال غنیمت کا  
تقسیم کرنا تو وہ ثانوی امر ہے اور یہ عمل تو  
آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اجازت  
جہاد کے بعد کیا دوسری دلیل یہ ہے کہ  
آپ ﷺ نے دوسروں کو ابو القاسم کنیت  
رکنے سے منع فرمایا اور اس پر دلیل یہ دی کہ  
میں تقسیم کنندہ ہوں تمہارا یہ مقام نہیں اگر  
مراد مال فنى اور غنیمت کی تقسیم ہی ہوتی تو  
اس سے منع کرنے پر مذکورہ دلیل کا کوئی  
معنی نہیں رہ جاتا کیونکہ وقت کا ہر امام  
وخليفة مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم  
کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر خلفاء کیا کرتے بلکہ  
شریعت میں یہی اصول ہے اگر آپ ﷺ  
کی تقسیم ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی دوسرا  
شریک نہ ہو تو پھر کنیت سے منع کرنے کا  
کوئی معنی نہیں رہ جاتا جیسا کہ ذکر ہوا

ملیت اور تصرفات نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے بارے میں شاہ عبدالحق  
مدظلہ دہلوی رحمہ اللہ علیہ (ت: ۱۰۵۲) رقم طراز ہیں  
۱۔ وملك وملكوت جن ملک ملکوت جن وائس اور تمام جہان  
وائس وتمامہ عوالم بتقدیر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ واذن سے  
وتصرف الہی عز و علا در حضور ﷺ کے تصرف اور قدرت  
حیطہ قدرت تصرف میں ہیں  
وے بود ﷺ

(ابن المغامات، ۱، ۲۳۷)

۲۔ وازان جملہ آنست کہ دادہ  
یعنی اور حضور ﷺ کے خصائص اور فضائل  
شدہ آن حضرت را صلی اللہ علیہ  
سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے  
وسلم مفتاح خزائن و سپردہ شد  
تمام خزانوں کی کنجیاں حضور کو دی گئیں اور  
سوم و ظاہر ش آنست کہ خزائن  
آپ ﷺ کے سپرد کی گئیں اس (حدیث)  
ملوک فارس وروم ہمہ بدمست  
کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ فارس اور روم  
صحابہ افتاد و باطنش آن کہ مراد  
کے بادشاہوں کے خزانے صحابہ کے ہاتھ  
خزائن اجناس عالم است کہ رزق  
آئے اور اس کا باطنی مطلب یہ ہے کہ اس  
ہمہ در کف اقتدار وے سپرد  
سے تمام عالم (جہان کی) ہر جنس کے خزانے  
وقوت تربیت ظاہر و باطن ہوے  
مراد ہیں اس طرح کہ سب کا رزق حضور کے  
داد جناس کہ مفتاح غیب  
طاقتور ہاتھ کے سپرد کیا اور ظاہر و باطن کی  
دردست علم الہی است نمیدانند  
تربیت کی قوت حضور ﷺ کو عطا کی



آن را مگر وے مفتاح خزائن جیسا کہ مفتاح غیب علم الہی کے دستِ قدس  
 رزق و قسمت آن در دست این میں ہے (جس کے لیے چاہے کھولے چاہے  
 سید کریم نہاد نہ قولہ عَلَيْهِ السَّلَام انما انا قاسم والمعطی هو الله  
 اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (اسی طرح)

(مدارج النبوت ۱۲۹۷)

رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور اس کی تقسیم  
 سید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں  
 رکھ دی گئیں حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں ہی  
 (ہر شے) تقسیم فرماتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی  
 (ہر شے) عطا فرماتا ہے

احادیث عطاء مفتاح اور احادیث قاسمیت کے صحیح سمجھنے کے لیے معترضین شیخ محقق  
 محدث دہلوی کی اس عبارت کو بار بار دیکھیں

۳. بود آن حضرت کہ تصرف می حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں  
 کرد در ایشان و می کرد انید، غنی تصرف کرتے ہوئے غنی کو فقیر کر دیتے  
 و افقیر و می ساخت شریف را برابر تھے اور شریف کو وضع و ادنیٰ بنا دیتے  
 وضع... داد خدائے تعالیٰ عزت اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اتنی عزت  
 و قسرت و ممکن و مدد و نصرت، قوت، طاقت، نصرت اور شوکت عطا  
 و قوت و شوکت کہ ہر ہمہ بالا تر فرمائی کہ سب سے حضور ﷺ کا کام  
 آمد کار او ہر ہمہ بیشی گرفت سبقت لے گیا اور سب سے حضور

اختیار اولاً واللہ سو گند بخدائے ﷺ کا اختیار بڑھ گیا

کہ مسخر کرد انید اور ایں ہمہ سور شک نمی کند دریں هیچ  
 عافطے (مدارج النبوت ۱۲۹۷)  
 و کنتہ ابو القاسم لانه یقسم  
 الجنة بین اهلها

(مدارج النبوت ۲۲۶۱)

قاسم جنت ہیں بہشت تقسیم فرماتے ہیں  
 اللہ تعالیٰ کے تصرف علیہ  
 جل جلالہ و عم نوالہ زمین و آسمان  
 و اشمل است بلکہ تمام شراب ہا  
 و طعام ہائے دنیا و آخرت و لزاق  
 حسی و روحانی و نعمت ہائے  
 ظاہری و باطنی بواسطہ و طفیل آن  
 حضرت است

ہیں

آخر اے باد صبا میں ہمہ آوردہ تست

(اے باد صبا یہ سب کچھ تیرا ہی لایا ہوا ہے)

شکر فیض تو چمن جو کند اے اے بہار چمن تیرے فیض کا شکر کس  
 ابر بہار کہ اگر خار و گھر گل ہمہ طرح ادا کرے کیونکہ کانٹا اور پھول  
 پروردہ تست و انشد الشیخ العالم سب تیرے ہی پروردہ ہیں شیخ عالم  
 العارف محمد البکری قدس سرہ عارف محمد بکری قدس سرہ، نے پڑھا



ما ارسل الرحمن او يرسل  
من رحمة يتصعد او يتنزل  
في ملكوت الله او ملكه  
من كل ما يختص او يشعل  
الا و له المصطفى عبده  
ونبيه المختار المرسل  
واسط فيها واصل لها  
يعلم هذا كل من يعقل

(اللہ تعالیٰ نے جو رحمت بھیجی ہے یا بھیجتا ہے یا بھیجے گا اور جو رحمت چڑھتی ہے یا نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ملک اور ملکوت میں جو جس کو ملتا ہے اس میں اصل اور واسطہ حضور ہی ہیں ہر عاقل اس بات کو جانتا ہے) (مدارج، ۱، ۳۱۱، مطالع السرائر، ۲۶۲)

۶۔ ایک مقام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا

تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و  
تصرف و قدرت سلطنت و

(ایضاً المدعات، ۱، ۳۳۲) قدرت کے حاملہ میں تھے (اور ہیں)

۷۔ نیز شیخ محقق حدیث "عادی الارض لله ورسوله ثم هي لكم مني" کے ماتحت ارقام فرماتے ہیں

ومن قسليم ... مر خدا کی راست  
اور رسول خدا ای را پستو آن زمین  
مر شمار است از من یعنی من  
نصف مے کم در ان بہر وجہ کہ  
مے خواہم و می بخشم ہر کرا کہ  
میں خواہم و ظاہر آن بود کہ گفتہ  
ہے کہ اس طرح کہا جاتا "صرف منی کے  
شود" منی ومن اللہ زیرا کہ ہمہ از خدا  
بجائے "منی ومن اللہ" ہوتا یعنی پھر وہ زمین  
است و خدا در ہمہ جہا پیغمبر خود را  
میری اور اللہ کی طرف سے تمہیں عطا ہوئی  
تمہاری ملکیت ہے اس لیے کہ ہر چیز کی عطا میں  
نصف دادہ است

(ایضاً المدعات، ۲، ۶۱۳، غرر الحقیقۃ، ۱، ۲۷۱، ۲۷۲)

۸۔ اس ارشاد الہی

تلك الجنة التي نورث من  
عبادنا من كان تقيا .  
یہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں  
سے بناتے ہیں جو تقی ہوا  
کے تحت لکھتے ہیں

ای نورث تلك الجنة  
محمداً ﷺ فيعطى من يشاء  
ويمنع عن من يشاء وهو السلطان  
فی الدنيا والآخرة فله الدنيا وله  
الجنة وله المشاهدات ﷺ

(ایضاً المدعات، ۲، ۶۱۳، غرر الحقیقۃ، ۱، ۲۷۱، ۲۷۲) ہم اس جنت کا وارث محمد ﷺ کو بناتے ہیں پس ان کی مرضی جسے چاہیں عطا فرمائیں اور جسے چاہیں منع کریں دنیا اور آخرت میں وہی سلطان ہیں انہیں کے لیے دنیا ہوا انہیں کے لیے جنت (دفعوں کے مالک وہی ہیں اور انہیں کے لیے مشاہدات ﷺ)



شیخ اشرف علی تھانوی (ت: ۱۳۶۱) نے لکھا

آپ ﷺ کو تمام خزانے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں عالم  
کشف میں عطا کی گئی تھیں  
(نشر الطیب: ۱۶۶)

شیخ محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں

آپ ﷺ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں  
غیر بنی آدم قصہ آپ ﷺ اصل میں مالک ہیں

(ادلہ کاملہ: ۱۲)

جنہیں کتاب و سنت کی سمجھ آئی ہے انہوں نے سچ کہا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم  
حضرت تمیم داری کا واقعہ  
رزق اس کا کھاتے یہ ہیں

انہی روایات کے پیش نظر اہل علم و فضل نے تصریح کی ہے کہ جو شخص  
رسول اللہ ﷺ کو زمین کا مالک نہ مانے وہ کافر ہے اس بارے میں امام  
غزالی، امام تقی الدین سبکی، امام مناوی، امام ابن العربی، امام سیوطی اور امام  
شعرانی جیسے آئمہ امت نے باقاعدہ فتویٰ کفر جاری فرمایا، یہاں ہم اس کی  
تفصیل درج کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین کا ایک  
کھڑا عنایت فرمایا تھا

واللہ تعریض بعض الولایة لال  
لیم واراد انتزاع الارض  
سہم ورفع امرہم الی القاضی  
اسی حاتم الہروی الحنفی  
قاضی القدس الشریف فاحتج  
الداریسون بالکتاب فقال  
القاضی هذا الکتاب لیس  
بلازم، لان النبی ﷺ اقطع  
لیماً مالہ یملک فاستفتی  
الوالی الفقہاء و کان ابو حامد  
الغزالی رحمہ اللہ حینئذ بیت  
المقدس قبل استیلاء الفرنج  
علیہ فقال: هذا القاضی کافر  
لان النبی ﷺ قال: زویت لی  
الارض کلہا، و کان یقطع فی  
الجنة فیقول: قصر کذا الفلان  
، فوعده ﷺ صدق و عطاء  
ﷺ حق فخری القاضی  
والوالی و بقی آل تمیم علی ما  
باید یہم

کسی سربراہ نے آل تمیم سے  
جھگڑا کیا اور ان سے وہ زمین چھیننا  
چاہی وہ اس معاملہ کو قدس شریف کے  
قاضی ابو حاتم ہروی حنفی کے پاس لے  
گیا تو حضرت داری کی اولاد نے حضور  
ﷺ کی تحریر کو دلیل کے طور پر پیش کیا  
تو قاضی نے کہا اس تحریر کی کچھ حیثیت  
نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے تمیم کو یہ  
زمین بطور عطیہ دی تھی جس کے وہ  
مالک نہ تھے تو داری نے فقہاء سے فتویٰ  
طلب کیا، امام ابو حامد الغزالی اس وقت  
بیت المقدس میں تھے اور ابھی فرنگیوں کا  
بیت المقدس پر قبضہ نہ ہوا تھا امام غزالی  
نے کہا کہ یہ قاضی کافر ہے کیونکہ نبی  
کریم ﷺ کا فرمان ہے تمام زمین  
میرے قبضے میں دی گئی ہے اور حضور  
ﷺ تو جنت بھی (اپنے اصحاب کو  
کہتے ہوئے فرمایا کرتے فلاں محل  
فلاں شخص کے لیے ہے اور آپ ﷺ  
کا وعدہ سچا اور آپ ﷺ



وكانت هذا الحادثة لما كان  
القاضي ابو بكر بن العربي بالشام  
(نظام الحكم في الاسلام ٢٠٩-٢١٠) ابو بكر بن العربي شام میں تھے

### امام غزالی کا فتویٰ

امام جلال الدین سیوطی نے بھی یہی فتویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا  
وكان يقطع الاراضى قبل  
فتحها لان الله ملكه الارض  
كلها وافتى الغزالي بكفر من  
عارض اولاد تميم الداي فيما  
يقطعونهم (الخصائص المغرني)  
انہوں نے انحصار کفر میں یہ باب قائم کیا

باب اختصاصه ﷺ بالحمى  
لنفسه وانه لا ينقض ما حماه  
اپنے لیے جس قدر چاہیں زمین رکھ سکتے  
ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا

### حدیث مبارکہ سے تائید

اور اس کے تحت حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے  
اخرج البخاري عن ابي عباس ان  
الصعب بن جثامة قال قال رسول  
الله ﷺ لا حمى الا لله و لرسوله  
اقال اصحاب من خصائصه  
امام بخاری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
نقل کرتے ہیں حضرت معب بن جثمہ رضی  
اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
جاگیر اللہ اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے

ﷺ ان له حمى السموات  
لنفسه ولا يجوز ذلك لساير  
الامة قطعاً و انما يجوز لهم  
الحمى للمسلمين وقيل لا  
يجوز ايضا وعلى الجواز يجوز  
لنفسه لمن بعده وما حماه النبي  
ﷺ لا ينقض ولا يغيره بحال و  
كان يحمى ﷺ بقطع الاراضى  
قبل فتحها لان الله تعالى ملكه ايا  
ها بفعل فيها ما يشاء وقد اقطع  
لتميم الداري و ذريته قرية بيت  
المقدس قبل فتحها و هي في يد  
ذريته الى اليوم و اراد بعض الولاة  
التشويش عليهم فافتى الغزالي  
بكفره قال : لان النبي ﷺ  
كان يقطع ارض الجنة فارض  
الدنيا اولى

(الخصائص الكبرى ۲۱۰-۲۱۱)

علماء نے بیان کیا کہ آپ ﷺ بے  
مالک زمین کو اپنے لئے رکھ سکتے ہیں اور  
دیگر سربراہوں کے لئے ایسا کرنا ہرگز جائز  
نہیں ہاں وہ مسلمان کو جاگیر دے سکتے ہیں  
بعض نے اس جواز کا بھی انکار کیا ہے اگر یہ  
ان کے لیے جائز بھی ہو تو بعد کے سربراہ اس  
معادلے کو ختم بھی کر سکتے ہیں لیکن جو جاگیر  
کسی کو رسول اللہ ﷺ نے عطا کی اسے ختم  
کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی حال میں تبدیل کیا  
جاسکتا ہے حضور ﷺ قبل از فتح زمین لاث  
فرمایا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو  
اس کا مالک بنایا لہذا اس میں جو چاہیں فیصلہ  
کریں آپ ﷺ نے حضرت تمیم داری اور انکی  
اولاد کو بیت المقدس میں فتح سے پہلے جاگیر عطا  
کی جو آج تک ان کی اولاد کے پاس ہے کسی  
سربراہ نے ان کو پریشان کیا تو امام غزالی نے اس  
پر کفر کا فتویٰ جاری کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ  
آپ ﷺ جب جنت لاث فرماتے ہیں تو  
زمین بطریق اولیٰ دے سکتے ہیں



## امام شعرانی اور قسطلانی کی تائید

امام عبد الوہاب شعرانی (ت۔ ۹۷۳) آپ ﷺ کے خصائص کے تذکرہ میں لکھتے ہیں  
وكان يقطع الاراضى قبل فتحها لان رسول الله ﷺ قبل فتحه من حيا كوا  
الله ملكه الارض كلها وله ان يقطع فرمايتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو  
لرض الجنة من باب اولی ﷺ تمام زمین کا مالک بنا دیا ہے اور آپ ﷺ  
والله اعلم (كشف الغم عن مع الائمة۔ ۶۵) جنت تقسیم فرماتا بطریق اولی جائز ہے  
شارح بخاری امام محمد بن محمد قسطلانی (ت۔ ۹۲۳) الخصائص من المباحات کے  
تحت رسول الله ﷺ کا یہی خاصہ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں

و كان يقطع الاراضى قبل رسول الله ﷺ قبل از فتح زمین کا کھرا  
فتحها لان الله ملكه الارض عطا فرمایا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے  
كلها و افضى الغزالي بكفر من آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے  
عارض اولاد تميم الداري فيما امام غزالی نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے  
اقتطعهم وقال انه ﷺ كان جس نے حضرت تمیم داری کی اولاد سے  
يقطع ارض الجنة فارض الدنيا رسول الله ﷺ کی عطا کردہ زمین میں  
اولی جھگڑا کیا اور فرمایا کہ رسول الله ﷺ تو  
(المواهب اللدنیہ ۲۔ ۶۲۶) جنت الاث کرنے والے ہیں تو دنیاوی  
زمین بطریق اولی الاث فرما سکتے ہیں

## امام ابن العربی اور سبکی کی تائید

اس کی شرح کرتے ہوئے امام زرقانی (ت۔ ۱۱۲۳) رقمطراز ہیں

وكان يقطع الاراضى قبل رسول الله ﷺ زمین قبل از فتح عطا  
لها بخلاف غيره من الائمة فرماتے اور یہ درجہ کسی اور سربراہ کو  
فانما يقطع بعد فتحها لان حاصل نہیں کیونکہ وہ بعد از فتح ہی  
الله ملكه الارض كلها ولا دے سکتے ہیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے  
ينقص شيء مما اقطعه بعده آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا)  
بحال (و) لذا (افضى الغزالي اور بعد از فتح عطا فرمودہ زمین پر کوئی  
بكفر من عارض اولاد تميم اعتراض نہیں ہو سکتا اور اس لئے امام  
الداری فيما اقطعهم التی غزالی نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا  
ﷺ) من الارض بالاشام جنہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ  
قال انه ﷺ كان يقطع ارض تعالیٰ عنہ کی اولاد سے رسول الله  
الجنة) ما شاء منها لمن شاء ﷺ کی شام میں عطا کردہ زمین  
(فارض الدنيا اولی) و نقلہ کے بارے میں جھگڑا کیا اور فرمایا کہ  
ابن العربی عن الغزالي فی رسول الله ﷺ جس کو چاہیں اور جتنا  
القانون و اقره و افضى به چاہیں تقسیم فرما سکتے ہیں تو دنیاوی  
السبکی ايضا زمین تو بطریق اولی عطا فرما سکتے ہیں

(زرقانی علی المواہب ۵۔ ۲۳۲)

اسے امام غزالی سے امام ابن العربی  
نے القانون میں نقل کیا اور اس کی تائید  
کی اور امام سبکی کا بھی یہی فتویٰ ہے

امام محمد بن جعفر الکلتانی (ت۔ ۱۳۳۵) اس قطعہ کی تفصیل، حضرت عمر رضی



اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بنوی ﷺ کو ہی بحال رکھنا اور فتویٰ امام غزالی کے بارے میں رقمطراز ہیں

وقد ذكر بعض شراح  
مختصر خليل في الزكاة في  
الكلام على زكاة المعادن  
عند استرادهم لقضية اقطاع  
النبي ﷺ لتميم بن اوس  
الداري قرية عينون بنو احي  
بيت المقدس قبل فتحه و  
امضاء عمر ذلك له لما  
فتحته ان الله تعالى ملكه  
الارض كلها وفي عبارة  
الدنيا والجنة يقطع منهما ما  
اراد لمن اراد خصوصية له و  
نص الشيخ عبد الباقي  
الزرقاني في شرحه لدى قوله  
في الزكاة وحكمه للامام  
الى قوله الا مملوكة لمصالح  
فله تنبيه اقطاعه ﷺ

بعض شراح مختصر خليل نے کتب الزکاة کے باب زکاة معدنیات میں یہ واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت تميم بن اوس داری رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس فتح ہونے سے پہلے اس کے نواح میں عینون کے مقام پر قطعہ ماضی عطا فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح بیت المقدس کے بعد اس فیصلہ بنوی کو جاری فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے بعض کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ شان و خصوصیت ہے کہ تمام دنیا اور جنت میں سے جس کو جتنا چاہیں عطا فرمائیں امام عبد الباقي نے اس کی شرح میں ایک اہم نوٹ لکھا کہ حضور ﷺ کا بیت المقدس کے نواحی میں قبل از فتح حضرت تميم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قطعہ زمین کا الٹ کرنا

تیمم الداری بعض ارض بنو احي  
بيت المقدس قبل فتحه من  
حصانته عليه الصلاة والسلام كما  
في خصائص السيوطي الصغرى زاد  
المناوى في شرحها و اقره و نقله  
عنه ابن العربي في القانون.

اس کے بعد امام عبد الوہاب شعرانی کی عبارت نقل کی اور لکھا

وجه كون اقطاع النبي ﷺ رسول الله ﷺ کے حضرت تميم داری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمودہ قطعہ زمین کو آپ ﷺ کا خاصہ قرار دینا بتا رہا ہے کہ یہ قطعہ قطعی طور پر ان کا ہی ہوگا اس میں کوئی فتح کی شرط وحد نہیں جیسے کلام آئمہ سے ظاہر و واضح ہے لیکن آپ ﷺ کے علاوہ اگر کوئی سربراہ ارض حرب میں سے کسی کو دے تو اس کے لیے شرط فتح ضروری ہے کیونکہ جب تک ارض حرب ہے سربراہ اس میں تصرف



علیہا وغیرہ من الامة انما یقطع  
 ارض المعدن علی ما ذهب الیه  
 المالکیہ ومن وافقہم انتفاعاً بحیث  
 لا یسعیہا من اقطاعہ ولا تورث عنہ و  
 بہذا تعلم ما فی قول بعض  
 المتأخرین من اصحابنا المالکیہ لا  
 یظہر کون اقطاع تمیم قبل  
 الفتح من الخصائص علی  
 مذہبنا لما ذکرہ ابن یونس من  
 الاتساق علی ان المعدن فی  
 ارض حکمہ للامام و کذا فی  
 الغزالی فی ذلک لیست علی  
 مذہبنا لما ذکرہ ابن عرفہ من  
 ان من اقطاعہ الامام معدن لا  
 یورث عنہ فان کلام ابن یونس  
 انما ہو فی الارض العرب یعنی  
 التی اسلم اہلہا علیہا و تصحف  
 ذلک لصاحب التوضیح و هو  
 الشیخ خلیل بارض الحرب  
 ہی نہیں کر سکتا اگر ماضی میں کسی نے  
 جاگیر دی تھی تو بعد کے حکمرانوں پر اسے  
 جاری رکھنا لازم ہے اگر زمین معدنیات  
 میں سے ہے اور بالفرض اہل زمین اور  
 سربراہ کے درمیان صلح ہوئی ہے تو ان کے  
 موافقین کے ہاں اپنی زمین کو بطور نفع دیا جا  
 سکتا ہے مگر وہ شخص نہ اسے بیچ سکتا اور نہ ہی  
 اس میں وارث جاری ہوں گے اس سے  
 ہمارے متاخرین مالکیہ کے اس قول میں  
 جو گڑبڑ ہے وہ بھی سامنے آ جاتی ہے کہ  
 ہمارے مذہب کے مطابق فتح سے پہلے  
 حضرت تمیم داری کو جاگیر دینا رسول اللہ  
 ﷺ کا خاصہ نہیں کیونکہ شیخ ابن یونس نے  
 لکھا کہ اس پر اتفاق ہے کہ ارض حرب میں  
 معدنیات کا معاملہ سربراہ کے سپرد ہے اس  
 طرح امام غزالی کا فتویٰ ہمارے مذہب  
 کے مطابق نہیں کیونکہ شیخ ابن عرفہ نے لکھا  
 جسے سربراہ قطعہ معدنی دے اس میں  
 وراثت جاری نہ ہوگی گڑبڑ کی وجہ

و ارض الحرب لا تصرف فیہا  
 للامام الا ان یعلق الامر علی الفتح  
 و فیما الغزالی مبنیۃ علی ان اقطاعہ  
 علیہ السلام لتمیم تملیک لہ کما  
 ذکرنا لا انتفاع و علیہ فلا بد من  
 حمل اہل مذہب ذلک علی  
 الخصوصیۃ واللہ اعلم  
 یہ ہے کہ شیخ ابن یونس کی گفتگو ارض حرب  
 کہ جس کے اہل اس شرط پر ایمان لائے  
 صاحب توضیح شیخ خلیل کے سامنے ارض  
 عرب کے بجائے نجد ہی ارض حرب تھا اور  
 ارض حرب میں سربراہ تصرف نہیں کر سکتا  
 ہاں شرط فتح ضروری ہے امام غزالی کا فتویٰ  
 اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
 نے حضرت تمیم داری کو اس قطعہ کا مالک  
 بنایا ہے نہ کہ فقط نفع کا لہذا امارت علماء

سرور عالم ﷺ کا خاصہ ہی مانتے ہیں  
 مذکورہ تمام دلائل حضور ﷺ کے اختیارات پر اس قدر واضح ہیں لہذا کسی  
 صورت میں بھی آپ ﷺ کو بے اختیار قرار دینا درست نہیں ہمیں یہ عقیدہ رکھنا  
 چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا کامل نائب و خلیفہ مقرر کر کے مختار  
 کائنات بنایا ہے کیا سب سے بڑا خلیفہ بے اختیار ہوتا ہے؟  
 انہی دلائل کی روشنی میں امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے  
 حضور ﷺ سب کچھ کر سکتے ہیں

# مسئلہ ترک

—: تصنیف:—

امام عبد اللہ محمد بن الصدیق الغماری

○  
—: ترجمہ:—

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور-1۔ میلا دسٹریٹ گلشن رحمان ٹوبہ کراچی لاہور

042,5300353...03004407048



## انتساب

مخدوم اہلسنت استاذ گرامی حضرت العظام مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ  
 ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان کے نام  
 کہ جن کی استقامت اور شبانہ روز محنت شاقہ کے نتیجہ میں ملک کی  
 تعلیم مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کی بہاریں قائم ہیں اور ہزاروں  
 لوہاروں قوم زیور علم سے آراستہ ہوئے۔

دعا گو

محمد خاں قادری

## عالم اسلام کے عظیم محدث و مفکر

امام ابو الفضل عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری الحسنی المتوفی ۱۳۱۳ھ

## ضرورت مقالہ

کچھ لوگ بعض اعمال مثلاً جشن میلاد، عرس، مبارک راتوں میں اجتماع کا انعقاد وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہوئے فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ لہذا یہ بدعت و حرام ہیں حالانکہ جب تک آپ ﷺ کے ترک کے ساتھ ساتھ اس پر کتاب و سنہ میں بھی وارد نہ ہو اسے حرام قرار دینا سراسر زیادتی اور ظلم ہے اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے اس علمی و تحقیقی مقالہ کا ترجمہ مع عربی متن شائع کیا جا رہا ہے۔

زیر نظر کتاب کے مصنف امام ابو الفضل عبداللہ بن محمد الصدیق الغماری الحسنی ہیں۔ آپ عالم اسلام کی ان اہل علم و فکر شخصیات میں سے ہیں جن کی خدمات کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے اور ان کے عظیم خاندان نے گمراہ کن نظریات و عقائد اور اعمال کے خلاف جو علمی، فکری اور تحقیقی محاذوں پر کام کیا ہے اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح برصغیر میں امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ اعزیز اور ان کے رفقاء نے ہر طرح کی گمراہ کن تحریکوں کا سینہ تان کر مقابلہ کیا۔ اسی طرح عالم عرب میں شیخ عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری اور ان کے خاندان نے نظریات اسلام کی سرحدوں کی خوب حفاظت کی۔ ایک ایک اختلافی مسئلہ پر کتاب و سنت کی روشنی میں مستقل ایسی کتب تحریر کیں جن میں ناقابل تردید دلائل کے انبار لگا دیئے۔ اپنے تو اپنے مخالف بھی دم بخود رہ گئے۔ کسی مخالف کو ان کی تحریرات کا جواب دینے کی جرات نہ ہو سکی۔

ان کی بعض اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ اتقان الصنعة فی تحقیق معنی البدعة (بدعت کے بارے میں تحقیق)
- ۲۔ الرد الحکم المبین علی کتب القول المبین (عقائد مجسمہ کا اثبات)
- ۳۔ اوامر البیان فی تنسیب سور القرآن (قرآنی سورتوں کا درمیانی رابطہ)



۳- النفخة الالهية في الصلاة على خير البرية (درود و سلام)

۵- الاحاديث المنتقاة في فضائل رسول الله صلى الله عليه وسلم (فضائل و ثنائیں حضور)

۶- توضح البيان لوصول ثواب القرآن (ایضال ثواب)

۷- حسن التفہم الدرک لمسالة التبرک (مسئلہ ترک)

۸- نهاية الامال في صحة وشرح حديث عرض الاعمال

۹- غاية التحرير في صحة حديث نوسل الضرب

۱۰- النفخة الذكية في بيان ان الهجر بدعة شركية (مسلمانوں سے تعلق ختم کرنا بدعت ہے)

۱۱- القول المنقح

۱۲- الاربعين الغماریه في شكر النعم (نعمتوں پر شکر کے بارے میں چالیس احادیث)

۱۳- حسن البيان في ليلة النصف من شعبان (شب برات کی فضیلت)

۱۴- مصباح الرجاجة في فوائد صلاة الحاجة (نماز حاجت کے فضائل و فوائد)

۱۵- الاستقصاء لادلة تحريم الاستمناء (حرمت مشت زنی)

۱۶- الصبغ السافر في تحقيق صلوة المسافر (نماز مسافر کے بارے میں تحقیق)

۱۷- اتحاف النبلا بفضل الشهادة وانواع الشهداء (شہید اور شہادت کے اقسام)

۱۸- غاية الاحسان في فضل زكوة الفطر و فضل رمضان (روزہ و رمضان اور صدقہ الفطر کے فضائل)

۱۹- كمال الايمان في التداوى بالقرآن (علاج بالقرآن)

۲۰- قرة العين بادلة لرسال النبي الى الثقلين (حضور جن و انس کے رسول میں)

توضیح البصيرة ببيان علامات الكبيرة (کبیرہ گناہ کی علامات)

حاشیہ علی المقاصد الحسنة للسخاوی

ایسے ایسے نئے موضوعات پر لکھا جن پر پہلے مواد بہت کم ملتا تھا مثلاً بندہ کے

پہلے کے مطابق مسئلہ ترک پر مستقل مقالہ سب سے پہلے آپ ہی نے لکھا ہے۔

اس کا نام "حسن التفہم والدرک لمسالة التبرک" ہے۔ اس میں ان لوگوں کی

تائید فرمائی ہے جو کسی کام کے حرام ہونے پر فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ کام رسول

ﷺ نے نہیں کیا۔ آپ نے اس مقالہ میں واضح کیا کہ آپ ﷺ کے کسی

کام کو ترک فرمانے کی مختلف حکمتیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ نے اس عمل کو اس لیے

ترک فرمایا ہو۔

۱- ہيكون تركه مخافة ان يفرض کہ کہیں یہ میری امت پہ فرض ہی نہ

۲- على امة كن تركه صلوة التراويح ہو جائے مثلاً صحابہ کے نماز تراویح

۳- عن اجتمع الصحابة يصلوها باجماعت کے لیے اکٹھا ہونے کے باوجود

۴- (حسن التفہم ۵) آپ نے جماعت نہ کروائی۔

۵- الام العلماء حضرت مولانا احمد رضا خان قادری قدس سرہ نے اپنی کتاب "ازہار الانوار" میں

۶- اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے اس سے ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

۷- اور اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء، بزرگوار قرآن و حدیث میں کہیں اس کی

۸- نصرت نہیں، نہ مناعت کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہرگز صرف زبانی اذعان سے کام لیا مگر

۹- وہی جماعت قبیلہ و سفاہت فضیلت ہے جس میں فرقہ بندیہ و ملائقت عداوت قدیم سے بے شک یعنی قرآن و حدیث میں

۱۰- اس کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی مانعت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک

۱۱- وہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و

۱۲- ابی حاتم و حاکم سنیستان مسلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۳- لایا ہیں۔

۱۴- حلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام

۱۵- حرام اللہ فی کتابہ وما سکت فہو مما

۱۶- حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور

۱۷- حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بنایا اور

۱۸- جس سے سکوت فرمایا وہ معفو ہے

۱۹- اس میں کچھ مواخذہ نہیں، اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ،

۲۰- اے ایمان والو! وہ باتیں نہ چھو کہ تم پر کھول دی

۲۱- اور کہہ دان تسئلوا عنہا حین یسئلون

۲۲- جاتیں تو تمہیں پُراگے اور اگر قرآن اُترتے وقت







ترک پر ہے جس کے ساتھ کسی امر یا  
کا اہل نہیں۔

مصنف کا وصال ۲۰ شعبان ۸۳۳ کو ہوا۔

یہ مقالہ محدث غماری نے اپنے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید ممدوح مدظلہ کی گزارش پر لکھا۔ شیخ محمود سعید اس دور کے عظیم محدث اور فاضل ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر نہایت ہی علمی کام کیا ہے۔ ان کی چند تصانیف کا تعارف بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ رفع المنارہ للترجیح احادیث التوسل والزيارة

بارگاہ نبوی میں حاضری کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کے متن و سند پر مخالفین نے اعتراضات وارد کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ قائل استدلال نہیں۔ شیخ ممدوح نے اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا مسکت جواب لکھ کر مخالفین کو درط حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے زیارت والے حصہ کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی نے کر دیا ہے۔

۲۔ اس موضوع پر آپ نے ایک اور مقالہ تحریر فرمایا جس کا نام "الاعلام باستجاب شد الرعل الی زیارة خیر الانام" اس کا ترجمہ مولانا ممتاز احمد مدیدی نے کیا ہے عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۳۔ تمام امت مسلمہ تیسرات و وظائف شمار کرنے کے لیے ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں کچھ لوگوں نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ شیخ ممدوح نے اس مسئلہ پر مکمل کتاب تصنیف کی جس کا نام "وصول التھانی" ہے۔

۴۔ کچھ لوگوں نے حدیث نماز تسبیح کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی کہ یہ ثابت ہی نہیں۔ شیخ نے امام ابن ناصر الدین دمشقی کی کتاب "الترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح" شائع کی اور اس پر نہایت ہی علمی حاشیہ تحریر کیا۔

۵۔ شیخ ناصر الدین البہانی نے حدیث پر جو کام کیا اس میں چابجا تضادات کی نشاندہی مختلف اہل علم نے کی ہے۔ اس سلسلہ میں یہاں شیخ غماری کے ایک عظیم شاگرد شیخ حسن بن علی العتاف کا کام "تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الاحادیث و تضعیفها من اخطا و غلطیات" قابل ذکر ہے وہاں شیخ محمود سعید ممدوح کا کام بصورت "تنبیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی

صحیح مسلم "نہایت ہی قلیل دلو و تحسین ہے۔

مقدمہ میں اس کتاب کی غرض و غایت یوں تحریر کرتے ہیں:

فقد وقفت علی کلام الشیخ الالبانی ضعف فیہ جملة من الاحادیث النی فی (صحیح مسلم) فتکلم علیہا بما یوکل خطاہ و ثبت خروجه علی ماقرره العلماء من صحتها وتلقيها القبول المفید للعلم وکلامه یدعو الی التشکیک فی صحیح الامام مسلم و فیہ من الاغراب والمخالفة والتعقیب علی المنقذ مین مایوم المفترین به انه استدرک علی الائمة المتقدمین کالبخاری ومسلم فضلا من المناخرین — وقد رایت ان السلوت علی هذا النعدی غیر مقبول ویلحق العارف به الاثم لذلك کتبت هذا (التنبیه) اذفع به بعون اللہ تعالیٰ کل تعدیه علی صحیح مسلم وقد سمینہ تنبیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم (تنبیہ المسلم) اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ موصوف کی علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے؟

ان علمی چیزوں کو خود پڑھئے دوسروں تک پہنچائیے اور ان کی اشاعت میں تعاون فرمائیے تاکہ عقائد و اعمال صحیحہ کی آبیاری ہو سکے۔

اسلام کا ادنیٰ علم  
محمد خان قادری  
جامعہ اسلامیہ اسلامیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی فرمائی ہمیں معرفت حجت و دلیل کی توفیق دی، صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد پر، آپ کی مبارک آل پر، اللہ تعالیٰ آپ کے صحابہ و تابعین سے راضی ہو۔  
حمد و صلوٰۃ کے بعد۔

ایک فاضل شاگرد محمود سعید نے مجھے کہا کہ آپ مسئلہ ترک پر رسالہ تحریر فرما دیں جو قارئین کو پریشانی اور تشکیک سے نجات عطا کر دے۔ آپ نے اپنی کتاب ابقان الصنعه میں اس پر لکھا ہے مگر وہ نہایت مختصر ہے، بندہ نے ان کے شوق کو سراہتے ہوئے ان کی رائے کو قبول کر لیا، مذکور مسئلہ پر یہ رسالہ تحریر کیا ہے تاکہ اس کا ہر قاری کسی بھی مسئلہ پر استدلال کے معاملہ میں ذہن کو واضح رکھ سکے اور اسے دلیل مقبول اور غیر مقبول کی پہچان ہو جائے۔

واللہ الموفق والہادی وعلیہ اعتمادی



## مقدمہ

وہ دلائل جن سے تمام ائمہ اسلام استدلال کرتے ہیں درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول
- ان دونوں کے بارے میں ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔
- ۳۔ اجماع ۴۔ قیاس

جسور علما ان کو بھی دلیل تسلیم کرتے ہیں۔  
علم اصول میں بیان کردہ دلائل کی بنا پر یہی رائے رائج و مختار ہے۔  
درج ذیل دلائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

- ۱۔ حدیث مرسل ۲۔ صحابی کا قول ۳۔ سابقہ شریعت ۴۔ استحباب ۵۔ استحسان
- اہل مدینہ کا عمل ان پر تفصیلی گفتگو کے لیے امام سیکی کی کتاب جمع الجوامع کے باب الاستدلال کا مطالعہ کیجئے۔

## حکم شرعی کسے کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب جس کا تعلق مکلف کے کسی فعل سے ہو، حکم شرعی کہلاتا ہے اس کی پانچ اقسام ہیں۔

- ۱۔ فرض یا واجب، یعنی جس کے بجالانے والے کو ثواب اور تدارک کو عتاب ہو مثلاً نماز، زکوٰۃ، رمضان کا روزہ، والدین کی خدمت۔
- ۲۔ حرام، جس کے بجالانے پر عتاب اور تدارک کو ثواب ہو مثلاً سود، زنا، والدین کی بے قدری، شراب۔

۳۔ مندوب، جس کے بجالانے والے کے لیے ثواب مگر تدارک پر عتاب نہ ہو مثلاً نماز نفل۔

۴۔ مکروہ، جس کے تدارک کو ثواب لیکن بجالانے کے لیے عتاب نہ ہو مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل۔

۵۔ مباح یا حلال، جس کے فعل و ترک دونوں پر عتاب و ثواب نہ ہو مثلاً تجارت، حلال اشیاء کھانا۔

یہ وہ اقسام ہیں جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے، کسی مسئلہ کو ثابت کرنے والے کے لیے یہ چار نہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی حکم کو کسی ایسی دلیل سے ثابت کرے جو سابقہ دلائل میں شامل نہیں خواہ وہ مجتہد صحابی ہو یا غیر صحابی۔

یہ بات اظہر من الشمس اور ضروریات دین میں سے ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

## ترک کی تعریف

ترک سے مراد دو چیزیں ہیں۔

- ۱۔ حضور ﷺ نے وہ فعل و عمل نہیں فرمایا۔
- ۲۔ کسی صحابی اور تابعی نہیں کیا اور اس پر کوئی حدیث نبوی یا اثر صحابی بیان نہ کیا جو شی متروک کے حرام یا مکروہ ہونے پر دال ہو۔

متاخرین میں بہت سے لوگوں نے اشیاء کی حرمت و مذمت پر اسے دلیل بنا رکھا ہے بعض ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں نے اسے بے تحاشا استعمال کیا ہے مثلاً ابن تیمیہ نے متعدد جگہ پر اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اس پر گفتگو آ رہی ہے۔

## ترک کی وجوہ

حضور علیہ السلام نے کسی شی کو ترک فرمایا تو ضروری نہیں کہ اس کے حرام ہی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے ترک فرمایا ہو، بلکہ اس کے ترک کی اور کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

## ۱۔ عادیہ ترک فرمادیا ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں حدیث ہے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھولی ہوئی گوہ پیش کی گئی، آپ نے بتول فرماتے کے لیے ابھی دست مبارک بڑھایا ہی تھا عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ گوہ کا گوشت ہے۔ آپ نے اسے بتول نہ فرمایا پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے فرمایا۔

لاولکنہ لم یکن بارض قومی حرام تو نہیں ہے ہمارے علاقہ میں یہ پایا فاجدنی اعافہ نہیں جاتی اس لیے میں اسے پسند نہیں کرتا۔

اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔

۱۔ آپ کا کسی شی کو ترک فرمانا اگرچہ کرنے کی تیاری کے بعد ہو اس کے حرام ہونے پر دال نہیں ہوتا۔

۲۔ آپ کا جعہ کسی شی کو پسند فرمانا بھی اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہوتا۔

## ۲۔ نسیانا ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز میں سو ہو گیا چار کے بجائے دو پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا میں بھی انسان ہوں تمہاری طرح بھول جاتا ہو جب بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔

۳۔ امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز تراویح، صحابہ کرام کے اجتماع کے باوجود آپ نے جماعت نہ کروائی (کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائیں)

۴۔ آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو

مثلاً آپ کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے، صحابہ کرام نے محسوس کیا آپ کے لیے منبر ہونا چاہیے۔ منبر کے بارے میں عرض کیا گیا آپ نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ لوگوں تک آواز پہنچانے میں معاون ہے۔ اسی طرح آپ کی

داخل نہ تھی مگر صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ کے لیے بلند جگہ ہولی چاہیے کہ باہر سے آنے والے وفد کو آپ کے بارے میں پوچھنا پڑتا ہے۔ عرض کیا گیا تو آپ نے قبول فرمایا مگر خود اس کے لیے رائے نہ دی۔

۵۔ عمومی آیات یا احادیث کے حکم کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو

مثلاً چاشت کی نماز اور دیگر بہت سے منہوبات جو باری تعالیٰ کے اس ارشاد کرائی کے تحت آتے ہیں۔

واقلو الخیر لعلکم نفلحون خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیابی پاؤ۔

۶۔ اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا۔

لولا حدائہ قومک بالکفر اگر نئے نئے لوگ مسلمان نہ ہوئے

لنقصت البیت ثم لبیننہ ہوتے تو میں کعبہ ڈھا دیتا اور اسے انہی

علی اساس ابراہیم علیہ السلام بنیادوں پر تعمیر کرتا جن پر حضرت ابراہیم

فان قریشا استقصرت بناءہ علیہ السلام نے کیا تھا کیونکہ قریش نے

اس کی تعمیر میں کمی کی ہے۔

تو یہاں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کو محض آپ نے اس لیے ترک فرمایا تاکہ لوگوں میں

غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

الغرض آپ نے اگر کسی شی کو ترک فرمایا تو اس کی متعدد حکمتیں ہوں گی، کسی

حدیث یا قول صحابی میں یہ نہیں ہے کہ جس شی کو آپ نے ترک فرمایا وہ حرام ہوگی۔

ترک، حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا

ہم نے اپنی کتاب "الردالمحکم الممنین" میں واضح کیا ہے کہ شی کا ترک

اس کی حرمت پر دال نہیں ہوا کرتا وہ تمام گفتگو درج ذیل ہے۔

اگر ترک کے علاوہ اس عمل کے ممنوع ہونے پر کوئی نص نہ ہو تو فقط ترک



اس کی ممنوعیت پر حجت نہیں ہوتا بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ اس بات کا فائدہ دے گا ہے کہ اس عمل کا ترک جائز ہے رہا یہ معاملہ کہ وہ فعل ممنوع ہے تو یہ محض رکعت سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے کسی اور دلیل کا ہونا ضروری ہے۔  
امام ابو سعید بن لب اور ضابطہ

امام ابو سعید بن لب نے یہ ضابطہ بھی ذکر کیا ہے، انہوں نے نماز کے بعد مکروہ ٹھرانے والوں کا رد کرتے ہوئے کہا۔

نماز کے بعد مکرمین دعا نے جو دلیل دی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ کا التزام، سلف سے ثابت نہیں، اگر صحت نقل کو تسلیم بھی لیا جائے۔ تو

فالترك ليس بموجب لحكم في ذلك المنعوك الجواز الشرع الحرج فيه ولما تحريم او لصوق كراهية بالمنعوك فلا ولا سيما فيما له اصل جملي متقرر من الشرع كالذعا  
ترک، متروک کے لیے کسی حکم کو جہد نہیں کرتا ہاں اس سے اس فعل کے ترک کا جواز اور بجالانے کی پابندی کی نفی ہوتی ہے۔ رہا اس متروک کا حرام یا مکروہ ہونا تو ترک سے یہ ثابت نہیں ہوتا خصوصاً اس عمل میں جس کی شریعت میں اجلا اصل موجود ہو مثلاً دعا

### شیخ ابن حزم کی تائید

شیخ ابن حزم نے المحلی میں ناگی اور حنفی علماء کا نماز مغرب سے پہلے نوافل کی کراہت پر امام حنفی کا یہ قول بطور استدلال ذکر کیا۔  
ان ابابکر و عمر و عثمان کا نوا حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان لا یصلونہا  
مغرب سے پہلے یہ نفل نہیں پڑھتے تھے۔

پھر اس استدلال کا ان الفاظ کے ساتھ رد کیا۔

لو صح لما كانت فيه حجة لانه ليس فيه انهم رضى الله عنهم نهوا عنها  
اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں یہ کہاں ہے کہ انہوں نے اس نماز سے منع کیا ہے۔

ایک اور ان کی دلیل نقل کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔  
مرویت احداً یصلیہا میں نے کسی کو یہ رکعتیں ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اس کا رد یوں کیا۔

ولمّا فلیس فی هذا لوصح نهی اگرچہ روایت صحیح بھی ہو تو اس میں ان عنہما ونحن لاننکر ترک رکعات سے منع کرنا کہاں ہے اور ہم المنع ما لم یمنه عنه ترک نوافل کا انکار نہیں کریں گے جب (المحلی ۲: ۲۵۳) تک اس سے منع ثابت نہ ہو۔

المحلی کے دوسرے مقام پر نماز عصر کے بعد نوافل پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ حدیث علی تو قطعاً حجت نہیں۔

لانہ لیس فیہ لا اخبارہ بما علم من انہ لم یر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا کما فی هذا نهی عنہما ولا کر لہا فما صام علیہ اسلام قط شہراً كاملاً غیر رمضان ولیس هذا بموجب کر لہبہ صوم شہر کامل تطوعاً (المحلی ۲: ۲۷۱)  
اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ انہوں نے یہ بیان کر دیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس میں نہ تو ان سے منع ہے اور نہ ہی کراہت ہے (آپ ذرا غور کریں) آپ نے رمضان کے علاوہ پورا مہینہ کبھی روزہ نہیں رکھا مگر یہ چیز نفلاً پورا مہینہ روزہ رکھنے کی کراہت کو مستلزم تو نہیں ہے۔

یہ عبارات صراحۃً دال ہیں کہ محض ترک کسی شی کی کراہت کو مستلزم نہیں ہے جتنیکہ اس سے کسی شی کا حرام ہونا ثابت ہو۔ کچھ ہٹ دھرم لوگ اس ضابطہ انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اصول فقہ کا ضابطہ ہی نہیں حالانکہ ان کا یہ قول ان

کی جمالت اور عقل بیمار پر دال ہے۔

اس کے ضابطہ ہونے پر دلائل

آئیے ہم اس پر دلائل ذکر کیے دیتے ہیں۔

- ۱۔ کسی فعل کے حرام ہونے پر تین اشیاء میں سے کسی کا ہونا ضروری ہوگا۔
- ۱۔ اس پر نئی وارد ہو۔

لانقر بوا الزنا

زنا کے قریب نہ جاؤ

ولانا کلو اموالکم بینکم

تم ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ

نہ کھاؤ

بالباطل

۲۔ اس عمل کے بارے میں لفظ تحریم و حرام وارد ہو۔ مثلاً

حرمت علیکم المیتة

تم پر موار حرام کیا گیا ہے

۳۔ اس فعل کی مذمت یا اس پر عقاب کی وعید ہو۔ مثلاً

من غش فلیس منا

جس نے طوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں

ترک ان تینوں میں سے ایک بھی نہیں لہذا اس سے حرمت کا ثبوت ہرگز نہیں ہوگا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما اتکم الرسول فخذوه وما نہکم

اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو

اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک

جاؤ۔

عنه فانتهوا

اس میں یہ تو نہیں فرمایا۔

وما نہکم فانتهوا عنه

جسے آپ نے ترک فرمایا اس سے رک

جاؤ۔

تو ترک ہرگز مفید تحریم نہیں۔

۳۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما امرکم به فانتموا منه

جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے اپنی

طاقت کے مطابق بجا لاؤ اور جس سے

ماستطعنم وما نہینکم عنه

میں منع کروں اس سے بچو۔

فاجتنبوه

آپ نے یہ تو نہیں فرمایا۔

وما نہکم فاجتنبوه

جسے میں ترک کروں اس سے بچو

تو اب ترک کسی کی حرمت یہ کیسے دال ہو سکتا ہے؟

۴۔ علماء اصول نے سنت کی تعریف یوں کی ہے۔

ہی قول النبی صلی اللہ علیہ

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی 'فعل اور

وسلم وفعله و تقریرہ

آپ کا کسی عمل کی تائید کرنا

انہوں نے "ترک" (آپ نے نہ کیا ہو) نہیں کہا کیونکہ ترک دلیل ہی نہیں بنتا۔

۵۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حکم خطاب اللہ کا نام ہے، نور علماء اصول نے واضح کر دیا ہے

کہ اس پر دال قرآن، سنت، اجماع یا قیاس ہو سکتا ہے، ترک ان میں سے کوئی بھی

نہیں لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا۔

۶۔ یہ بھی پیچھے بیان ہو چکا کہ ترک میں تحریم کے علاوہ متعدد احتمال ہیں اور اصولی

قاعدہ یہ ہے کہ جس دلیل میں احتمال ہو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

بلکہ پیچھے یہ بھی گزرا کہ اگر کسی شی کو حضور ﷺ نے ترک فرمایا ہے تو اس

کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ وہ فعل حرام ہے اور یہ بات تھا ترک سے استدلال

کے بطلان پر کافی ہے۔

۷۔ ترک اصل ہے کیونکہ یہ عدم فعل کا نام ہے اور عدم اصل ہوتا ہے اور

فعل عارضی ہے اصل نہیں اور اصل کسی شی پر لغۃ اور شرعاً دلالت ہی نہیں کرتا (کہ

وہ جائز ہے یا ناجائز) لہذا ترک ہرگز کسی عمل کی حرمت کا تقاضا نہیں کر سکتا۔

غیر پسندیدہ اقوال

شیخ ابن سعلانی کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے کسی شی کو ترک فرمایا تو اس

کی اجماع ہم پر لازم ہے اس پر دلیل یہ دی کہ جب آپ نے گواہ سے دست

بہارک کھینچ لیا تو صحابہ بھی کھانے سے رک گئے اور آپ سے پوچھ کر کھلایا۔

جواب: ہم کہتے ہیں آپ کا جواب "فرمایا کہ یہ حرام نہیں" دلالت کر رہا ہے کہ



ترک حرمت کا قضا نہیں کرتا“ حدیث میں ابن سعلانی کے لیے نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

پہلے یہ بھی تفصیلاً ”مگر چکا ہے کہ ترک میں متعدد احتمال ہوتے ہیں تو آپ کی کسی ایسے معاملہ میں متابعت کیسے لازم قرار دی جاسکتی ہے جس میں علوت، سود وغیرہ کا احتمال ہو۔

ابن تیمیہ کی گفتگو

ابن تیمیہ سے سوال ہوا، جو شخص زیارت قبور کرتا ہے اور صاحب قبر کو وسیلہ وغیرہ بناتا ہے ان سے تکلیف رفع کے لیے دعا کرواتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا انہوں نے بڑا تفصیلی جواب دیا جس میں لکھا۔

”ایسا عمل صحابہ و تابعین میں سے کسی نے نہیں کیا“ نہ آخر میں سے کسی نے ایسا کرنے کا حکم دیا یعنی انہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے دعا کے بارے میں عرض نہیں کیا جیسا کہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں عرض کیا کرتے تھے۔

تحقیقی رد

یہ گفتگو متعدد وجوہ کی بنا پر دلیل نہیں بن سکتی۔

۱۔ صحابہ کا یہ فعل امر اتفاقی ہو اس میں یہاں یہ احتمال ہے کہ یہ عمل ناجائز ہے وہاں اس میں یہ بھی تو احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ عمل جائز تھا مگر انہوں نے افضل کو اختیار کر لیا وغیرہ۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہو گیا۔

۲۔ ہم یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے عدم جواز کی وجہ سے یہ عمل ترک نہیں کیا۔

ہماری بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

صحابی رسول حضرت بلال بن حارث الزنی قحط کے سال حضور ﷺ کے مزار مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں۔

۲۲

یا رسول اللہ اسنسق لامتنک اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے۔

آپ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔

انہب الی عمر وانخبرہ انکم مسقون وقل لہ علیک الکبیس کی اور ان سے کہو خوب محنت اور دانائی سے کام لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی تو آپ رو پڑے اور عرض کیا۔

اللہم ما لوالا ما عجزت عنہ اے اللہ ہر وہ کام جو مجھ سے بھاری ہے اس کے علاوہ میں سستی نہیں کرتا۔

حضرت عمرؓ کے اس عمل پر ناراض نہ ہوئے اور نہ منع فرمایا اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو آپ انہیں ضرور منع فرماتے۔

یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں

امام بخاری نے صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ آپ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ میں اسے نہیں پہنوں گا اور آپ نے اسے پھینک دیا، صحابہ نے بھی انگوٹھیاں پھینک دیں۔ (بخاری، باب الاقتداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن حجر نے اس کے تحت فرمایا۔

امام بخاری نے یہاں ایک ہی مثل پر اکتفا کیا ہے کیونکہ یہ صحابہ کی اقتداء فعل اور ترک دونوں پر مشتمل ہے۔

جواب: پھینکنے کو مجازاً ترک کہہ دیا ہے ورنہ پھینکنا فعل ہے اور صحابہ نے فعل ہی کی اقتداء کی ترک تو اسے عارض ہوا ہے، اس طرح آپ نے جب نطین اتارے تو صحابہ نے اقتداء میں نطین اتار دیا تو انہوں نے ایسے فعل میں اقتداء کی جس کا نتیجہ ترک ہے اور یہ محل بحث ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کب آپ کے افعال کی اقتدا کا انکار کیا ہے ہم تو انہی میں فوز و سعادت مانتے ہیں لیکن زیر بحث تو وہ معاملات ہیں جو آپ سے صادر ہی نہیں ہوئے مثلاً مروجہ محفل میلاد، محفل شب معراج وغیرہ ہم انہیں حرام نہیں کہہ سکتے ورنہ یہ تو اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت لازم آئے گی کیونکہ ترک سے تحریم ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اسلاف کا کسی عمل کو ترک کرنا یعنی اسے بجا نہ لانا اس کے ممنوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔  
امام شافعی فرماتے ہیں۔

كل ماله مستند من الشرع فليس  
ببدعة ولو لم يعمل به السلف  
ہر وہ عمل و فعل جس کی سند شرع میں ہو وہ بدعت نہیں ہوا کرتا اگرچہ اس پر کسی سلف نے عمل نہ کیا ہو

کیونکہ ان کا اس وقت بجا نہ لانا کسی عذر کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا وہ اس سے افضل پر عمل پیرا ہوں

ترک کا تقاضا کیا ہے؟

ہم نے سابقہ بیان کیا کہ ترک، حرمت کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ وہ تو متروک کے جواز و مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، علماء حدیث نے ترک کا یہ مفہوم اپنی کتب میں لیا ہے مثلاً۔

امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كان اخبر الامرين من رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء  
مما غیرت النار  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری معمول یہ تھا کہ  
آگ کی مس کردہ چیز کے استعمال کے بعد  
وضو نہیں فرماتے تھے۔

واضح رہے انہوں نے یہ قول اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

ترک الوضوء مما مست النار  
(جس شی کو آگ نے چھوا اس کے استعمال کے بعد وضو نہ کرنا)

اس مسئلہ پر مذکورہ قول سے استدلال نہایت ہی واضح ہے اگر آگ کی مس کردہ چیز سے وضو لازم ہو تو آپ اسے ترک نہ فرماتے۔ جب آپ نے ترک فرما دیا تو واضح ہو گیا کہ وہ لازم نہ تھا۔

امام ابو عبد اللہ تلمسانی نے "مفتاح الوصول" میں فرمایا۔

دلالت میں فعل کے ساتھ ترک بھی شامل ہے کیونکہ جس طرح عدم تحریم پر آپ کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح ترک سے عدم وجوب پر استدلال کیا جاسکتا ہے اس کی مثال وہ استدلال ہے جو ہمارے علماء نے آگ کی مس کردہ چیز سے وضو کے عدم وجوب پر کیا ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی دستی کا گوشت تناول فرمایا پھر نماز ادا فرمائی مگر وضو نہ کیا۔

اسی طرح ہمارے علماء کا یہ استدلال پچھنے لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے پچھنے لگوائے مگر وضو نہ فرمایا۔

(مفتاح الوصول، ۳۳ مطبوعہ مکتبہ خانگی)

اس سے یہ ضابطہ از خود سامنے آ جاتا ہے۔

جائز الشترک لیس بواجب  
جس کا ترک جائز ہو وہ واجب نہیں ہوا  
کرتا

اشتباه کا ازالہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو ترک فرمایا اس کی علماء نے دو اقسام بیان کی ہیں۔  
۱۔ اس فعل کی ضرورت آپ کی ظاہری حیات پیش نہ آئی تھی۔ آپ کے وصل کے بعد اس کی ضرورت پیش آئی یہ جائز ہے۔

۲۔ دوسرا وہ فعل جس کی ضرورت پیش آئی مگر ظاہری حیات میں نہ کیا۔

ترک کی اس قسم کو ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اگر اس کے بجالانے میں مصلحت ہوتی تو آپ بجالاتے جب آپ نے نہیں کیا تو وہ ناجائز ہوگا۔



## عیدین کے لیے اذان کا بدعت ہونا مسلمہ ہے مگر

اس کی مثال ابن تیمیہ نے نماز عیدین کے لیے اذان کی دی ہے جسے بعد کے حکمرانوں نے ایجلا کیا اس پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا 'اذان جیسے افعال جنہیں حضور ﷺ نے ترک فرمایا باوجود ان کی ضرورت بھی تھی۔

کوئی بھی مہتمم اس سے استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ کا ذکر ہے 'لوگوں کو عبادت الہی کی طرف بلانا ہے اور اسے اذان جمعہ پر قیاس کرے تو جب آپ نے جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین کی نماز بلا اذان و تکبیر ادا فرمائی تو آپ کا ترک فرمانا اس پر شاہد فہمرا کہ ترک اذان سنت ہے تو اب کسی کو اجازت نہیں وہ عیدین کے لیے اذان کا اضافہ کرے۔ الخ

## دو مسائل میں التباس

" واضح رہے امام شافعی، ابن حجر مہشی وغیرہ نے بھی یہ بات کی ہے حالانکہ ان کا مسئلہ ترک اور مسئلہ مقام بیان میں سکوت میں التباس ہو گیا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ عیدین کے اذان بدعت و ناجائز ہے مگر اس وجہ یہ نہیں کہ آپ نے اسے ترک فرمایا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے عیدین میں جو کرنا تھا وہ بیان فرمایا مگر اذان کا ذکر نہ فرمایا تو آپ کا سکوت فرمانا اس پر دال ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے ان السکوت فی مقام البیان بفیید بوقت بیان خاموشی حصر کا فائدہ دیتی ہے الحصر

## مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت

جن احادیث میں بوقت بیان سوال سے منع کیا گیا ہے وہ اس قاعدہ کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

۱۔ امام بزار نے حضرت ابو الدواء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما احل اللہ فی کتابہ نہو حلال  
وما حرم نہو حرام وما سکت عنہ  
نہو عفو فاقبلوا من اللہ عافیتہ  
فان اللہ لم یکن ینسی شیئا  
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے حلال  
فرمایا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا  
ہے وہ حرام ہے اور جس پر اس نے  
خاموشی اختیار فرمائی وہ معاف ہے پس  
اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت قبول کرنا  
سیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھول طاری  
نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وما کان ربک نسیا اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔

امام موصوف اس روایت کی سند کے بارے میں کہتے ہیں۔

اسنادہ صالح وصحہ الحاکم اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام دار قطنی نے حضرت ابو ثعلبہ النخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا عجیب خدائے ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ فرض فرائض فلا تنصیوها  
وحد حدودا فلا تعتدوها وحرم  
اشیاء فلا تنتھکوا وسکت عن  
اشیاء رحمة بکم من غیر نسیان  
فلا تنبھثوا عنہا  
اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم قرار دیئے ہیں  
انہیں ضائع نہ کرو حدود مقرر فرمادی ہیں  
ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ اشیاء حرام فرما  
دی ہیں ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن  
اشیاء سے وہ خاموش ہے وہ بھول نہ سمجھو  
بلکہ تم پر رب کی رحمت ہے لہذا ان کے  
بارے میں بحث ہی نہ کرو۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں قاعدہ مذکورہ کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ یہاں وہ ترک نہیں جو محل بحث ہے اور ایک مسئلہ کا دوسرے کے ساتھ التباس نہیں ہونا چاہیے۔

ام کے دونوں کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے تاکہ معاملہ اب کسی پر مشتمل رہے، یہ اہم فائدہ شاید آپ کو اس رسالہ کے علاوہ سے دستیاب نہ ہو۔

## تمہ کلام

حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں ہمیں حضرت سلام بن ابی مطیع نے ابن ابی ذبیہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا، میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا تو آپ نے فرمایا۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ عن رسول اللہ ﷺ نے زہیب اور تمر الزہیب والتمر سے منع فرمایا ہے

یعنی ان دونوں کو مانے سے منع فرمایا، میرے پیچھے سے ایک آدمی نے اس بارے میں کچھ کہا تو میں نے کہا۔

حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ نے تمر اور زہیب النمر والزہیب (کے مانے کو) حرام قرار دیا ہے

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

کذب تو نے جھوٹ کہا۔

میں نے عرض کیا حضرت کیا یہ آپ نے خود نہیں فرمایا؟

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ نے منع فرمایا تو یہ حرام ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

انت نشہد بذلک کیا تو اس کا گواہ ہے؟

حضرت سلام کہتے ہیں آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔

ما تہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ادب یہ حضور ﷺ کا منع کرنا بطور کراہت تھا

ذرا غور تو کیجئے حضرت عبداللہ بن عمر (جو فقہاء صحابہ میں سے ہیں) اس شخص کی کس طرح تکذیب فرما رہے ہیں جس نے لفظ "نہی کی تفسیر" حرم سے کی، اگرچہ

فی مفید تحریم ہوتی ہے لیکن ہر جگہ نہیں بلکہ یہ بعض اوقات مفید کراہت ہوتی ہے "فہو ادب" سے حضرت سلام کی مراد بھی کراہت ہی ہے۔

حضرت ابن عمر کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ کتاب و سنت کی واضح دلیل کے بغیر کسی شی کو حرام کہنے کی جرات کرے اور اس ضابطہ پر صحابہ، تابعین اور تمام ائمہ عمل پیرا ہوئے۔ امام ابراہیم نخعی تاجی کہتے ہیں۔

كانوا يكرهون اشياء اسلاف امت اشياء كرهوا كرهت حرام لا يحزمونها۔ نہیں کہتے تھے۔

اسی طرح امام مالک، امام شافعی اور امام احمد جب تک کسی شی کے حرام ہونے کا یقین نہ ہوتا اس پر حرام کا اطلاق نہ کرتے اگر شبہ ہوتا یا اختلاف وغیرہ تو صرف اتنا کہتے ہیں اسے پسند نہیں کرتا اس پر اضافہ نہ کرتے۔

امام شافعی فرماتے۔

انحشى ان يكون حراما میں اسے حرام کہنے سے ڈرتا ہوں

وہ کسی عمل و فعل پر یقینی طور پر حرام کا حکم لگاتے ہوئے ڈرتے کہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے تحت ہم بھی نہ آجائیں۔

ولا تقولوا لما نصف الستنکم اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان الکذب ہذا حلال و ہذا حرام کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے لتفتروا و اعلى الله الکذب کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

ان کا کیا حال ہو گا جو بغیر (کتاب و سنت کی) کسی دلیل کے بہت سے اعمال کو حرام کہتے ہیں اور صرف اتنی بات کرتے ہیں انہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا حالانکہ آپ پڑھ چکے اس سے عمل کا حرام یا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تو یہ لوگ آیت مذکورہ کے عموم میں شامل ہوں گے۔

ترک کی مثالیں

کچھ ایسے اعمال جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کہا۔



۱- موجد محافل میلاد۔

۲- محفل شب معراج۔

۳- شب برات کے موقع پر شب بیداری

۴- جنازہ کے ساتھ ذکر

۵- گھر میں میت پر تلاوت قرآن

۶- قبر کے پاس تلاوت قرآن

۷- آٹھ رکعت سے زائد نماز تراویح۔

جو شخص ان کو یا ان کی ہم مثل اشیاء کو اس دعویٰ کی بنا پر حرام کہے گا کہ حضور ﷺ نے انہیں نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرماں مبارک مٹ آئے گا۔  
اللہ اذن لکم لم علی اللہ تغفرون کیا اللہ نے اسکی تہلیل جادوگی یا اللہ پر جھوٹا بائذہ ہو۔  
یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان اشیاء کو مباح قرار دینا بھی عموم آیت میں داخل ہے کیونکہ جب تک ان کے بارے میں کوئی نہیں وارد نہ ہو جو ان کے حرام یا مکروہ ہونے کا تقاضا کرے تو اصل اباحت ہی ہے آپ کا ارشاد عالی ہے۔

وما سکت عنه فهو عفو  
اس سے رب تعالیٰ خاموش ہے وہ معاف ہیں (یعنی ان کی اجازت ہے)

یہاں تک ہم نے مسئلہ ترک کو خوب واضح کر دیا ہے اس سے استدلال کرنے والوں کا بھگا ایسے دلائل سے مبالغہ کیا جو کسی منصف کے لیے محل اعتراض نہیں اور کسی مناظر اور مجاہد کے لیے محل مغر نہیں۔

در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی حق کہنے والا ہے اور وہی سیدھے راہ کی رہنمائی فرماتا ہے والحمد للہ رب العالمین

نوٹ: یہ ترجمہ ۳ ستمبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ جامعہ اسلامیہ لاہور میں شروع ہوا اور اس کی تکمیل دوسرے روز ۳ ستمبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع رحمانیہ شلوان لاہور میں ہوئی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم سے دو دن میں یہ ترجمہ مکمل ہو گیا۔

## بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ولي النعم والصلاة والسلام على  
سيد الرب والعجم، سيدنا محمد المخصوص بكامل  
العر والشرف وعلى آله وأصحابه أولي الفضل والكرم.

بَعْدُ

فهذه رسالة وجيزة في صفحاتها، مهمة في  
موضوعها، سبقتها يراعة... العلامة المحدث المحقق  
الشریف سیدی عبداللہ بن الصدیق الغری الحسني  
رحمه الله تعالى ونور مرقدہ، والذي أسعده بجواره  
في ۲۰ شعبان سنة ۱۴۱۳ هـ وقد استوفى المصنف  
بحثاً لم يسبق إليه، ولم ينسب بفضل الله عليه، وهو  
بحث التارك الذي لا بقاء بأمراً أو نهياً.

فإننا نجد جمهرة من المتشددین يستدلون  
بالتارك على تحريم المتروك، وهي شهادة على نفي /

فما أسرع انهيار صرحها وتهاويه أمام الأدلة  
المذكورة في هذه الرسالة.

وإننا نلفت نظر ألقارئ الكريم إلى عدم  
التسرع بالحكم بالتحريم لمجرد الترك فإن في ذلك  
استحداثاً في الدين، وشهادة على النفي، واقتتاتاً على  
الشرع.

وقد أشار المصنف رحمه الله تعالى إلى مسألة  
الترك في كتابيه «اتقان الصنعة في تحقيق البدعة»  
وفي «الرد المحكم المتين على كتاب القول المبين»  
وكلاهما سارت بهما الركبان.

والله نسأل أن ينفع بها وبسائر مصنفاته وأن  
يتغمده برحمته والحمد لله رب العالمين والصلاة  
والسلام على سيد الأولين والآخرين.

عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري

### تقديم

الترك ليس بحجة في شرعنا  
لا يفتضي منعاً ولا إيجاباً  
فمن ابتغى حظراً بشرك نبينا  
وراه حكماً صادقاً وصواباً  
قد ضل عن نهج الأدلة كلها  
بل أخطأ الحكم الصحيح ونجاها  
لا حظر يمكن إلا إن نهى أتى  
منوعداً لمخالفه عذاباً  
أو ذم فعل مؤذن بعقوبة  
أو لفظ تحريم يواكب عاباً



## بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا سواء السبيل ، ووفقنا لمعرفة الحق والدليل ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الأكرمين ، ورضي الله عن صحابته والتابعين .

أما بعد : فقد طلب مني تلميذنا الفاضل الأستاذ محمود سعيد أن أحرر رسالة في مسألة الترك ، تزيل عن قارئها كل حيرة وشك ، وذكر أنه وبعد في ( إتقان الصنعة ) إشارة إليها موجزة ، فأجبت طلبه وأسعفت رغبته ، وكتبته هذا المؤلف محرراً ليكون قارئه في ميدان الاستدلال على بصيرة من أمره ، ويعرف الدليل المقبول من غيره ، والله الموفق والهادي وعليه اعتمادي .

## المقدمة

الأدلة التي احتج بها أئمة المسلمين جميعاً هي :

الكتاب والسنة - لا خلاف بينهم في ذلك - وإنما اختلفوا في الإجماع والقياس ، فالجمهور احتج بهما وهو الراجح لوجوه مقرر في علم الأصول . وتوجد أدلة تختلف فيها بين الأئمة الأربعة ، وهي الحديث المرسل ، وقول الصحابي ، وشرع من قبلنا ، والاستصحاب ، والاستحسان ، وعمل أهل المدينة والكلام عليها مبسوط في كتاب الاستدلال من جمع الجوامع للسبكي .

### ما هو الحكم الشرعي؟

الحكم هو خطاب الله المتعلق بفعل المكلف ، وأنواعه خمسة :

(١) الواجب أو الفرض : وهو ما يثاب فاعله ويعاقب تاركه مثل الصلاة والزكاة وصوم رمضان وبر الوالدين .

(٢) الحرام : وهو ما يعاقب فاعله ويثاب تاركه ، مثل الربا والزنا والعقوق والخمر .

(٣) المندوب : وهو ما يثاب فاعله ولا يعاقب تاركه ، مثل إيفاء الصلاة .

(٤) المكروه : وهو ما يثاب تاركه ولا عقاب على فاعله ، مثل صلاة النافلة بعد صلاة الصبح أو العصر .

(٥) المباح أو الحلال : وهو ما ليس في فعله ولا تركه ثواب ولا عقاب مثل أكل الطيبات والتجارة . فهذه أنواع الحكم التي يدور عليها الفقه الاسلامي . ولا يجوز لمجتهد صحابياً كان أو غيره ان يصدر حكماً من هذه الأحكام إلا بدليل من الأدلة السابقة ، وهذا معلوم من الدين بالضرورة لا يحتاج الى بيان .

### ما هو الترك؟

نقصد بالترك الذي ألفنا هذه الرسالة لبيانه :

ان يترك النبي ﷺ شيئاً لم يفعله أو يتركه السلف الصالح من غير أن يأتي حديث أو أثر بالنهي عن ذلك الشيء المتروك يقتضي تحريمه أو كراهته .

وقد أكثر الاستدلال به كثير من المتأخرين على تحريم أشياء أو ذمها ، وأفرط في استعماله بعض المتطعين المتزمتين . ورأيت ابن تيمية يستدل به واعتمده في مواضع سيأتي الكلام عليها بحول الله .

### أنواع الترك

إذا ترك النبي ﷺ شيئاً فيحتمل وجوها غير التحريم :

(١) أن يكون تركه عادة : قدم إليه ﷺ ضرب مشوي فمده يده الشريفة ليأكل منه فقيل : إنه ضب ، فأمسك عنه ، فسئل : أحرام هو؟ فقال : لا ، ولكنه لم يكن بأرض قومي فأجدني أعافه ! . . والحديث في الصحيحين وهو يدل على أمرين :

أحدهما : أن تركه للشيء ولو بعد الاقبال عليه لا يدل على تحريمه .

والآخر : أن استقذار الشيء لا يدل على تحريمه أيضاً .

(٢) أن يكون تركه نسياناً ، سهواً في الصلاة فترك منها شيئاً فسئل : هل حدث في الصلاة شيء؟ فقال : «إنا أنا بشر أنسى كما تنسون، فإذا نسيت فذكروني» .

(٣) أن يكون تركه مخافة أن يفرض على أمته ، كتركه صلاة التراويح حين اجتمع الصحابة ليصلوها معه .

(٤) أن يكون تركه لعدم تفكيره فيه ، ولم يخطر على باله . كان ﷺ يخطب الجمعة الى جذع نخلة ولم يفكر في عمل كرسي يقوم عليه ساعة الخطبة ، فلما اقترح عليه عمل منبر يخطب عليه وافق وأقره لأنه أبلغ في الاسماع . واقترح الصحابة أن يبنوا له دكة من طين يجلس عليها ليعرفه الوافد الغريب ، فوافقهم ولم يفكر فيها من قبل نفسه .

(٥) أن يكون تركه لدخوله في عموم آيات أو أحاديث ، كتركه



صلاة الضحى ، وكثيراً من المندوبات لأنها مشمولة لقول الله تعالى ﴿ وافعلوا الخير لعلكم تفلحون ﴾ وأمثال ذلك كثيرة .

(٦) أن يكون تركه خشية تغير قلوب الصحابة أو بعضهم قال عليه السلام العائشة : ولولا حداثة قومك بالكفر لنقضت البيت لم لبنيته على أساس إبراهيم عليه السلام فإن قریشاً استقصرت بناء وهو في الصحيحين . فترك عليه السلام نقض البيت وإعادة بنائه حفظاً لقلوب أصحابه القريبى العهد بالاسلام من أهل مكة . . . ويحتمل تركه عليه السلام وجوهاً أخرى تعلم من تتبع كتب السنة . ولم يأت في حديث ولا أثر نصريح بأن النبي عليه السلام ترك شيئاً لأنه حرام .

### الترك لا يدل على التحريم

قررت في كتاب ( الرد المحكم المتين ) أن ترك الشيء لا يدل على تحريمه ، وهذا نص ما ذكرته هناك :

والترك وحده إن لم يصحبه نص على أن المتروك محظور لا يكون حجة في ذلك بل غايته أن يفيد أن ترك ذلك الفعل مشروع . وإما أن ذلك الفعل المتروك يكون محظوراً فهذا لا يستفاد من الترك وحده ، وإنما يستفاد من دليل يدل عليه .

ثم وجدت الإمام أبا سعيد بن لب ذكر هذه القاعدة أيضاً ، فإنه قال في الرد على من كره الدعاء عقب الصلاة : غاية ما يستند إليه منكر الدعاء أدبار الصلوات أن إلتزامه على ذلك الوجه لم يكن

من عمل السلف ، وعلى تقدير صحة هذا النقل ، فالترك ليس بموجب لحكم في ذلك المتروك إلا جواز الترك وانتفاء الحرج فيه ، وأما تحريم أو لصوق كراهية بالمتروك فلا ، ولا سببا فيما له أصل جلي منقرر من الشرع كالدعاء .

وفي (المحلن) ج : ٢ ص : ٢٥٤ ذكر ابن حزم احتجاج المالكية والحنفية على كراهية صلاة ركعتين قبل المغرب بقول إبراهيم النخعي أن أبا بكر وعمر وعثمان كانوا لا يصلونها . ورد عليهم بقوله : لو صح لما كانت فيه حجة ، لأنه ليس فيه أنهم رضي الله عنهم نهوا عنها .

قال أيضاً : وذكروا عن ابن عمر أنه قال : ما رأيت أحداً يصليهما . ورد عليه بقوله : وأيضاً فليس في هذا لو صح نهى عنها ، ونحن لا ننكر ترك التطوع ما لم ينه عنه .

وقال أيضاً في (المحلن) ج : ٢ ص : ٢٧١ في الكلام على ركعتين بعد العصر : وأما حديث علي ، فلا حجة فيه أصلاً ، لأنه ليس فيه إلا إخباره بما علم من أنه لم ير رسول الله عليه السلام صلاهما ، وليس في هذا نهى عنها ولا ذراة لها ، فما صام عليه السلام قط شهراً كاملاً غير رمضان وليس هذا بموجب كراهية صوم شهر كامل تطوعاً . أهـ . فهذه نصوص صريحة في أن الترك لا يفيد كراهية فضلاً عن الحرمة .

وقد أنكر بعض المتطعين هذه القاعدة ونفى أن تكون من علم

الأصول فدل بانكاره على جهل عريض ، وعقل مريض .

وما أنذا أين أدلتها في الوجوه الآتية :

أحدها : إن الذي يدل على التحريم ثلاثة أشياء :

(١) النهي ، نحوه « ولا تقربوا الزنا . ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل » .

(٢) لفظ التحريم ، نحوه « حرمت عليكم الميتة » . . .

(٣) ذم الفعل أو التوعد عليه بالعقاب ، نحوه « من غش فليس منا » . والترك ليس واحداً من هذه الثلاثة ، فلا يقتضي التحريم .

ثانيها : إن الله تعالى قال : ﴿ وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا ﴾ ولم يقل : وما تركه فانتهاوا عنه ، فالترك لا يفيد التحريم .

ثالثها : قال النبي ﷺ : « ما أمرتكم به فأتوا منه ما استطعتم وما نهيتكم عنه فاجتنبوه » ولم يقل : وما تركته فاجتنبوه . فكيف دل الترك على التحريم ؟

رابعها : أن الأصوليين عرفوا السنة بأنها قول النبي ﷺ وفعله وتقريره ولم يقولوا : وتركه ، لأنه ليس بدليل .

خامسها : تقدم أن الحكم خطاب الله ، وذكر الأصوليين : أن

الذي يدل عليه قرآن أو سنة أو إجماع أو قياس ، والترك ليس واحداً منها فلا يكون دليلاً .

سادسها : تقدم أن الترك يحتمل أنواعاً غير التحريم ، فالماعدة الأصولية أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال ، بل هو أيضاً أنه لم يرد أن النبي ﷺ ترك شيئاً لأنه حرام ، وهذا وحده كاف في بطلان الاستدلال به .

سابعها : أن الترك أصل لأنه عدم فعل ، والعدم هو الأصل والفعل طارئ والأصل لا يدل على شيء لغة ولا شرعاً ، فلا يقتضي الترك تحريماً .

#### أقوال غير محررة

قال ابن السمعاني : إذا ترك الرسول ﷺ شيئاً وجب علينا متابعتة فيه ، واستدل بأن الصحابة حين رأوا النبي ﷺ أمسك يده من الضرب توقفوا وسألوه عنه . .

قلت : لكن جوابه ﷺ بأنه ليس بحرام - كما سبق - يدل على أن تركه لا يقتضي التحريم . فلا حجة له في الحديث ، بل الحجة فيه عليه .

وسبق أن الترك يحتمل أنواعاً من الوجوه ، فكيف تجب متابعتة في أمر محتمل لأن يكون عادة أو سهواً أو غير ذلك مما تقدم ؟



سئل عمن يزور القبور ويستجد بالقبور ، في مرض به  
بفرسه أو بعيره ويطلب إزالة الذي بهم أو نحو ذلك ؟

فأجاب بجواب مطول وكان مما جاء فيه قوله :

ولم يفعل هذا أحد من الصحابة والتابعين ولا أمر به أحد من  
الأئمة ، يعني أنهم لم يسألوا الدعاء من النبي ﷺ بعد وفاته  
كانوا يسألونه في حالة حياته .

وقلت في الرد عليه : وأنت خير بأن هذا لا يصح دليلاً  
يدعيه وذلك لوجوه :

أحدها : أن عدم فعل الصحابة لذلك يحتمل أن يكون أمراً  
إنفاقياً ، أي اتفق أنهم لم يطلبوا الدعاء منه بعد وفاته . ويحتمل أن  
يكون ذلك عندهم غير جائز ، أو يكون جائزاً وغيره أفضل منه  
فتركوه إلى الأفضل . . . ويحتمل غير ذلك من الاحتمالات  
والقاعدة أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال انتهى المراد منه .

قلت : ويؤيد أنهم لم يتركوه لعدم جوازه أن بلال بن الحارث  
المرزني الصحابي ذهب عام الرمادة إلى القبر النبوي وقال : (يا  
رسول الله استسق لأمتك) فأتاه في المنام وقال له : « اذهب إلى  
عمر وأخبره أنكم مسقون وقل له : عليك الكيس الكيس »  
فأخبر عمر فبكى وقال : (اللهم ما ألو إلا ما عجزت عنه) ولم  
يعنفه على ما فعل ، ولو كان غير جائز عندهم لعنفه عمر .

قال البخاري في صحيحه :

(باب الاقتداء بأفعال النبي ﷺ) وروى فيه عن ابن عمر قال :  
(أخذ النبي ﷺ خاتماً من ذهب فاتخذ الناس خواتيم من ذهب .  
فقال : إني اتخذت خاتماً من ذهب) . فنبذه وقال : (إني لن ألبسه  
أدأ) فنبذ الناس خواتيمهم . قال الحافظ : اقتصر على هذا المثال  
لاشتماله على تأسيهم به في الفعل والترك .

قلت : في تعبيره بالترك تجوز ، لأن النبذ فعل ، فهم تأسوا به  
في الفعل ، والترك ناشئ عنه .

وكذلك لما خلع نعله في الصلاة ، وخلع الناس نعالهم ، تأسوا  
به في خلع النعل ، وهو فعل نتيجته الترك .  
وليس هذا محل بحثنا كما هو ظاهر .

وأيضاً فإننا لا ننكر اتباعه ﷺ في كل ما يصدر عنه ، بل نرى فيه  
الفوز والسعادة لكن ما لم يفعله كالاحتفال بالمولد النبوي وليلة  
المعراج ، لا نقول إنه حرام ، لأنه افتراء على الله ، إذ الترك لا  
يقضي التحريم .

وكذلك ترك السلف لشيء - أي عدم فعلهم له - لا يدل على أنه  
محظور . قال الامام الشافعي : (كل ما له مستند من الشرع  
فليس ببدعة ولو لم يعمل به السلف) . لأن تركهم للعمل به قد

يكون لعذر قام لهم في الوقت ، أولاً هو أفضل منه أولعله لم يعلم جميعهم علم به .

### ماذا يقتضي الترك؟

بيناً فيما سبق أن الترك لا يقتضي تحريماً ، وإنما يقتضي جواز المتروك ، ولهذا المعنى أورده العلماء في كتب الحديث . فروى أبو داود والنسائي عن جابر رضي الله عنه قال : (كان آخر الأمر من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما غيرت النار).

أوردوه تحت ترجمة : (ترك الوضوء مما مست النار). والاستدلال به في هذا المعنى واضح ، لأنه لو كان الوضوء مما طبع بالنار واجباً ما تركه النبي ﷺ وحيث تركه دل على أنه غير واجب . قال الإمام أبو عبد الله التلمساني في مفتاح الوصول (ويلحق بالفعل في الدلالة ، الترك . فإنه كما يستدل بفعله ﷺ على عدم التحريم يستدل بتركه على عدم الوجوب . وهذا كاحتجاج أصحابنا على عدم وجوب الوضوء مما مست النار به).

روى أنه ﷺ أكل كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ ، واحتجاجهم على أن الحجامة لا تنقض الوضوء ، بما روى أنه ﷺ احتجم ولم يتوضأ صلى . انظر مفتاح الوصول ص : ٩٣ طبعة مكتبة الخانجي ومن هنا نشأت القاعدة الأصولية : جائز الترك ليس بواجب .

### إزالة اشتباه

قسم العلماء ترك النبي ﷺ لشيء ما ، على نوعين : نوع لم يوجد ما يقتضيه في عهده ثم حدث له مقتض بعده ﷺ . فهذا جائز على الأصل .

وقسم تركه النبي ﷺ مع وجود المقتضي لفعله في عهده ، وهذا الترك يقتضي منع المتروك ، لأنه لو كان فيه مصلحة شرعية لفعله النبي ﷺ ، فحيث لم يفعله دل على أنه لا يجوز .

ومثل ابن تيمية لذلك بالأذان لصلاة العيدين الذي أحدثه بعض الأمراء وقال في تقريره : فمثل هذا الفعل تركه النبي ﷺ مع وجود ما يعتقد مقتضياً له مما يمكن أن يستدل به من ابتدعه ، لكونه ذكر الله ودعاء للخلق إلى عبادة الله وبالقياص على أذان الجمعة . فلما أمر الرسول ﷺ بالأذان للجمعة ، وصلى العيدين بلا أذان ولا إقامة ، دل تركه على أن ترك الأذان هو السنة ، فليس لأحد أن يزيد في ذلك . . . إلخ كلامه .

وذهب إلى هذا أيضاً الشاطبي وابن حجر الهيتمي وغيرهما ، وقد اشبهت عليهم هذه المسألة بمسألة السكوت في مقام البيان . صحيح أن الأذان في العيدين بدعة غير مشروعة ، لا لأن النبي ﷺ تركه ولكن لأنه ﷺ بين في الحديث ما يعمل في العيدين ولم يذكر الأذان ، فدل سكوته على أنه غير مشروع .

والقاعدة : أن السكوت في مقام البيان يفيد الحصر .



والى هذه القاعدة تشير الأحاديث التي نهت عن السؤال ما  
البيان .

روى البزار عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : «ما  
أحل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو  
عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئاً ثم تلا : وما  
كان ربك نسياً» .

قال البزار : إسناده صالح ، وصححه الحاكم .

وروى الدارقطني عن أبي ثعلبة الحنسي عن رسول الله ﷺ  
قال : «إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها ، وحد حدوداً فلا  
تعتدوها وحرم أشياء فلا تنتهكوها ، وسكت عن أشياء رحمة بكم  
من غير نسيان فلا تبحثوا عنها» .

في هذين الحديثين إشارة واضحة الى القاعدة المذكورة . وهي  
غير الترك الذي هو محل بحثنا في هذه الرسالة ، فخلط أحدهما  
بالأخرى مما لا ينبغي .

ولذا بينت الفرق بينهما حتى لا يشتبه على أحد . وهذه فائدة  
لا توجد إلا في هذه الرسالة والحمد لله .

\* \* \*

### تتميم

قال عبد الله بن المبارك : أخبرنا سلام بن أبي مطيع عن ابن  
أبي دحية عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر فقال : (نهى  
رسول الله ﷺ عن الزبيب والتمر يعني أن يخلطاً) .

فقال لي رجل من خلفي ما قال ؟ فقلت : (حرم رسول الله ﷺ  
التمر والزبيب) . فقال عبد الله بن عمر : (كذبت) ! فقلت :  
(ألم تقل نهى رسول الله ﷺ عنه ؟ فهو حرام) فقال : (أنت  
تشهد بذلك) ؟ قال سلام كأنه يقول : ما نهى النبي ﷺ فهو  
أدب .

قلت : أنظر الى ابن عمر - وهو من فقهاء الصحابة - كذب  
الذي فسر نهى بلفظ حرم ، وإن كان النهي يفيد التحريم . لكن  
ليس صريحاً فيه بل يفيد الكراهة أيضاً وهي المراد بقول سلام :  
فهو أدب . ومعنى كلام ابن عمر : أن المسلم لا يجوز له أن يتجراً  
على الحكم بالتحريم إلا بدليل صريح من الكتاب أو السنة ، وعلى  
هذا درج الصحابة والتابعون والأئمة .

قال إبراهيم النخعي وهو تابعي : كانوا يكرهون أشياء لا  
يحرمونها . وكذلك كان مالك والشافعي وأحمد كانوا يتوقفون إطلاق  
لفظ الحرام على ما لم يتيقن تحريمه لنوع شبهة فيه ، أو اختلاف أو  
نحو ذلك ، بل كان أحدهم يقول أكره كذا ، لا يزيد على ذلك .  
ويقول الامام الشافعي تارة : أخشى أن يكون حراماً ، ولا

يجزم بالتحريم بخاف أحدهم إذا جزم بالتحريم أن يشمله قول الله تعالى : ﴿ ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ﴾ .

فما هؤلاء المتزمتين اليوم بجزم بتحريم أشياء مع المبالغة في ذمها بلا دليل إلا دعواهم أن النبي ﷺ لم يفعلها ، وهذا لا يفيد تحريماً ولا كراهة ، فهم داخلون في عموم الآية المذكورة .

### نماذج من الترك

هذه نماذج لأشياء لم يفعلها النبي ﷺ :

- (١) الاحتفال بالمولد النبوي .
- (٢) الاحتفال بليلة المعراج .
- (٣) إحياء ليلة النصف من شعبان .
- (٤) تشييع الجنائز بالذكر .
- (٥) قراءة القرآن على الميت في الدار .
- (٦) قراءة القرآن عليه في القبر قبل الدفن وبعده .
- (٧) صلاة التراويح أكثر من ثمان ركعات .

فمن حرم هذه الأشياء ونحوها بدعوى أن النبي ﷺ لم يفعلها فأنل عليه قول الله تعالى ﴿ الله أذن لكم أم على الله تفترون ﴾ . لا يقال : وإباحة هذه الأشياء ونحوها داخلة في عموم الآية لانا

نقول : ما لم يرد نهى عنه يفيد تحريمه أو كراهته ، فالأصل فيه الإباحة لقول النبي ﷺ : « وما سكت عنه فهو عفو » أي مباح .

وبعد : فقد أوضحنا مسألة الترك ، وأبطلنا قول من يحتج به بما بدیناه من الدلائل التي لم تدع قولاً لمنصف ولا تركت هرباً لصاحب جذن ولحاج .

والله يقول الحق وهو يهدي السبيل ، والحمد لله رب العالمين .



تعلیم و مطہنی کا چوبکب کتاب ہوگا ۴۴۴

# انتار رسول کی عظمتیں

از افادات  
محقق العصر حضرت علامہ  
مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی

مرتبہ  
منظور حسین اختر

تحفہ ناموس رسالت محاذ

لسان العرب میں ابن منکور نے لفظ "النبی" کے تحت ایک مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ النبی: المرسل اور المرسل جمع۔

یعنی وہ ہے جو خود بھی بلند ہے والا ہو اور جس کو چاہے اسے بلند رہے عطا کرنے والا بھی ہو۔ یعنی جس چیز کو نبی سے نسبت ہو جائے وہ بھی بلند مرتبت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کو آقا حضور ﷺ سے گہری نسبت ہونے کی بدولت عطا ہوا کہ کرداروں ولی، قطب، غوث، ابدال اکسے ہو جائیں کسی ایک صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے بلکہ حضور ﷺ کی ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر سوا صدقہ کرو تو تم صحابہ کے ایک ہند یا سوا صدقہ کے ثواب کو بھی نہ پاسکو گے۔ (بخاری و مسلم) یہ ساری عظمتیں نسبت مصطفیٰ ﷺ کی مرہون منت ہیں نسبت کا فیضان ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب! میں تو کئی بھی قسم ہی لئے کھاتا ہوں کہ تو اس میں تشریف فرما ہو (سورہ مدہ) یہی نہیں اللہ کریم نے کسی چہرے کی قسم نہیں کھائی۔ اور اگر کھائی ہے تو "ربیع و النبی" کی۔ کسی حسین سے حسین کی قسم نہیں اٹھائی، اگر قسم اٹھائی ہے تو "واللیل اذا مسجی" کی۔ کسی کے اندازِ ظلم نے اللہ کریم کو نہیں لٹھکایا لیکن اس نے اپنے "وہیلہ" فرما کر محبوب کی گفتاری بھی قسم اٹھائی اور زمانے سارے ہی اللہ کریم نے پیدا فرمائے، آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام زمانوں کی خالق و عی ذات کریم ہے لیکن اس نے کسی زمانے کی قسم نہیں اٹھائی، ہاں "والعصر" کہہ کر محبوب ﷺ کے زمانے کی قسم اٹھائی۔ اس خالق کائنات کے سامنے کئی عظیم شخصیات نے قسمیں کیں۔ تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء سب کی عمریں گزریں، لیکن خدا نے "لعمروک" فرما کر واضح کیا کہ جس عمر مبارک کو نسبت سے نسبت ہے وہ عمر بھی ہمیں پیاری ہے۔ گویا ہر وہ شے جسے محبوب کریم سے نسبت ہو وہ رب کریم کو بھی پیاری ہے اور اگر کسی کو ماننے والے مسلمانوں کو بھی پیاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والے ہر کرامت والے میں غفوار ہے اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ ان ہر کرامت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ اور یہ تو سب پر عیاں ہے کہ صحابہ کرام کا حضور ﷺ کے بال مبارک، لعاب مبارک، خون مبارک، حتیٰ کہ بیل مبارک کی عظمت جانتے تھے اور انہیں جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ آئندہ صفحات میں یہ واضح ہو جائے گا کہ کس طرح صحابہ کرام نے ہر کرامت نبوی کی حفاظت کی اور وقت کی کمی ان کے حلق و پیش فرمائیں اور ہمیں یہ عقیدہ دیا کہ "اگر بکڑی بے کی تو انہی کرامت کی وجہ سے بنے گی۔"

حضور نبی کریم ﷺ کے ہر کرامت شریف میں نطنج شریف کا ایک ممتاز مقام ہے۔ اور جنہوں نے حضور ﷺ کی محبت کی ان میں سے سر فرست حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اسماء ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہی "صاحب نطنج مصطفیٰ" ہے، کہ جب بھی حضور ﷺ نطنج شریف آجاتے آپ انہیں جلدی سے اٹھا کر ان کے والدین دیتے اور ان کی حفاظت فرماتے اور اس محبت اور حفاظت کا انعام اللہ کریم نے انہیں یوں دیا کہ انہیں "حضر الامام" مسلم امت کا لقب عطا ہو گیا اور حضور ﷺ نے قرآن مجید کے متعلق جن چار صحابہ کے نام ارشاد فرمائے ان میں سے امام حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھی ہے۔ گویا نطنج کی حفاظت کا انعام، علم کی صورت میں ملا اور وہ بھی قرآن کا علم۔ اور یہ تو انعام تھا نہ جانے آخرت میں کیا بلند درجہ ملا ہوگا۔



سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی نسبت مصطفیٰ ﷺ سے محبت :-

مجھے انہیں ہاتھوں سے غسل دینا:

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے جب حضرت ابو بکرؓ کے وصال کا وقت آیا تو آپؐ نے مجھے بلایا۔ اور یہ وصیت فرمائی کہ میں اپنے ہاتھوں سے غسل دیتا جس سے رسول اللہ ﷺ کو دیا تھا مجھے محبوب خدا کے پہلو میں دفن کرنا:

ابن مسعودؓ حضرت عمرو اور قاسم بن محمدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وصال کے وقت آپؐ نے اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ زینبؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہو گیا تو ان کی قبر اس طرح بنائی گئی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کا نہ حصہ مبارک کے برابر تھا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ زینبؓ کو یہ وصیت فرمائی تھی آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہوا تو ان کی قبر اس طرح بنائی گئی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کا نہ حصے کے برابر تھا (تاریخ الخلفاء ۸۵)

حضرت علیؓ کی تبرکات مصطفیٰ ﷺ سے محبت :-

میرے کفن و جسم کو یہ خوشبو لگانا :-

حضرت ابو داؤدؓ، حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ ان کے پاس خوشبو تھی فرمایا اس کو اپنے کفن کو معطر کیا جائے اور ساتھ فرمایا یہ حضور ﷺ کے کفن کو لگائی گئی خوشبو سے بچی ہوئی ہے۔ (المسند ۵۱۵۱)

حافظ ابن اثیرؒ نے بھی وصیت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

حضرت علیؓ کے پاس حضور رسول ﷺ سے بچی ہوئی خوشبو تھی وصیت کرتے ہوئے فرمایا میرے کفن کو یہی خوشبو لگائی جائے۔

امام بدر الدین عینیؒ نے میت کو خوشبو لگانے پر دلائل دیے ہوئے اس وصیت کا ذکر بھی کیا ہے۔ "حضرت علیؓ نے اپنے کفن کی وصیت کی اور فرمایا یہ خوشبو رسول اللہ ﷺ سے بچی ہوئی ہے یہی مجھے لگائی جائے۔

اس وصیت کی تفصیل شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ یوں فرماتے ہیں

"منقول ہے کہ غسل کے وقت پانی کے قطرات آپ ﷺ کی ہڈوں اور ناف میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے اس کا کچھ نہیں چوس لیا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری قوت حفظ اور کثرت علم اس پانی کی برکت سے ہے۔ جب غسل مکمل ہو گیا تو آپ ﷺ کے اعضاء مجھ پر خوشبو لگائی تھیں ہر کفن کو دھوئی دی گئی اس کے بعد جبہ اطہر کو چار پانی پر رکھا گیا یہ بھی منقول ہے کہ اس خوشبو کا کچھ حصہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹوں کے سپرد کرتے ہوئے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو میں سے ہے اسے محفوظ کرنا اور میرے کفن کو اسی خوشبو سے معطر کرنا۔

مصطفیٰ ﷺ کا ایک حصہ چوری ہو گیا (ایک نعل مقدس)۔ اور اس سے آگے کیا گھسیں کر دل غم سے پھٹا ہوا تھا۔ قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ آنکھیں خون برساری ہیں، درماغ صدمے سے غر حال ہو رہا ہے، مگر قسم کی زبان سے نکلتی ہے "چوری" کا لفظ لکھتے ہوئے سچ لکھتا۔ یہ داستان غم سیاسی کی بجائے آنسوؤں سے رقم ہوتی۔ ان صفحات پر نگاہوں کی جستجو دل کھرا ہونظر آتا۔ ہاں ہاں!!! ہر شے نوحہ کن ہے۔ ہر دل مغموم ہے۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ہر درماغ پریشان ہے۔ ہر دل ہماری ستار چمن گئی۔ ہماری دولت لٹ گئی۔ ہماری ثروت کھو گئی۔ گویا ہم آسمان سے زمین پر پڑے گئے۔ گویا ہماری زمین میں بدل گئیں۔ ہمارا سب کچھ ہی توت لٹ گیا۔ یہ اونچی اونچی بلڈنگیں، یہ سرسبز باغات، یہ شیشے شیشے شاہراہیں، یہ خوبصورت گھر سب کسی کام کے نہیں۔ اگر ہمارے پاس ہمارے نبی ﷺ کے نعلین نہیں۔ ہاں ہاں خدا کی قسم!!! ہم سے سب کچھ لٹ گیا۔ ہم لڑنے کو تیار ہیں۔ ہم اولاد قربان کرنے کو تیار ہیں۔ "لہذا کہ ایسی و ایسی یاد رسول اللہ ﷺ" ہم تو سب کے نعلین شریف پر ہاں باپ بھی قربان کرتے ہیں۔ خدا!! ہم سے سب کچھ لے لو۔ مگر ہمیں ہمارے پیارے ﷺ کو واپس کر دو۔ کہ ان کے سوا ہمارا ہی ہے کیا؟ صاحبو! کبھی محبت بھی بچی جاتی ہے؟ کبھی پیار بھی فروخت کیا جاتا ہے؟ کبھی بھی سر بازار بھی نظر آتی ہے؟ نہیں نہیں۔ ایک محبت کے پاس سوائے محبوب کی یاد کے اور ہوتا ہی کیا ہے؟ وہ تو زندگی کی سہارے پہ گزرتا ہے۔ وہ تو رات کی تنہائیاں، ذکر محبوب کی انجمن میں گزرتا ہے۔ ایک محبت کیسے برداشت کرے؟ ہمارے سے منسوب کوئی شے دور ہو جائے۔ وہ تو اسے دیکھ کر تسکین حاصل کرتا ہے۔

نعلین پاک کے متعلق ہی قومولا حسن رضا خان بریلویؒ نے فرمایا تھا کہ

جو سر پہ کھنے کوں جائے نعل پاک حضور ﷺ تو پھر کہیں کے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں!

گویا آج ہمارے سر سے ہمارا تاج اتر گیا۔ ہماری تاجدار ی ختم ہو گئی۔ ہم کیوں نہ رو دیں؟ ہمارا جگر کھنکھاتا ہے۔ ہم یہ کیسے برداشت کریں؟؟ ہاں ہاں! یہ کوئی معمولی شے نہیں۔ یہ تو نعلین مصطفیٰ ﷺ تھے۔ جن کو اٹھا کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے صاحب علم و فکر کرتے تھے۔ ان کی حفاظت کرتے تھے۔ گویا نعلین شریف کی حفاظت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سنت ہے۔ یا خدا! ہماری نعلینوں کو معاف فرما دے، تیرے محبوب کے نعلین کی حفاظت میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی۔ مولا! ہمیں معاف فرما دے۔ ہمیں علم ہوتا تو اس کے گرد پہرہ دیتے۔ دن رات سینے سے لگاے رکھتے۔ مگر بھگ۔ ہمیں کب علم تھا۔ حکومت پر منتظر تھے۔ مولا! ہماری ستار چمن واپس کر دے۔ ہمیں محبوب کی یاد سے محروم نہ کر، اسے بد قدیرا تو قہر و عذاب عظیم بذات الصدور ہے، ہم کمزور ناتواں ہیں۔ ہماری مدد فرما۔ ہماری مدد فرما۔ یا مولا کریم!

زیر نظر صفحات میں صحابہ و ائمہ امت کے حوالے سے تبرکات نبوی ﷺ اور خصوصاً نعلین شریف کے متعلق روایات نقل کی گئی ہیں تاکہ ہم ہر تبرکات شریفہ اور نعلین مقدسہ کی فضیلت واضح ہو۔







## حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آثار نبوی ﷺ سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو کہنے لگے کہ میرا صفا کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے ہال مبارک کھانے کا ارادہ فرمایا "میں نے اس کے لئے کراپ کے ہال بنائے اور مبارک ہال حاصل کر لئے جب میں فوت ہو جاؤں تو ان ہالوں کو میرے منہ اور ہاتھ پر رکھ دیا۔ تاریخ ابن عساکر ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان)

ہاشم مبارک مصطفوی ﷺ اور حضرت معاویہؓ کی آنکھیں:

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں کے تراشے پاس رکھے ہوتے تھے ان کے ہاتھوں میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا "ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہاشم اور ہال کاٹنے میں نے انھیں منع کر دیا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو انھیں میرے منہ اور ہاتھ پر رکھ دیتا۔ میں نے ایک ٹیشی میں آپ کے ہاتھ آج کے لئے محفوظ کیئے تھے میری آنکھ کے بعد انھیں میری آنکھوں پر رکھ دیتا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۲۹۳-۲)

توجہ فرمائیے! حضرت معاویہؓ بھی ہمیں یہ عقیدہ دے رہے ہیں کہ تہکات نبوی ﷺ کی بدولت اللہ کا رحم ہوتا ہے۔

ہاشم نہیں کر انھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنادیتا:

امام طہس الدین محمد بن عثمان الذہبی نے آپ کی وصیت یوں بیان کی ہے "میں رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ مبارک رکھا۔ آپ ﷺ نے انھیں مبارک اتار کر مجھے پہنا دیا۔ میں نے وہ قیص اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک محفوظ کر لئے تھے جب میں فوت ہو جاؤں قیص مبارک کو میرے جسم پر رکھ دیتا اور ہاتھ مبارک کو پیس کر انھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنادیتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۶۰)

ہاتھ مبارک رکھ کر مجھے سپرد خدا کر دیتا:

امام نووی نے آپ کی یہی وصیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ "ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک تھے انھوں نے یہ وصیت کی انھیں پیس کر میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیتا اور کہا ایسا کر کے مجھے سب سے زیادہ رحم فرمائے اللہ کے پیرا کر دیتا۔" (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۱۰۳)

تہک نبوی ﷺ مرنے کے بعد بھی جدا نہ ہو:

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے بیان کیا کہ "میں سرور عالم ﷺ

کی خدمت اقدس میں حاضر تھا آپ ﷺ حاجت کے لئے تشریف لے گئے میں ہالی کا کوزہ لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے جسد اقدس کا ایک کپڑا مجھے پہنا دیا میں نے اس کپڑے کو آج کے دن کے لئے محفوظ کر لیا تھا۔"

امام نووی نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا ہے جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو "انھوں نے وصیت کی کہ ہاتھ مبارک کو میرے جسم پر رکھ دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہنائی تھی اور اسے میرے جسم سے ملا کر رکھنا۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۱۰۳)

امام ابن عبد البر نے وصیت کے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ "اس قیص کو میرے کفن کے نیچے جسم سے متصل کر کے رکھنا۔" (مجمع المصابیح ج ۲ ص ۲۹۹)

حضرت معاویہؓ کے یہ الفاظ ذرا غور سے پڑھیں کہ "اگر کوئی قطع مند چیز ہے تو یہی ہے" گویا ساری دنیا اور اس کی تمام باتوں میں سب سے زیادہ قیمتی اور نادر و مندر چیز تہکات نبوی ﷺ ہیں، بدقسمت ہیں وہ لوگ جو انھیں کھوکھلیات کی طرح سمجھ رہے ہیں۔

دولت قربان کر کے حضور ﷺ کا تبرک حاصل کرنا:

حضور انور ﷺ نے حضرت کعب بن زہیر بن ابی اسلمی شاعر کو کمال شفقت فرماتے ہوئے جو چادر عمارت کی تھی حضرت معاویہؓ نے اسے ان کی اولاد سے جس بزرگوار ہم دے کر حاصل کر لی تھی۔ (المسیر والحدیث ج ۲ ص ۲۴۲)

ساری دولت ایک طرف حضور ﷺ کا تبرک شریف ایک طرف:

حضرت معاویہؓ نے حضرت کعبؓ سے کہا تھا کہ وہ چادر جو حضور ﷺ نے انھیں عطا کی تھی وہ انھیں معاوضہ عبادت کر دیں تو حضرت کعبؓ نے جواب دیا "میں حضور ﷺ کے مبارک کپڑے پر کسی کوڑھ نہیں دیتا۔" یہی وہ چادر تھی جس سے خلفاء بنو امیہ اور پھر خلفاء بنو عباس تبرک حاصل کرتے اور عیدین کے موقع پر اسے پہنتے۔ (المسیر والحدیث ج ۲ ص ۲۴۲)

معلوم ہوا پہلے مسلمان عکرم ان حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار شریفہ کی حفاظت اور ان سے تبرک حاصل کرتے، یہی وجہ تھی کہ مسلمان ساری دنیا پر عکرم ان تھے، کاش ہمارا ہاتھ کھویا ہو اتمام پھر حاصل کر سکیں۔

یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے میں کفن دیجئے! طبرانی، ابویہ مخزومی نے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ولید بن ولید مکہ میں بھوس تھے انھوں نے ہجرت کے وقت سارا مال بیچ دیا اور حضرت عیاش بن ابی رہبہ اور سلیم بن ہشام کے ساتھ ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا "میری تمنا ہے جب فوت ہو جاؤں تو آپ ﷺ مجھے اپنے مبارک جسم سے مس ہونے والے کپڑے میں کفن دیں۔ جب اس صحابی کا وصال ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے قیص میں کفن دیا۔ (المصابیح ج ۲ ص ۶۳۰)



حضور ﷺ سے ایک صحابی کا کفن کے لئے چادر مانگنا؟

پھر ان پر رسول اللہ ﷺ نے دست اقدس رکھا تھا۔ (ابوداؤد، اب الاذان)

حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ اور آثار نبوی ﷺ:

حضرت خالد بن سعید بن العاص کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے تو انھوں نے ان کی بیٹی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ انگوٹھی ہوائی ہے نہ یا رکھاؤ، میں نے پیش کی تو وہ انہوں نے کہی فرمایا اس کا نقش کیا ہے عرض کیا "مصحف رسول اللہ ﷺ" حضور ﷺ نے وہ انگوٹھی لے کر ان کی بیٹی کو جب موت آئی تو وہ انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی۔ (المستدرک ۲: ۹۳)

حضور ﷺ کا عصا مبارک میرے کفن میں رکھ دینا:

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن انیس کے بیٹے سے مروی ہے کہ والد گرامی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف فرمایا اطلاع ملی ہے خالد بن سفیان مقام عرنہ پر ہمارے خلاف لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تم جاؤ اور اسے قتل کر دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا علیہ بیان کر دیجئے تاکہ اسے پہچان سکوں فرمایا اس کا جسم زمیں کی طرح دفن ہوگا میں کوہار چپا کر مقام عرنہ پہنچا عصر کا وقت تھا جب میں نے اسے دیکھا تو اسی طرح تھا جیسے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا اب خوف لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نماز ادا کروں تو یہ نکل جائے میں نے رکوع و سجود کے اشارے سے کیا اس کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا عرب میں سے ہوں تاکہ تو کسی شخص کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تو میں بھی آگیا ہوں۔ کہنے لگا ہاں درست ہے میں تمہاری دیر اس کے ساتھ چلا جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہو گئی تو کوہار سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا یہ چہرہ کا سبب ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے قتل کر دیا ہے فرمایا تم حج کر رہے ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ چلنا شروع فرمایا حتیٰ کہ آپ اپنے گھر داخل ہوئے پھر اپنا عصا مبارک عطا کیا اور فرمایا اے عبداللہ اب اسے اپنے پاس رکھو لا رکھو۔ میں عصا مبارک لے کر باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا یہ عصا تمہارے ہاتھ میں کیسے ہے؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرما کر کہا ہے اسے اپنے پاس رکھو۔ لوگوں نے کہا کیا ایسا نہیں ہو سکتا تو واپس جا کر آپ ﷺ سے عرض کرے کہ عصا عطا کرنے کی حکمت کیا ہے؟ میں نے واپس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کرم فرمائی کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ روز قیامت میرے اور تیرے درمیان ملاقات کی علامت ہوگا۔ حضرت عبداللہ نے اس عصا کو اپنی کوہار کے ساتھ محفوظ کر لیا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے کہ وصال کے وقت وصیت کی اسے میرے کفن میں رکھ دینا پھر کوہار اور عصا ان کے کفن میں رکھ دیے گئے۔

امام طبرانی نے حضرت محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وہ عصا عطا کی جس کے ساتھ آپ ایک لگا کر کرتے تھے اور فرمایا اے عبداللہ اس کے ساتھ لپک لگاؤ یہاں تک کہ تم مجھے روز قیامت ملو اور عصا ان کے جسم پر رکھ کر کفن دیا اور ان کے ساتھ انھیں دفن کر دیا گیا۔ (سیدنا محمد رسول اللہ ۳۰۰)

حضرت کل بن سعد الساعدی سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے اس لئے لائی ہوں تاکہ آپ ﷺ کو اوڑھائیں۔ آپ ﷺ یکن کر تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ چادر کتنی خوبصورت ہے مجھے نو عادیں۔ فرمایا تمک ہے آپ ﷺ! کھر تشریف لے گئے اور وہ چادر اسے بھجوا دی۔ دیگر صحابہ نے ان پر یہ اعتراض کیا کہ تم نے علم ہے آپ ﷺ کسی سال کو نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی پھر نے سوال کر دیا کہ اسے کرا چاہئے تھا۔ اس صحابی نے جواباً عرض کیا "اللہ کی قسم میں نے چادر پہننے کے لئے نہیں لی، ہاں میں نے اس لئے لی کہ تاکہ موت کے دن میرا کفن بنے۔" ان جریہ نے اس صحابی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "اللہ کی قسم میں اس سونے پر صاف بات نے ابھارا ہے کہ میں اس چادر سے برکت حاصل کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے پہنا اور میں اسے اپنا کفن ماناں گا۔" (ابن ماجہ ۱۳۹۱)

حضرت کل فرماتے ہیں ان کی وصیت کے مطابق وصال کے دن وہی مبارک چادر ان کا کفن بنی۔ (مسند احمد ۲۳۳-۵) علامہ کے نزدیک یہ صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف یا حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔

ایک صحابیہ کا آثار شریفہ سے محبت کرنا:

حضرت امیہ بنت ابی الصلت قبیلہ بنو غفار کی ایک خاتون کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خیر میں رنجی اور مال نفیس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ ہار جو میرے گلے میں آپ دیکھ رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا بلکہ میرے گلے میں پہنا دیا تھا۔ اللہ کی قسم میں اسے کبھی بھی اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گی۔ راوی کا بیان ہے جب ان کا وصال ہوا تو وہ ان کے گلے میں تھا پھر انھوں نے یہ وصیت بھی کی کہ اس ہار کو میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔

حضرت ابو محذورہ الجمعی اور نسبت مصطفیٰ ﷺ کا ادب:

حضرت ابو محذورہ الجمعیؓ کو حضور ﷺ کے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت بلال حبشہ نبوی کے مؤذن اور یہ حرم کعب کے مؤذن تھے۔ انھیں جب حضور ﷺ نے اذان کی تعلیم دی تو ان کے سر کے اگلے حصہ پر آپ ﷺ نے مبارک دست اقدس رکھا۔ احترام نبوی کے پیش نظر زندگی بھر وہ بال نہ منڈوائے اور نہ کوائے وہ بال اتنے بڑھ گئے تھے کہ جب بیٹھتے تو بال زمین پر پھیل جاتے۔ لوگ جب پوچھتے! آپ انھیں کٹوا کیوں نہیں دیتے؟ آپ فرماتے رسول اللہ ﷺ نے ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا تھا موت تو آ سکتی ہے مگر میں انھیں منڈوانا نہیں سکتا۔ راوی کا بیان ہے انھوں نے بال نہ منڈوائے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ (المستدرک ۵۸۹: ۳)

ابوداؤد میں آپ کے بیٹے سے یہ الفاظ مروی ہیں "ابو محذورہ نے اپنے بال نہ بھی منڈوائے نہ ان میں مانگ نکالی







ہیں) نے خبر دی کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے یہ نقش بنوایا وہ ایک روز میرے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے مگر اس نقش کی ایک عجیب برکت دیکھی میں نے پوچھا تو نے اس کی کون سی برکت دیکھی تو کہنے لگا کہ میری بیوی کے انتہائی بیمار ہوا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئی تو میں نے یہ نقش نعلین پاک اس کے دروازے پر رکھ دیا جگہ پر رکھ کر عرض کی "اللھم ارفنا صاحب النعل فشفنا ھا ھذا للھین" (یا الہی مجھ کو صاحب نعلین شریف کی برکت دکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمادی)

### خزینہ برکات و دافع الہلیات:

ابو اسحاق ابراہیم الخانی نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس حرکت رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے شیطان مردود کے شر سے ظالم ظالموں کے ظلم سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے امان میں رہے اور اگر کوئی حادثہ عورت اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے تو اسے زہ کی شدت سے بفضل الہی نجات ہو۔

### نظر اور جادو سے نجات:

اور ان برکات میں سے یہ ہے کہ نظر بد اور جادو نو نہ سے آدمی امان میں رہتا ہے جیسا کہ امام شرف الدین رحمہ اللہ کے کلام میں بھی مذکور ہے۔

### زیارت رسول ﷺ کا وسیلہ:

اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے کے لئے بعض آئمہ نے بیان فرمایا کہ اس کو قبول تمام حاصل ہو جاتا ہے اور دنیا میں اس کی عزت و وقار بلند ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے حامل کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوگی یا پھر وہ مجتہد نظر کی حاضری سے مستفید ہوگا (فتح التعلال فی مدح افعال)

### حفظ و امان کی ضمانت:

بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس لشکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ ہوگی۔ جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے گا جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ سامان چوری نہیں ہوگا اور جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق ہونے سے بچی رہے گی اور جو کوئی صاحب نعل سے کسی حاجت میں توسل کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔ (فتح التعلال فی مدح افعال)

### وقار و عزت کا حصول:

امام احمد امقری فرماتے ہیں کہ جو کوئی اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ اپنی تمام امیدوں اور آرزوئیں حاصل کرے گا اور اگر کوئی شخص اس کو تنویذ یا کرنامہ میں اس ارادے سے رکھے گا کہ وہ اپنے تمام جنسوں سے ترقی کر جائے

نقلی شخص علم میں اس کی ہدایت نہ کر سکے تو وہ شخص ان امور کو پالے گا۔ اور ہر وہ چیز حاصل کرے گا جس کا وہ طلب گار ہوگا۔ حتیٰ کہ ہر عیب و غیرہ کا بھی وہ اپنے ہم عصروں سے زیادہ احق ہوگا۔ بشرطیکہ یہ عمل حسن و صدق نیت اور یقین سے کرے تو وہ عزت پائے گا۔ اگرچہ یہ ایسے امور نہیں جن کی طرف اختیار مستحب ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اغیار سے محفوظ رکھے۔ (فتح التعلال)

### شفائے بیمار اہل:

امام احمد امقری فرماتے ہیں مجھے ایک شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک شدید مرض لاحق ہو گیا کہ وہ قریب جا کر مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا کہ میں نقش نعلین مطہر سے توسل کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور مجھے شفا بخش دی۔ خود امام احمد امقری اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جزائر کے سفر میں تھا تو یہ نقش میرے پاس تھا تو وہ عظیم و مسافر میری عزت کرتا تھا اور انا کن شریف کی زیارت کا عزم کیا تو اس کے صدمے سر سبز زمین اور پانی کے چشمے دستیاب ہوئے۔ (فتح التعلال فی مدح افعال)

ابن الرشید نے (ملی المصیب) میں مدرسہ شریفہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان مدارس میں ایک عمارت بہت بلند ہلا اور خوبصورت ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کی ایک نعل مبارک ہے اور میں نے تحرک حاصل کرنے اور اپنی بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے اس کا تقد کیا، پس میں نے اس سے برکت حاصل کی اور وہاں میں نے ایک اور مرتبہ اسی عمارت سے آئے ہوئے پائے جن کا نام گرامی شیخ زین الدین عبد اللہ الغداری شافعی ہے (فتح التعلال فی مدح افعال)

### ساری دولت نعلین شریف پر تصدق:

جامعہ اشرفیہ دمشق کی نعلین شریف کے متعلق لکھتے ہوئے امام احمد امقری فرماتے ہیں کہ اس نعل مبارک کے یہاں بچنے کے بارے میں مجھے ابو عبد اللہ محمد بن القصاب نے خبر دی کہ ایک شعبان المعظم ۶۲۷ھ کی تاریخ کو یہ نقش مبارک اس نقش سے بنوایا گیا جو کہ شیخ ابو یعقوب الحاسنی کے پاس تھا اور وہ نقش مبارک اس نعلین مبارک سے بنائی گئی جو حضرت ام المومنین حضرت یحییٰ بن یحییٰ بن علی بن ابی طالب کے پاس تھی اور وہ آپ ﷺ کے ترکہ سے حضرت یحییٰ بن علی بن ابی طالب کی طرف وراثت میں پہنچی تھی اور اس طرح یہ نعل مبارک پہنچی اور اس طرح یہ متواتر آ کر تک آئی تو اس نے اپنی وراثت میں تمیں ہر مرد و ہم اور یہ نعل مبارک چھوڑی اور اس کے دو بیٹے تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی تمیں ہر مرد و ہم لے لے اور دوسرا یہ نعل پاک لے لے تو ان میں سے ایک نے قبول لے لیا جبکہ دوسرے نے وہ نعلین مبارک لے لی اور نعلین شریف لے کر ملک ہم کی طرف چلا گیا اور یہ نعلین مبارک بھرتوں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا اور وہ اس سے برکت حاصل کرتے حتیٰ کہ وہ واپس اغلاط شہر میں آیا اور اس نعلین مبارک کو الملک الاشرف ابن العادل کے پاس لے گیا تاکہ وہ اس سے برکت حاصل کرے تو بادشاہ نے اس سے ایک قطعہ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے؟ مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ نعلین مبارک مجھ سے دو تو بادشاہ الملک العادل الاشرف نے اس شخص



یہ طین مبارک حاصل کرنی وہ بادشاہ ملک شام کے شہر دمشق میں رہتا تھا اس لئے اس نے یہاں ایک دارالحدیث بنوایا۔ اس مدرسہ کے لئے بے شمار زمین وقف کی اور قبلہ کی جانب نماز کی ادائیگی کے لئے ایک خوبصورت عالی شان مسجد بنوائی۔ اس کے محراب کے مشرق میں ایک کمرہ اس طین مبارک لئے بنوایا اور اس میں آئینوں کا تابوت بنا کر اس میں یہ طین مبارک رکھی۔ اس پر چاندی کے کتل لگوائے اور اس تابوت کو چاندی کا تال لگوا دیا اور اس پر تین قسم ہزر سرخ اور پیلے رنگ کے کلاف چھائیے۔ اس پر ایک شخص کو چالیس ماضی درہم و غلیفہ کے طور پر دے جاتے تاکہ وہ اس دروازے کو ہر جمعہ اور جمعرات کے روز لوگوں کی زیارت کرنے کے لئے کھولے۔ (فتح المتعالم فی مدح افعال)

ابن ارشد اسحق کہتے ہیں کہ میں جب اپنے شہر سب سے واپس گیا تو میں نے نقش طین پاک نظم و شعر کے اپنے شیخ قاسم اقصیٰ کی رو کو دکھائی تو انھوں نے اس کی شان میں ایک نعل قصیدہ تحریر فرمایا اس قصیدہ کے چند اشعار کا ترجمہ ذیل ہے۔

- ۱۔ میں نے اس نعل مبارک کا نقش دیکھا جس طین مبارک کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدم آتے اور جاتے تھے۔
- ۲۔ اور خیر خلق ﷺ کے آثار مبارک دیکھو ساری مخلوق سے حسین ہیں اور ہر صاحب امت کے رحمت و مہربانی کی دلیل ہیں۔

۳۔ پس اللہ کی طرف سے اس نقش کے ساتھ ہر محبت کرنے والے کو خوشخبری ہو اور اس کا مس کے سے لینے سے نہ تجھے۔

- ۴۔ میں نے اپنے اوصیاء و جوارح اس کے ساتھ مس کئے اور بے شمار نعم و اہم سے نہات پائی۔
- ۵۔ اور اپنے نفس سے کول کرب خوشیاں منا کر فضل رب سے تجھے بہت بڑی نعمتی ملی ہے۔
- ۶۔ اور اے نقش نعل دیکھنے والے اس سے خوشیاں حاصل کر اور زندگی تمام آزمائشوں سے پاک گذار۔

۷۔ یہ مجھے کتنی ہی نعمتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور میں نے اس کے حصول کے لئے بہت اہم کیا اور مجھے ملنے کے بعد تمام غموں سے راحت نصیب ہوئی۔

اہل و مشق مصائب کے وقت اس نعل پاک کی طرف رجوع کرتے:

اہل و مشق نزول مصائب کے وقت اس نعل مبارک سے شفاعت پکڑتے اور اس کی زیارت کر کے برکت حاصل کرتے۔ اہل و مشق کو ایک مرتبہ ناصر محمد بن قلاؤن کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جب اس نے اپنے نائب۔۔۔ سیف الدین کرامی کو دمشق کا حاکم بنا کر اہل و مشق پر مسلط کر دیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار ایرانیوں کو اہل و مشق پر مقرر کر دیا۔ آنے والے ایرانیوں سے اہل و مشق عاجز آ گئے۔ اور انہوں نے شہر کو بند کر دیا کیونکہ یہ مصیبت اہل باز اور شہر میں وارد ہوئے۔

ناصر الدین کے اہلک اور چوکوں سب سے نازل ہوئی تھی۔ اور نائب مذکورہ نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا تھا کہ بازار و چوک اور محل کی ساری اہلک اور اس کے وقفے ایرانیوں کی تحو اہوں کے لئے ہے تو اہل و مشق اس ظلم پر چیخ اٹھے اور قاضیوں، خطباء و علماء سے شکایت گزار ہوئے کہ قلم لوگ نائب مذکورہ کے پاس جائیں تو جب ہر شریف کا دن جمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ ۱۱۱۱ھ کا دن آیا تو خطیب جلال الدین القزوینی صاحب "تخیص المصنوع والا یضاح" نے ایک ہاتھ میں مصحف مبارک اور دوسرے میں نعل نبی ﷺ کو دارالحدیث شریف سے پکڑا اور جامع مسجد میں کہ جہاں تمام خطباء جمع تھے تشریف لائے اور باب حرم سے نکلے اور ان کے ساتھ تمام علماء فقہاء و مؤذن، آئمہ اور عابدین التماس تھے۔ جب وہ نائب کے پاس پہنچے اور استعاذہ فرمایا۔ جب امام قزوینی نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو اور لوگوں میں سے سرکردہ لوگوں کو مارا اور مصحف شریف کو پھینک دیا۔ اور نعل شریف کی بے ادبی کی اور لوگوں نے اس وقت پتھر پھینکے اور جلال الدین القزوینی کو پکڑ کر نعل سے مارنے لگے اور مصحف شریف اور نعل مبارک کو اس سے آڑ کر لیا اور دو بارہ شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی دس دن ہی گزرے تھے اللہ نے اس نائب کو پکڑ لیا اور وہ نائب ناصر محمد بن قلاؤن کے حکم سے قید کر دیا گیا اور اس کو یہ سزا جیسا کہ مشہور ہے مصحف شریف نعل نبویہ ﷺ کی بے ادبی کے سبب ملی اور اہل و مشق اللہ تعالیٰ کے اس انتقام سے جو کہ اس نے اس نائب سے لیا، بہت ادا فرما دئے۔ (فتح المتعالم فی مدح افعال)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس شے کو حضور نبی اکرم ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ کس قدر عالی مرتبت ہو جاتی ہے اور کس طرح صحابہ کرام، اولیاء و علماء امت نے ان منسوب اشیاء سے محبت کی خصوصاً طین شریف، کہ ان میں اپنی مشکلات میں ان طین پاک یا ان کے نقش سے توسل کرتے۔ تو غور طلب امر یہ ہے کہ ایسی حیرت و عقیم شے سے غفلت کس قدر بڑا جرم ہے چاہئے تو یہ تھا کہ حکمران اس طین شریف کے توسل سے ملک پاکستان کی ترقی چاہئے لیکن انہوں نے اس کی بیش قیمت شے کے کھوجانے پر حکومت کے قانون پر جوں تک نہیں رہیں، کیا اس سے بڑھ کے بھی دینی بے کسی کا دور ہوگا؟ کیا ہمیں قبر میں مصطفیٰ کریم ﷺ کے سامنے پیش نہیں ہونا؟ کیا بروز مشر مصطفیٰ کریم ﷺ کی شفاعت سے فیض یاب نہیں ہونا اور اگر آقا کریم ﷺ کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکا اور یقیناً نہیں ہو سکا تو آج ہم سب کو اپنے گریبان میں ہما تک کر لیا چاہئے کہ ہم نے اس عظیم سانحہ پر کوئی کردار انجام دیا ہے یا نہیں؟ اگر کل حضور نبی کریم ﷺ نے اس معاملہ کے متعلق خدا فرمایا تو کیا جواب دیں گے؟ اے انہیں! انہیں مقدس کی بازیابی کی تحریک میں اپنا فرض ادا کریں تاکہ کل قبر و حشر میں ہم آقا حضور ﷺ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

نوٹ: اس مقالہ کی تیاری میں محقق عمر مفتی محمد خان قادری کی متنبہ ذیل کتب سے مدد ملی تھی ہے۔  
۱۔ خصائل طین حضور، ۲۔ صحابہ کی وصیتیں، ۳۔ شاہکار ربوبیت۔  
لہذا تفصیل کے لیے ان کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

# اسلام اور خدمتِ خلق



تصنیف

مفتی محمد خان قادری

کاروائے اسلام رحمانیہ مسجد

205 شادمان لاہور



بسم الله الرحمن الرحيم  
پیش لفظ

اسلام دودین کا مل واکمل ہے جو نہ صرف دینی اور دنیوی ضابطہ حیات ہے بلکہ اس کی تعلیمات قیامت تک بنی نوع انسان کی راہنمائی کرتی رہیں گی اسلام بنیادی طور پر اخوت و محبت کا دین ہے یہ ہمیں محبت و اخوت اور ایثار و بہادری کا سبق دیتا ہے۔ اور ہمیں ایسے معاشرتی اصول بتاتا ہے جن پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے میں اخوت اور بھائی چارے کی نفاذ پیدا ہوتی ہے اور انسان ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام کے بتائے ہوئے اُممیں ذریعہ اصولوں میں سے ایک خدمتِ خلق بھی ہے قرآن وحدیث میں خدمتِ خلق کے متعدد پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بلکہ اسلام نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت سے تعبیر کیا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث پاک میں اس حقیقت کو بہت ہی موثر اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے ابن آدم! میں بھار ہوا اور تو نے میری میزان پر سی نہیں کی ہندہ عرض کرے گا اے پروردگار! میں آپ کی بھار پر سی کیسے کرتا جب کہ آپ تو تمام جانوں کے پالنے والے ہیں ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا اٹلاں ہند بھار ہوا اور تو نے اس کی میزان پر سی نہیں کی کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کی بھار پر سی کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا اور تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا ہندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کھانا کیسے کھاتا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں ہندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میرے ہاں پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں پلایا ہندہ عرض کرے گا

## اسلام اور خدمت خلق

اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصد تخلیق اپنی عبادت قرار دیا ہے ارشاد فرمایا  
 وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ  
 ہم نے جن و انس کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے  
 یہ مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب انسان کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے مولیٰ اور  
 خالق و مالک کی خاطر بسر ہو اس کی ہر حال میں یہ کیفیت ہو  
 لَنْ صِلَوْنِي وَنَسْكِي وَمُحِبِّي مِيرِي نَمَازُ قَرَلْبِي مِيرَا جِينَا لَوْر مِيرَا مَرَا  
 وَمَعَانِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فقط اللہ کے لئے ہے جو تمام جنوں کا  
 پروردگار ہے

جو لحمت و لوقات اس مقصد سے ہٹ کر بسر ہوئے وہ بے مقصد لغو اور  
 فطرت میں بسر ہو گئے  
 اسلام جمل نماز کو عبادت قرار دیتا ہے وہاں والدین کی خدمت کو بھی عبادت  
 قرار دیتا ہے جمل روزہ عبادت ہے وہاں پرہیزی کے حقوق کی ادائیگی بھی عبادت ہے  
 جمل حج فریضہ و عبادت ہے وہاں اولاد کی اعلیٰ تعلیم و تربیت بھی فریضہ اور عبادت  
 ہے جمل اپنے ایمان و عمل کی حفاظت ضروری اور لازم ہے اس طرح دوسروں کی  
 خیر خواہی بھی لازم ہے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی اسلام کا طرہ امتیاز ہے حالانکہ  
 ہمارے معاشرے سے یہ چیزیں ختم ہوتی جا رہی ہیں

آج ہم نے نماز روزہ اور حج کو تو عبادت سمجھ رکھا ہے۔ مگر انسانیت کی بھلائی  
 اور خیر خواہی کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے جب اس چیز کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے آئیے اس سلسلہ میں  
 ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات علیہ سامعین لاتے ہیں تاکہ  
 ہمارے لوہاں بھی ان اہم امور کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں

پروردگار! میں آپ کو پانی کیسے پلاتا تھا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں ارشاد ہو گا میرے لہاں  
 ہمدے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اس کو پانی نہیں پلایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر  
 اس کو پانی پلاتا تو اس کا ثواب تجھے میرے ہاں ملتا۔ (مسلم شریف)

اسلام ہی انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ اس طرح زندگی بسر کرے کہ اس  
 کی ذات سے ہر حال میں خیر کے چشمے جاری ہوں وہ جہاں پیٹھے امن و سلامتی کا پیغام  
 بھیجتا رہے دوسروں کی مشکلات کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے اس کی  
 جسمانی و ذہنی صلاحیتیں اور مالی وسائل دوسرے انسانوں کے کام آئیں کیونکہ اسلام کے  
 نزدیک انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کی ہر کوشش عبادت ہے اگر آج بھی ہم  
 اسلام کے انہیں ذریعہ اصولوں کو اپنائیں تو ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ بن سکتا  
 ہے

اسلام اور خدمت خلق کے حوالے سے عالم اسلام کے نامور محقق حضرت  
 علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ نے خوبصورت مقالہ تحریر فرمایا ہے  
 اللہ رب العالمین حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب کے علم و عمل  
 میں برکت عطا فرمائے۔ آمین جاہ النبی الکریم ﷺ

والسلام  
 عمر حیات قادری  
 ڈائریکٹر صفہ اکیڈمی  
 لاہور



## ۱۔ مسلمان سے تکلیف دور کرنا

1۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من نفس عن مسلم کربہ من جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں کرب اللہ فی الدنیا نفس اللہ عنہ تکلیف دور کرنے کے لئے کوشش کی کربہ من کرب یوم القیامہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس سے تکلیف دور فرمائے گا (مسلم)

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من فرج عن مسلم کربہ فرج جس نے کسی مسلمان سے تکلیف کو اللہ عنہ بہا کربہ من کرب یوم دور کر کے اسے کشادگی دی اللہ تعالیٰ القیامہ بخاری و مسلم اس کے بدلہ میں اسے قیامت کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے گا

تکلیف دور کرنے پر اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کا یہ عالم ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ایک آدمی نے راستہ میں

وید غص شوک فآخرہ کانے دار شلخ پائی اس نے اسے وہیں سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی

۲۔ تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ومن یسر علی معسر یسر جس نے کسی تنگ دست کو آسانی دی اللہ علیہ فی الدنیا والآخرہ اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی پیدا فرمائے گا (مسلم)

۳۔ مسلمان کے عیوب پر پردہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من ستر مسلما سترہ اللہ یوم جس نے کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ القیامہ بخاری و مسلم ڈالا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا

دوسری روایت میں ہے جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا ۴۔ مسلمان بھائی کی مدد

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون انخیہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس بندہ کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے (مسلم)

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من کان فی حاجۃ انخیہ کان جو شخص کسی بھائی کی حاجت و ضرورت پورا کرنے میں رہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا کرنے میں رہتا ہے۔



۳۔ حضرت زید بن عتبہ رضی اللہ عنہ کلین ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا یرزق اللہ فی حاجہ العبد اللہ تعالیٰ بندے کی حاجت میں اس مادام العبد فی حاجہ اخیه وقت رہتا ہے جب تک وہ کسی بھائی (المعجم الکبیر للطبرانی) کی حاجت روائی میں رہتا ہے دس سالہ اعتکاف سے بہتر

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اعتکاف میں تھے وہاں ایک شخص آیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا آپ نے فرمایا میں تمہیں غزوہ اور پریشانی دیکھ رہا ہوں وجہ کیا ہے؟ عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زلو بھائی میں اس لئے پریشان ہوں کہ فلاں کام میں نے قرض دینا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اس صاحب مزار کی قسم میں اس قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا اس سے میں تیری سفارش کروں؟ عرض کیا آپ جیسے مناسب سمجھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت جو تاپہتا اور مسجد سے باہر تشریف لائے اس نے عرض کیا حضرت آپ اعتکاف میں ہیں کیسے آپ بھول تو نہیں گئے فرمایا

لا ولكنی سمعت صاحب ہذا القبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والعہد قریب فلسعت عیناہ وهو یقول من مشی فی حاجہ اخیه وبلغ فیہا کان خیر الہ من اعتکاف میں بھولا نہیں بلکہ میں نے اس صاحب مزار صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا یہ کہتا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھر آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام کے لئے نکلے اور اس کے

عشر سنین ومن اعتکف یوما ابتغاء وجه اللہ جعل اللہ بین و بین النار ثلث خنادق ابعد مما بین الخافقین (المعجم الاوسط للطبرانی) ہے جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی چوڑی ہے

یعنی جب ایک دن اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کا کیا مقام ہو گا؟ متدرک میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی بھائی کی حاجت پر آری کے لئے نکلا پھر ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا افضل من ان یعتکف فی مسجد (نبوی) میں دو سالہ اعتکاف کرے پچھتر فرشتوں کا دعا کے لئے تقرر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بھائی کی حاجت و ضرورت پورا کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ وہ پوری ہوگی

لظلم اللہ عز وجل بخمسہ وسبعین ملک یصلون علیہ ویدعون لہ ان کان صباحا حتی فی ولن کان مساء حتی یصبح (کتب الثواب لابن السبیح) اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اگر صبح ہو تو شام تک اور اگر شام ہو تو صبح تک وہ دعا کرتے ہیں

ہر قدم پر گناہ معاف اور درجہ بلند



مذکورہ انہی دو صحابیوں سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا جو کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش میں نکلا  
ولا یرفع قلعا الا احط اللہ عنہ اس کے ہر قدم پر گناہ معاف اور ہر  
بہا خطیئہ و رفع لہ بہا درجہ قدم پر درجہ بلند ہوتا ہے

گناہوں سے پاکیزگی

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکارِ دو  
عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے نکلا ہے

کتب اللہ لہ بكل خطوہ اللہ تعالیٰ اس کے قدم پر ستر نیکیاں  
سبعین حسنہ ومحامدہ لگتا ہے اور ستر برائیوں ختم فرما دیتا  
سبعین سیئہ الیٰ لی یرجع من ہے یہاں تک کہ وہ واپس ہو کر جب  
حیث فارقه فان قضیت اس سے جدا ہوتا ہے اگر حاجت پوری  
حاجتہ علی یدییہ خرج من ہو گی تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک  
زنوبہ یوم ولاقہ الہ وان ہلک ہو جاتا ہے کہ اسے گرج میں نے بتا اور  
فیما بین ذلک دخل الجنہ اگر وہ اس درمیان فوت ہو گیا تو وہ  
بغیر حساب جنت میں بلا حساب داخل ہو جائے گا

روز قیامت ثابت قدمی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے فرمایا۔

من اعان عبدا فی حاجتہ ثبت جس نے کسی کی حاجت میں مدد کی اللہ  
اللہ لہ مقامہ یوم نزول الاقدام تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدمی عطا  
(کتاب التوب) فرمائے گا جس دن قدم پھسل رہے  
ہو گئے

اللہ کے عذاب سے محفوظ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مخلوق کی حاجت پوری کرنے کے  
لئے پیدا کیا ہوتا ہے۔

یفزع النلس الیہم فی لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کی طرف  
حوالہ جہم لو لک الامنون من رجوع کرتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ  
عذاب اللہ کے عذاب سے محفوظ رہا ہوں ہوتے

(المعجم الکبیر للطبرانی) ہیں

دوزخی کے لئے شفاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
بیان فرمایا روز قیامت لوگوں کو صفوں میں کھڑا کیا جائے گا پھر اہل جنت کو وہیں سے  
گزارا جائے گا ایک جنتی دوزخی کے پاس سے گزرے گا تو وہ اسے پہچان جائے گا  
اور کہے گا اے فلاں کیا تجھے وہ دن یاد نہیں۔

استقیہ فسقینک شریہ؟ تو نے پیاس میں پانی مانگا تھا تو میں نے

پانی پلایا تھا

تو وہ کہے گا ہاں پھر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا

ایک شخص کے گام میں نے تجھے دھوکے لئے پانی دیا تھا اس کی بھی شفاعت کی  
جائے گی ایک کے گام میں حمیری حاجت کے لئے فلاں فلاں جگہ گیا تھا

فیشفع (ابن ماجہ)

تو اس کی بھی شفاعت کی جائے گی۔

نعتوں، چمن جانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خلق لوگوں کو اپنے بندوں کے نفع کے لئے نعمتیں عطا کیں ہوئی ہیں۔

یقرہم فیہا ما یبدلوا فانا جب تک وہ ان پر خرچ کرتے رہے منعوا نزاعھا منہم فحولھا ہیں انہیں اور دتا رہتا ہے جب وہ اسی غیرہم روک لیں اور خرچ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ (الحجم الکبیر للطبری) قتل وہ نعمتیں ان سے چھین کر دوسروں کو دے دیتا ہے

بھوکے کو کھانا کھانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اللہ کے بندوں کی یہ شن ہوئی ہے وہ اپنے رب کی محبت میں خلق خدا کو کھاتے پلاتے ہیں۔

و یطعمون الطعام علی حبہ وہ اس کی محبت میں مسکین یتیم اور مسکینا و یتیم و اسیرا قیدی کو کھانا کھاتے ہیں

دوسری جگہ پر اسلام کا تعارف ان کلمات سے فرمایا۔

فک رقبہ لو اطعام فی یوم ذی گردن آزاد کرنا قلم کے دنوں میں کھانا سفیہ یتیمہ فلقبرہ کھانا یتیم کو یا اور مسکینا فلقبرہ

سب سے بہتر اسلام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا اسلام بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نظم الطعام وتقرأ السلام یہ کہ تو کھانا کھائے اسلام کے اس پر علی من عرفت ومن لم نعرفنا سے نکلے یہ الفاظ موی ہیں۔

اعبدوا الرحمن واطعموا الطعام رحمن کی عبادت کرو، خلق کو کھانا وافشوا السلام تدخلوا الجنة کھانا، سلام پھیلاؤ اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ

جنت میں اعلیٰ رہائش

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک ایسی رہائش ہے جس کا ظاہر اندر سے اور اندر باہر سے دکھائی دیتا ہے

اعلھا اللہ تعالیٰ لمن اطعم اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے الطعام وافشوا السلام وصلی تیار فرمایا ہے جو خلق کو کھائیں، سلام والانس نیام (کج ابن ماجہ) پھیلائیں اور لوگوں کے سونے کے وقت نماز پڑھیں

جنت میں داخلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے اپنے کرم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اللہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل



بتائیں جسے کہتے ہیں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھاؤ، سلام کثرت کے ساتھ کہو، صلہ رحمی کرو، جب لوگ سو جائیں رات کو نماز پڑھو۔

فدخل الجنة سلام  
اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ  
(المستدرک)

گنہ گہڑتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چیزیں جو گناہوں کے گہڑتے کا سبب بنتی ہیں وہ تین ہیں۔  
اطعام الطعام واقشاء السلام کھانا کھانا سلام کی اشاعت اور لوگوں والصلاء باللیل والنس نیام کے سو جانے پر رات کو نماز ادا کرنا  
(المستدرک)

سب سے افضل صدقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الصدقة ان تشبع کبدًا سب سے افضل صدقہ کسی بھوکے مخلوق جائعہ (شب ہارین ہتی) کو کھانا کھانا ہے۔

جنت کے خصوصی دروازہ سے داخلہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بھوکے مومن کو سیر کر کے کھانا کھلایا۔

لادخله اللہ بابا من ابواب الجنة اللہ تعالیٰ اسے جنت کے اس خصوصی دروازے سے جنت میں داخل فرمائے  
لايدخله الا من كان مثله  
(المعبرین) گا جس سے اس کی مثل ہی داخل ہو گا۔

دخول جنت کا سبب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من موجبات الجنة لطعام بھوکے کو کھانا کھانا دخول جنت کا ذریعہ المسلم الشبان ہے۔

(کتاب الثواب)

مستدرک میں بھوکے کو کھانا کھانے کو رحمت کا سبب اور شعب الایمان میں مغفرت و بخشش کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے آپ نے فرمایا مخلوق اور غلاموں کو آزاد کرو اور اگر اس کی طاقت نہیں۔

فاطعم الجائع واسق الظمان تو بھوکے کو کھانا اور پیاسے کو پانی پلاؤ۔  
(صحیح ابن مہبان)

لقمہ پہاڑ کی مانند

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ ایک لقمہ اور روٹی کا ٹکڑا صدقہ کرتا ہے۔

تربو عند اللہ عز وجل حسی وہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاں پہاڑ کی تکون مثل احد مانند بڑھ جاتا ہے۔

کھانا کھانے سے تین آدمی جنتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ مسکین کے لئے روٹی کے لقمہ یا مٹھے بھجور یا اس کی مثل غنغنے دینے سے تین آدمیوں کو جنتی بنا دیتا

ہے  
الامر یہ والزوجه المصلحہ لہ اس صدقہ کا حکم دینے والا اس  
والخادم الذی یناول تعاون کرنے والی بیوی اور مسکین  
المسکین پہنچانے والا خادم

(عہد)

اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے

حضرت حسن بھری سے مرسلہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا۔

اللہ یباہی ملائکتہ بالذین اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ایسے لوگوں  
یطعمون الطعام من عبیدہ پر فخر فرماتا ہے جو اپنے ملازمین کو کھانا  
(کتاب الثواب) کھلاتے ہیں

دوزخ اور سات خندقیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جس نے کسی بھوکے بھائی کو سیر کر کے کھلایا اور پیاسے کو سیر کر کے پانی  
باعده اللہ من النار سبع غنادق اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے سات  
مابین کل خندقین سیرہ خندقیں دور فرماتا ہے جبکہ وہ خندقوں  
خمس مائہ عام (الستدرک) کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت  
ہے

اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ عمل سب سے محبوب ہے کسی مسلمان کو خوش کیا  
جائے یا اس سے کسی تکلیف کو دور کیا جائے۔

لو تھرد عنہ جو عا لوتقضی یا اس سے بھوک کو دور کیا جائے یا  
عنہ دینا (کتاب الثواب) اس کا قرض چکا دیا جائے  
جنت کا پھل

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جو کوئی کسی بھوکے مومن کو کھلائے گا  
اطعمہ اللہ يوم القيامة من روز قیامت اللہ تعالیٰ اسے جنتی پھل  
نحوار الجنة (ابوداؤد) کھلائے گا

عرش کا سایہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جس میں تین چیزیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے سایہ رحمت عطا فرما کر  
جنت میں داخل فرمائے گا

رفق بالضعیف وشفقہ علی کمزور کے ساتھ نرمی والدین کے  
والدین واحسان الی ساتھ پیار اور ملازمین کے ساتھ احسان  
المملوک

اور جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی انہیں اللہ تعالیٰ اس دن عرش کا سایہ عطا  
فرمائے گا جبکہ کوئی اور سایہ نہ ہو گا ناپسندیدگی کی حالت میں وضو ترکیبوں میں  
مسجد کی طرف چل کر جانا

واطعام الجائع بھوکے کو کھانا کھلانا

(کتاب الثواب)

جنتی خصائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ



وسلم نے فرمایا آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا انہوں نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج جنازہ میں کسی نے شرکت کی ہے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج مریض کی عیادت کس نے کی۔ یہ عرض کیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ما اجتمعت هذه الخصال قط  
فی رجل الادخل الجنة  
یہ خصائل فقط اس میں جمع ہوتے ہیں  
جو جنت میں داخل ہو گا  
(صحیح ابن خیر)

رب کریم کا فرمان مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا بے بندے میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی؟ بندہ عرض کرے گا تم تو رب العالمین ہو میں تمہاری عیادت کیسے کرتا؟ فرمان ہو گا اگر تو فلاں بندے کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پالیتا پھر فرمائے گا بندے تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟ عرض کرے گا رب العالمین میں آپ کو کیسے کھلا سکتا ہوں؟ فرمائے گا۔

لما علمت انک لو اطعمتہ  
لو جدت ذلک عندی (اسلم)  
اگر تو فلاں بندے کو کھلاتا تو آج وہ تو میرے پاس اسے پاتا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے مروی فرمایا میرے لئے ایک یادو صلح کھانے پر مسلمان بھائیوں کو جمع کرنا اس سے افضل ہے  
ان لا دخل سنو قکم فاشتری کہ میں بازار جا کر غلام خریدوں اور رقبہ فاعتنہا اسے آزاد کروں

امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے فرمایا کسی بھائی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر لقمہ

حب الی من ان التصلق علی  
مسکین درہم  
مجھے کسی مسکین پر ایک درہم خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے

لوق خدا کو پانی پلانا

جس طرح حقوق خدا کو کھانا کھانا عیادت اور ثواب کا عمل ہے اس طرح اسے پانی پلانا بھی نہایت ہی اجر و ثواب کا عمل ہے

پاسا کتا اور بخشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ سفر میں تھا اس نے گرمی محسوس کی کنواں تلاش کیا اس میں داخل ہو کر پانی پیا جب باہر نکلا تو دانا کلاب یلھٹ ویا کلب اشتری ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹ رہا تھا  
من العطش

اس آدمی نے سوچا اسے بھی پیاس کی وجہ سے میری ہی طرح تکلیف ہو رہی ہے وہ دوبارہ کنویر میں اترا

فعلاء خففہ ماء ثم لم سکہ بغیہ  
حنی رقی فسقی الکلب  
اپنا پانی سے بھرا اور اسے اپنے من سے پکڑ کر باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا  
اس پر

فشکر اللہ له فغفر له  
اللہ نے اسے بدلہ عطا فرماتے ہوئے بخش دیا

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان لنا فی البہائم لاجرا  
کیا چار پایوں کی خدمت میں ہمارے لئے اجر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فبی کل کبد رطبہ اجر<sup>۱</sup> ہر ذی روح کی خدمت سے اجر ملے گا  
پانی کا صدقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا

لیس الصدقہ اعظم اجر<sup>۲</sup> من پانی پلانے سے بڑھ کر بڑا کوئی صدقہ  
ماء (شعب الایمان) نہیں

مخلوق کو پانی پلاؤ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں عرض کیا میری والدہ کا وصل ہو گیا وہ کوئی وصیت نہ کر سکیں اگر میں  
ان کی طرف سے صدقہ کروں کیا انہیں فائدہ ہو گا؟ فرمایا

نعم وعلیک بالماء ہاں فائدہ ہو گا تم مخلوق کو پانی پلاؤ

(ابو ہریرہ)

پانی کا انتظام

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا وصل ہو گیا۔

فای الصدقہ الفضل؟ کون سا صدقہ افضل ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی انہوں نے کنواں کھودا دیا اور  
اس کا نام بشرام سعد (سعد کی ماں کا کنواں) رکھ دیا (ابوداؤد)

پانی کے انتظام پر ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
فرمایا

فرمایا

من حفر ماء لم تشرب منه جس نے کنواں (پانی کا انتظام) کھود دیا  
بکلا ضرری من جن ولا انس اس سے جس جن انسان اور چرند و  
ولا طائر الا اجرہ اللہ يوم القیامہ (سج ابن جن)  
پرند نے پانی پیا روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر  
ایک پر اجر عطا فرمائے گا

نو چیزوں کا صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے ہے  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو موت کے بعد بھی جن اعمال و  
حسنت کا ثواب ملتا رہتا ہے وہ یہ ہیں علم کی اشاعت، نیک لولاد، کسی کو قرآن دیا،  
مسجد بنائی، مسافر خانہ بنایا، نہر کھودائی، درخت لگایا، کنواں کھودا یا کوئی بھی حالت  
صحت میں صدقہ کیا

(ابن ماجہ، مسند بزاز)

بچے کو کپڑا پہنانا

جس طرح کسی بھوکے کو کھانا کھانا، پیاسے کو پانی پانا نیکیت ہی اجر و ثواب کا  
عمل ہے اسی طرح کسی بچے کو کپڑے پہنانا بھی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے  
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ایما مسلم کسا مسلما ثوبا جس نے کسی بچے کو کپڑا پہنایا  
علی عری کساه اللہ من اللہ تعالیٰ اسے جنت میں لباس عطا  
خضر الجنہ فرمائے گا

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے میں نے حبیب خدا



صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا۔  
 کان فی حفظ اللہ مادام علیہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے  
 منہ خرقہ (ترمذی) جب تک اس کا ایک کٹڑا بھی اس پر  
 ہوتا ہے

علی المسلم  
 (الحجۃ الکبیر للطبرانی)  
 بخشش کا ذریعہ

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 بخشش کے اسباب میں سے ایک یہ ہے  
 ادخالک السرور علی احبیک کہ تم مسلمان بھائی کے دل کو خوش  
 المسلم رکھو

### افضل عمل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 افضل عمل یہ ہے  
 ادخال السرور علی المومن کہ مسلمان کے دل کو خوش کیا جائے  
 خواہ یہ کپڑا پہنا کر ہو یا اس کی بھوک کو دور کر کے یا اس کی کسی بھی ضرورت  
 کو پورا کر کے ہو  
 اللہ تعالیٰ کی خوشی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ ایسے ملا کہ وہ اس  
 سے اسے خوش ہوئی  
 سیرۃ النبی عز وجل یوم القیامہ روز قیامت اللہ اسے خوشی عطا فرمائے  
 (طبرانی) کا

امام حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے  
 لم یزل فی ستر اللہ مادام علیہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے جب  
 منہ خیط لوسلک (المندک) تک اس کے بدن پر اس سے ایک  
 دھاکہ یا لڑی رہے گی

امام ترمذی ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو المہدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہا تمام  
 حمد اللہ کے لئے جس نے مجھے جسم چھپانے کے لئے کپڑا عنایت فرمایا اور مجھے زندگی  
 میں اس کے ذریعے نینت بخش اس کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے سن رکھا ہے جس نے نیا کپڑا پہنا کر وہ دعا کی اور پرانا کپڑا صدقہ کر دیا  
 کان فی کنف اللہ وفی حفظ دنیاوی اور اخروی زندگی میں وہ اللہ  
 اللہ وفی ستر اللہ حیو مینا تعالیٰ کی پناہ اس کی حفاظت اور اس کی  
 شفقت میں ہو جاتا ہے۔

### مسلمان کو خوش کرنا

کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا یہ اہم فریضہ ہے حضرت ابن عباس رضی  
 اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کو فرائض کے بعد کسی کا دل  
 بعد الفرائض ادخال السرور خوش رکھنا پسندیدہ عمل ہے

## مقالات کی فہرست

جلد اول میں یہ ۹ مقالات ہیں:

۱۔ جسم نبوی ﷺ کی خوشبو

۲۔ صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ

۳۔ آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا

۴۔ تبسم نبوی ﷺ

۵۔ مزاج نبوی ﷺ

۶۔ شفاعت نبوی ﷺ

۷۔ محبت رسول ﷺ

۸۔ کیا حضور ﷺ نے اجرت

پر بکریاں چرائیں؟

۹۔ مشتاقان جمال نبوی ﷺ

کی کیفیات و جذب و مستی

## جلد سوم میں مقالات

جلد سوم میں مندرجہ ذیل ۱۱ مقالات ہیں

۱۔ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد لینا  
(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۴۔ تحفہ درود و سلام

۵۔ حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں

۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفیٰ ﷺ

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو

ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے)

۸۔ آثار رسول ﷺ کی عظمتیں

۹۔ اسلام اور خدمت خلق

۱۰۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کی حیات و خدمات

۱۱۔ کیا سنگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

۱۲۔ المقالة المرضیة فی الرد علی قاضی القضاة امام ابو عبد اللہ محمد سعدی

من ینکر الزیارة المحمدیة مصری اختائی ماکی (ت: ۷۵۰)



## جلد دوم میں مقالات

جلد دوم میں یہ ۱۲ مقالات ہیں:

- ۱۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُورِكُمْ کا صحیح مفہوم
- ۲۔ صحابہ اور علم نبوی ﷺ
- ۳۔ وسعت علم نبوی ﷺ
- ۴۔ قرآن اور روحانی علوم
- ۵۔ ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
- ۶۔ قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
- ۷۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے  
(طرح السقط للسیوطی کا ترجمہ)
- ۸۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے  
(شعلة نار للسیوطی کا ترجمہ)
- ۹۔ سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
- ۱۰۔ نعل پاک حضور ﷺ
- ۱۱۔ کیا اولیاء اللہ اور بہت ایک ہیں؟
- ۱۲۔ نور خدا سیدہ خلیمہ کے گھر

مولانا عبدالحی لکھنوی

کی

حیات و خدمات

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ۶، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

## حیات و خدمات

تحریر: مفتی محمد خان قادری

فقہ حنفی پر دیگر مسالک ثلاثہ کی طرح عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں بہت کام ہوا ہے۔ برصغیر میں اس نچو موضوع پر جن اہل علم نے اہم خدمات سر انجام دیں ان میں علامہ مولانا عبدالحی لکھنوی بھی ہیں۔ عرب کے مشہور فاضل شیخ عبدالفتاح ابونعمر حرم نے اپنے استاذ امام زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر علامہ پر خوب کام کیا ان کی متعدد کتب پر نہایت ہی علمی و قیمتی حواشی تحریر کر کے انہیں شائع کیا۔ اسی وجہ سے بھگت اللہ عالم عرب بھی علامہ کے نام سے محض متعارف ہی نہیں ہوا بلکہ مستفید بھی ہوا ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے ۱۴۱۳ ہجری میں جامعہ سکندر یہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ انصاری الجوبینی کی رہنمائی میں علامہ کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا اس کا عنوان تھا "الامام عبدالحی اللکھنوی و مہودونی علوم الحدیث"۔ اس مقالہ کا نصف حصہ دمشق سے الامام عبدالحی اللکھنوی کے نام سے ۱۴۱۵ کو شائع ہو گیا۔ بقیہ حصہ بقول مصنف عنقریب شائع ہو جائے گا، بندہ نے زیادہ استفادہ اس مطبوعہ مقالہ سے کیا ہے۔ آئیے اختصار اعلیٰ کی حیات و خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

### خاندانی پس منظر:

آپ کا خاندان مدینہ طیبہ سے ہر اق، وہاں سے لاہور، پھر سہالی اور پھر لکھنؤ منتقل ہوا۔ آپ کے اجداد میں سے حضرت عبد اللہ انصاری ابو منصور بن ابوالعباس انصاری، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت یعنی ۳۱ ہجری میں شہر مدینہ سے خراسان کے علاقہ میں جہاد کے لئے تشریف لائے وہاں سے ہرات منتقل ہوئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ سب سے پہلے جو شخص اس خاندان میں سے ہرات سے ہندوستان آئے ان کا اسم گرامی ملا جلال الدین بن خولجہ سلیم ہے۔

### علمی خاندان:

آپ کا خاندان نہایت ہی علمی ہے آپ کے آباء و اجداد میں سے اکثر اپنے وقت کے



علماء فتویٰ میں شامل تھے۔ مثلاً آپ کے والد گرامی مولانا عبدالعلیم اپنے وقت کے مسلک اور  
عالم ہیں اس طرح آپ کے جد اول شیخ امین حافظ قرآن تھے اور فتویٰ تحریر فرمایا کرتے۔ آپ کے  
ثانی علامہ اکبر، جد ثالث مفتی احمد ابو الحرم عظیم فقیہ و عابد تھے آپ کے جد سادس  
عبد العزیز، فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تدوین میں شامل تھے۔

علماء کا مرکز:

آپ کا تعلق لکھنؤ شہر سے ہے اور اس شہر میں آپ کے علاوہ تقریباً ۲۵۰ سے زائد  
علماء پیدا ہوئے جو فقہ، حدیث، تفسیر، لغت، منطق اور فلسفہ وغیرہ کے ماہر تھے۔  
ان اہل علم میں سے ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید بھی ہیں جو مدارس نظامیہ  
کے موجودہ نصاب کے بانی اور مؤسس ہیں۔ سید غلام آزاد کہتے ہیں۔

هو عالم خبير فاضل نحوي وهو مؤسس المدارس النظامية الذي ما زال  
يطبق في مدارس شبه القارة الهندية۔ ۳

”وہ بہت بڑے فاضل اور جید عالم ہیں۔ وہ اس نصاب درس نظامی کے بانی ہیں جو اب  
ہندوستان میں رائج ہے۔“

مولانا عبدالحی حسنی رقمطراز ہیں:

جاء الشيخ نظام الدين السہالوی وحدث فی دروس الهند نظاماً جدیداً  
تلقاه الناس بالقبول ولم ينقص الی الان منه شئی۔ ۴

”شیخ نظام الدین سہالوی کا دور آیا تو انہوں نے ہندوستان کے مدارس کے لئے نیا نصاب  
مرتب کیا اسے قبول کیا گیا اور اب تک اس میں کسی قسم کی کوئی کمی و ترمیم نہیں کی گئی۔“

انہی علماء میں سے ملا عبد العلی بن ملا نظام الدین ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے  
انہیں بحر العلوم کا لقب دیا ہے۔ ۵ رسائل الارکان جیسی عظیم کتاب انہی کی تصنیف ہے۔

آپ کے والد اور استاذ مولانا عبدالعلیم لکھنؤی:

مولانا محمد عبدالعلیم بن شیخ محمد امین آپ کے والد گرامی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ  
کے استاد بھی ہیں سب سے زیادہ تعلیم انہی سے حاصل کی۔ موصوف کی ولادت ۱۲۳۹ ہجری  
لکھنؤ میں ہوئی دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا اس کے بعد دیگر علوم دینیہ کے حصول

میں مشغول ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی شیخ محمد امین سے پڑھیں۔ ۱۲۵۳ میں ان کے  
وصال کے بعد اپنی والدہ کے دادا مولانا محمد ظہور اللہ التوفی ۱۲۹۰ اور اپنے چچا مفتی یوسف بن محمد  
ہنر التوفی ۱۲۸۶ سے حاصل کیے۔ حدیث کی تعلیم، شیخ محدث حسین احمد طبع آبادی اور شیخ  
محدث مرزا حسن علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔

آغاز تدریس:

علوم عقلیہ و عقلیہ کے حصول کے بعد اپنے شہر میں ہی تدریس شروع کی۔ ۱۲۶۰ھ  
میں شہر بانہہ کی طرف سفر کیا وہاں نواب ذوالفقار دولہ کے مدرسہ میں چار سال تک تدریس  
کرائی پھر واپس اپنے شہر لکھنؤ آ گئے ایک سال تک وہاں رہے۔

مدرسہ امامیہ حنفیہ میں:

پھر شہر جو پورہ کے رئیس محمد امام بخش (التوفی ۱۲۷۸ھ المکتومہ) نے اپنے مدرسہ امامیہ  
حنفیہ میں تدریس کے لئے بلایا وہاں نو سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کثیر تعداد  
میں اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۲۷۶ میں وطن لوٹے ایک سال تک لکھنؤ رہے۔

مدرسہ نظامیہ میں:

پھر شہزادہ الدولہ مختار الملک النواب تراب علی خاں التوفی ۱۳۰۰ نے حیدر آباد میں  
مدرسہ نظامیہ میں تدریس کے لئے عرض کیا تو وہاں تشریف لے گئے۔

زیارت حرمین شریفین:

۱۲۷۹ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اس مہارک سفر میں وہاں  
کے اہل علم سے ملاقات اور سند حدیث لینے کا شرف ملا۔

۱۔ محدث مفسر شیخ محمد جلال بن عمر حنفی التوفی ۱۲۸۲ (۲)۔ محدث مفسر شیخ احمد بن  
زینی و حبان التوفی ۱۳۰۴ (۳)۔ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی مدرس مسجد نبوی (۴)۔ محدث

شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی (۵)۔ مولانا عبدالرشید بن احمد سعید مجددی، حیدر آباد میں  
مدارس نظامیہ کے ناظم بھی رہے۔

وصال:

۱۲۸۵ھ ماہ شعبان میں حیدر آباد میں وصال ہوا اس وقت ان کی عمر چھیالیس برس تھی۔

تدريس کے ساتھ ساتھ گراں قدر تصانيف بھی يادگار چھوڑیں، شيخ محمد عابد  
فرنگي مصل نے ان کے حواشي اور تصانيف کی تعداد چوبیس میں تحریر کی ہے۔ ۱۔  
ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ القول الحسن فیما یصلح بالنوافل والسبع۔ ۲۔ نظم الدردنی سلك شق القمر۔ ۳۔  
الكلام فی مسائل الصيام۔ ۴۔ رسالہ فی الاشارة بالسباہ۔ ۵۔ قر الاقدار حاشیہ نور الاول۔  
۶۔ حاشیہ ہدایہ آخرین۔ ۷۔ نور الايمان فی آثار حبیب الرحمن  
علامہ کی ولادت:

علامہ عبدالحی کھنوی کی ولادت ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۳ ہجری بروز منگل بمقام ہند  
ہوئی۔ آپ کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم کھنوی ان دنوں وہاں نواب ذوالفقار الدولہ کے  
مدرسہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ شيخ الطاف الرحمن نے احوال علم فرنگی گل  
میں آپ کی ولادت کا سن ۱۲۶۵ قمری دیا ہے جو درست نہیں کیونکہ علامہ نے خود تصریح کی ہے  
۔ ولدت فی بلد قباذانی السادس والعشرين من ذی القعدہ یوم الثمنا من السنۃ الرابعۃ والعشین بعد  
الالف والمائین۔ ۱۲۶۳

”بند ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۳ کو منگل کے روز مقام باند میں پیدا ہوا۔“

نام:

والد گرامی نے ولادت کے ساتویں روز آپ کا نام ”عبدالحی“ رکھا، حضور ﷺ  
کے اسم گرامی سے حصول برکت کے لئے اپنے نام کے ساتھ ”محمد“ لکھا کرتے۔

کنیت:

آپ کی کنیت ابو الحسنات ہے اس کے بارے میں خود رقمطراز ہیں۔

کنیتی ابو الحسنات کناتی بہ والدی بعد بلوغی۔

”میری کنیت ابو الحسنات ہے میرے بلوغ کے بعد والد گرامی نے مجھے یہ کنیت عطا کی۔“

نسب:

نسبی طور پر آپ کا سلسلہ میزبان رسول حضرت ابو ابوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے

۔ اسی وجہ سے انصاری کہلائے، صحابی رسول اللہ اور آپ کے درمیان ۳۳ واسطے ہیں۔ ۱۔  
لکھنوی:

یہ شہر لکھنوی کی طرف نسبت ہے۔ ہندوستان میں لکھنؤ مشہور شہر کا نام ہے۔ فرنگی  
مصل اس کے ایک محلہ کا نام ہے جسے ایک فرانسیسی تاجر نے آباد کیا تھا۔

تعلیم و تربیت:

آپ نے ایک نہایت ہی علمی خاندان اور گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے بچپن  
میں ہی علم دین کی تعلیم شروع کر دی۔

حفظ قرآن:

پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ شروع کیا۔ پہلے حافظ قاسم علی کھنوی سے  
آری پارہ پڑھا۔ پھر وہاں سے آپ کے والد جو پور میں مدرسہ امامیہ حنفیہ میں تدریس کیلئے  
تشریف لے گئے تو وہاں حافظ ابراہیم مرحوم سے بغیر قرآن مجید حفظ کیا۔ دس سال کی عمر میں  
حفظ قرآن مکمل ہوا، اسی سال تراویح میں قرآن کریم سنانے کا شرف ملا۔ خود لکھتے ہیں:

وصلیت اماما فی التراویح وکان عموی عشر سنین۔ ۱۔

”میں نے تراویح میں امامت کی، حالانکہ اس وقت میری عمر دس سال تھی۔“

تحصیل علوم:

حفظ قرآن پاک کے بعد عمر کے گیارہویں سال میں علوم دینیہ و دوسرے کی تعلیم  
شروع کی جن میں صرف نحو، معانی، منطق، حکمت، طب، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، حدیث،  
اصول حدیث اور تفسیر شامل ہیں۔

سترہ سال کی عمر میں فراغت:

ان علوم درسیہ سے فراغت اور تکمیل کے وقت علامہ کی عمر ۱۷ سال تھی خود  
رقمطراز ہیں:

لفرغت من جمیع الکتب معقولا و منقولا حين كان عموی سبع عشرة  
سنۃ ”میں جب تمام کتب معقول و منقول سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر ۱۷ سال تھی۔“ ۲۔



## والد گرامی سے حصول علم:

آپ نے اپنے والد گرامی سے ہی زیادہ تحصیل علم کیا۔ ان کے علاوہ مولانا محمد نعت اللہ المتوفی ۱۲۹۰ اور مولانا خادم حسین سے علم ریاضی اور حساب کی تعلیم لی۔

## تدریس و تالیف سے محبت:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کی تدریس و تالیف سے وافر محبت عطا فرمائی تھی، زندگی بھر ان کا یہی مشغلہ رہا حتیٰ کہ زمانہ طالب علمی میں بھی تدریس کرتے تھے ایک جگہ یہ لکھتے ہیں۔

وقد القی اللہ فی قلبی من عنفوان الشباب بل فی زمن الصبا محبة التدريس والتالیف فلم افرء کتابا درسته بعده ۱۳

"اللہ تعالیٰ نے ابتداء جوانی بلکہ بچپن سے ہی میرے دل میں تدریس و تالیف کی محبت پیدا فرمادی میں نے جو کتاب بھی پڑھی بعد میں میں نے اسے پڑھایا بھی۔"

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ومن منحه تعالیٰ علی انہ القی محبة العلم فی قلبی و اخراج الفہام الریاسة منی حتی ان الوالد العلم ادخلہ اللہ فی دار السلام لما توفی فی حیدر آباد من مملکة الدکن و کان ناطعا للعدالة اصرمنی جمیع الاحباب ایتار عہدة القضاء فنفقرت منها ظنمنی ان ایتارہ مع مالیہ من خطر الحساب یعقوفنی عن الاشتغال بالتدريس والتصنيف ففقت بالیسیر و ترکت الکثیر ۱۴

"مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے میرے دل میں علم کی محبت ڈال دی اور اس نے حکومت کی ہوس ختم فرمادی حتیٰ کہ میرے والد علامہ (اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمائے) جب فوت ہوئے تو حیدر آباد کن جہیں عدالت کے ناظم تھے مجھے بھی تمام احباب نے یہ عہدہ قبول کرنے کے لئے کہا لیکن میں نے بیزارگی کا اظہار کیا اس لئے کہ ایک تو اس کا حساب دینا مشکل ہے اور دوسرے مجھے یہ تدریس و تالیف سے مشغول رکھے گا اس لئے میں نے تھوڑے پر اکتفا کرتے ہوئے کثیر کو ترک کر دیا۔"

فرماتے ہیں میں نے ایسی کتب بھی طلبہ کو پڑھائی ہیں جو میں نے کسی استاد سے نہیں پڑھی تھیں۔ مثلاً شرح اشارات للطوسی، الافق المسبین، قانون الطب اور رسا کل عروض ۱۵

## مطالعہ سے محبت:

مطالعہ کتب کا یہ عالم تھا کہ ان کے شاگرد مولانا محمد حفیظ اللہ کا بیان ہے استاذ گرامی اکثر فرمایا کرتے:

انی لعا اکون مریضا فمن علامات صحتی شوقی الی مطالعة کتب العلوم "میں جب کبھی بیمار ہوتا تو میری صحت کی علامت مطالعہ کتب علوم کا شوق ہے" خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جب استاذ گرامی کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوا تو گم تعزیت کے لئے آپ کے پاس آ رہے تھے۔

فوجدوا مشغولا بمطالعة الكتب فعجبوا منه فلله المشککی ما جاء عنده احد الا تعجب و قام بحيرة النفس ۱۶

"تو انہوں نے آپ کو مطالعہ کتب میں پایا تو حیران ہوئے، اللہ کی شان جو بھی آتا دیکھ کر ششدر رہ جاتا۔"

تحصیل و خدمت علم میں سردی مری اور بھوک دیاس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

## آدھی رات تک:

مطالعہ و تدریس اور تصنیف کا اندازہ اس سے کیجئے کہ دن کے علاوہ روزانہ نصف رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا اس میں کسی قسم کا ملال و تھکاوٹ محسوس نہ کرتے، تصنیف اور تالیف کا سلسلہ تو سفر میں بھی جاری رہتا۔

## ۱۲ سال کی عمر میں سلسلہ تصانیف:

ان کی علمی محبت و محنت کا ہی نتیجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی کے ابتدائی سالوں یعنی بارہ سال کی عمر میں انہوں نے دو کتب تصنیف کیں۔ (۱) البیان فی شرح الخیران (یہ میزان المعروف کی شرح ہے) (۲) امتحان الطلبة فی الصغیر المشکک

## عقد نکاح:

۱۲۸۳ میں علامہ کی شادی ان کے چچا حافظ محمد محمدی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس وقت علامہ کی عمر انیس سال تھی۔ ۱۷

## زیارت حرمین شریفین:

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو دفعہ حرمین شریفین کی زیارت کا شرف عطا فرمایا، پہلی دفعہ

۱۲۷۹ ہجری میں اپنے والد گرامی کی معیت میں یہ مبارک سفر نصیب ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ دوسری دفعہ ۱۲۹۲ میں حاضری ہوئی۔ ۱۸ سراج میں ان علماء سے استفادہ کیا۔

۱۔ شیخ احمد زینی وطان المتوفی ۱۳۰۴۔ (۲)۔ شیخ عبدالغنی دہلوی المتوفی ۱۲۹۶۔ (۳)۔ شیخ عبداللہ حنبلی المتوفی ۱۲۹۵ علامہ کا مسلک:

علامہ ہاشم مسلک حنفی تھے۔ متعدد مقامات پر انہوں نے خود اس بات کی نشاندہی کی ہے۔ اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

اللکھنوی وطن الانصاری والایوسی القطبی نسباً الحنفی مذہباً و مشرباً و "میں وطن کے اعتبار سے لکھنوی، نسب کے اعتبار سے انصاری، اپنی اور قطبی ہوں مذہب اور مسلک کے اعتبار سے حنفی ہوں۔"

### مسلک اعتدال:

لیکن وہ ہمیشہ اعتدال کی راہ پر بڑی سختی سے گامزن رہے۔ افراط و تفریط سے دور رہنے کی کوشش کرتے رہے اور کسی بھی اہل علم کی یہی شان ہونی چاہیے کہ اس بارے میں علامہ لکھتے ہیں من منحة الی رزقت التوجه الی فن الحديث و فقه الحديث ولا اعتمد علی مسألة عالم بوجد اصلها من حديث او آية وما كان خلاف الحديث الصحيح الصريح التركة و اظن المحدث فيه معذوا بل ماجوراً و لكنی لست ممن یستلزم العوام الذین هم كالانعام بل اكلم الناس علی قدر عقولهم۔

"مجھے اللہ تعالیٰ نے فن حدیث اور روایت حدیث کے مطالعہ کی توفیق دی ہے میں کسی مسئلہ پر آیت یا حدیث کے بغیر اعتماد نہیں کرتا جو حدیث صریح صحیح کے خلاف ہو میں اسے ترک کر دیتا ہوں اور محمد کو اس میں معذور بلکہ ماجور سمجھتا ہوں لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو عوام کا انعام کو پریشان کرتے ہیں بلکہ میں ان کی عقل کے مطابق ہی گفتگو کرتا ہوں۔" آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ومن منحة الله جعلني سالكا بين الافراط و التفریط لاني مسألة معركة

الاراء بين بدی الا المہم الطريق الوسط فيها ولست ممن يختار التقليد البحث بحيث لا يترك قول الفقهاء و ان خالفه الادلة الشرعية ولا ممن يطعن عليهم و بهجر الفقه باكنية + ج

"اللہ تعالیٰ کی مجھ پر یہ بھی عنایت ہے کہ میں افراط و تفریط کے درمیان رہتا ہوں کوئی مسئلہ معرکہ الاراء ایسا نہیں جس میں متوسط راہ نہ اپنا سکوں میں اس طرح کا مقلد نہیں ہوں کہ فقہاء کے قول نہ چھوڑوں اگرچہ وہ اولہ شریعہ کے خلاف ہو اور نہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو فقہاء کرام پر طعن کرتے ہوئے بالکلیہ فقہ کی مخالفت کرتے ہیں۔"

### مخالف کا احترام:

یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں سے ان کا علمی اختلاف تھا آپ اسے ذاتی اختلاف نہیں بناتے تھے بلکہ ان کا احترام و اکرام کرتے، شیخ محمد بشیر سہولانی سے زیارت نبوی کے بارے میں اختلاف تھا لیکن شیخ سہولانی جب بھی کھنڈت کرتے آپ ہی کے مہمان بننے۔ مولانا عبدالہادی لکھتے ہیں۔

كان الشيخ محمد بشير السهولاني كلما دخل لکھنو نزل ضيفاً علی الشيخ عبدالحی فاستقبله بالاحترام و البشاشة و يمسكه فی ضيافته اياماً كثيرة ازید معا یزید الشيخ۔

"شیخ محمد بشیر سہولانی جب بھی کھنڈت کرتے تو شیخ عبدالحی کے مہمان بننے۔ آپ انہیں بڑے احترام اور خوشی سے ملتے اور شیخ کے ارادے سے بھی زائمان کی میزبانی کرتے۔ اے

### نواب صدیق حسن خاں کا اعتراف:

اس بنا پر اختلاف رکھنے والے لوگ بھی آپ کے علم و کمال کے معترف تھے۔ نواب صدیق حسن خاں کے بیٹے علی حسن خاں کا بیان ہے جب میرے والد بزرگوار کو علامہ کے وصال کی خبر پہنچی تو ان کا سر جھک گیا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے دعا کرتے ہوئے کہنے لگے: الیوم غربت شمس العلم "آج علم کا سورج غروب ہو گیا۔" ۲۲

ایک مجلس میں شیخ نذیر حسین دہلوی نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا:

انت فرید دھرم و وحید عصره ماجاء احدهما جنت به فی هذه المانة فبارک الله فی حياتک و برکاتک



”آپ اپنے دور میں منفرد و یکا عالم ہیں اس صدی میں تمہاری مثل سامنے نہیں آئے۔“  
 اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی میں برکت عطا فرمائے۔“ ۳۳

خدمت فقہ حنفی:

برصغیر میں جن اہل علم نے فقہ حنفی کی نمایاں خدمت کی ہے ان میں علامہ کا نام بھی ہے۔ آپ نے فقہ اور اصول فقہ حنفی پر تقریباً اکاون کتب تحریر کی ہیں۔ جن میں سے کچھ کا ذکر تصانیف کے عنوان کے تحت آیا ہے۔

یاد رہے اس موضوع پر ان علماء کا کام بھی نہایت اہم اور قیمتی ہے۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں قادری۔ خصوصاً ان کا فتاویٰ رضویہ۔

۲۔ مولانا ظفر احمد تھانوی۔ اعلاء السنن (عربی میں)

۳۔ مولانا امجد علی اعظمی، بہار شریعت (اردو میں)

۴۔ مولانا سید عبداللہ شاہ محدث دکن، زحاجہ المصاحیح یعنی حنفی مشکوٰۃ

وصال:

آپ کے عظیم شاگرد ابو الفضل محمد عبداللہ کا بیان ہے کہ ۱۳۰۳ کے وسط میں علامہ کا مرض وصال شروع ہوا۔ ۱۳۰۳ ربیع الاول کے آخر میں آپ نے تمام دوستوں کی دعوت کی جس میں خود شریک ہوئے اور فرمایا:

الصحبہ غنیمة لا یعلم احد من یبقی بعد هذا المجلس

۱۳۰۳ ہجری میں ربیع الاول میری رات آپ کا وصال ہوا۔

نماز جنازہ:

تین دفعہ جنازہ ادا کیا گیا، بیس ہزار سے زائد افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ ۳۴

مزار اقدس:

آپ کا مزار اقدس، باغ انوار الحق لکھنؤ میں ہے۔

انتالیس سال عمر:

آپ کی کل عمر انتالیس سال چار ماہ ہوئی، اس مختصر عرصہ میں ان کے کام سے آگاہ ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ان پر خصوصی رحمت و فضل تھا۔

## اہل علم و فضل کی نظر میں:

ان کے معاصرین سے لے کر اب تک علماء عرب و عجم نے ان کے علمی مقام کو بڑے شرح صدر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۱۔ نامور مورخ و فقیہ شیخ محمد بن عبداللہ مفتی حنابلہ مکہ المکرمہ التوتنی ۱۲۹۵ھ قطر از ہیں:

قالہ ابد فی هذا الزمان و نعمة من الله على انواع الانسان وقد اجتمعت به

فرأيت منه ما يملأ العين قرة و یغعم القلب مسرة من استحضاره للاحادیث النبویة و

تصوره للنصوص الفقهية ۳۵

وہ اس دور میں اللہ تعالیٰ کی نشانی اور انسان پر اس کی نعمت ہیں میں ان سے ماہوں۔

ان میں ایسی چیزیں ہیں جو آنکھوں کو خشنہ اور دل کو مسرور کر دیتی ہیں۔ مثلاً احادیث نبوی کا

استحصار اور نصوص فقہیہ کا حفظ۔“

۲۔ علامہ محدث حافظ عبدالحی اکٹائی التوتنی ۱۳۴۵ھ یوں خراج تسمین پیش کرتے ہیں:

انه خاتمة علماء الهند و اکثرهم تالیفاً و اتمهم تحریراً و اطلاعا و انصافاً و

توسطاً و كان صاحب مهة لا تعرف الملل ۳۶

”وہ ہندوستان میں خاتمہ العلماء کا درجہ رکھتے ہیں۔ دیگر علماء سے تالیف میں

کثرت، تحریر معلومات انصاف اور توسط میں کامل ہیں۔ بڑے باہمت و حوصلہ ہیں، تحکات و

ملال کا ان میں نشان نہیں۔“

۳۔ شیخ نمر رضا کمال نے عظیم محدث قرار دیتے ہوئے لکھا:

ابو الحسنات عبدالحی محدث مودخ۔ ۳۷

”علامہ ابو الحسنات عبدالحی عظیم محدث اور مورخ ہیں۔“

۴۔ شیخ خیر الدین زر کلی کہتے ہیں:

عالم بالحديث والتراجم من فقهاء الحنفية ۳۸

”فقہاء حنفیہ میں سے حدیث اور تراجم رجال کے فاضل ہیں۔“

۵۔ شیخ محمد زاہد الکوثری لکھتے ہیں شیخ محمد عبدالحی لکھنؤی

اعلم اهل عصره باحادیث الاحکام ۳۹

”اپنے دور میں احادیث احکام سے سب سے بڑے عالم ہیں۔“

۶۔ علامہ فقیر محمد جہلمی، قدوة المحققین آردیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

انه كان فقيها محدثا فضلا عديم النظير جامعاً للمعقول والمنقول عارفاً  
للأصول والفروع قدوة المحققين - ۳۰

”آپ فقیہ، محدث اور بے مثل فاضل تھے۔ معقولات و منقولات کے جامع، اصول و فروع کے عارف اور محققین کے سرخیل کا درجہ رکھتے تھے۔“

۷۔ سید نواب صدیق حسن خان نے آپ کے وصال پر کہا:

اليوم غربت شمس العلم - ۱۲

”آج علم کا سورج غروب ہو گیا۔“

۸۔ علامہ ابراہیم بن عثمان مصری آپ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مولانا علامة الزمان و شمس اهل العرفان الصالح الكامل - ۳۲

”مولانا زمانہ کے علامہ اور اہل عرفان کے سر تاج تھے۔ نہایت صالح اور کامل تھے۔“

۹۔ مشہور مورخ عبدالحی حسنی معاصر ہونے کے باوجود کہتے ہیں:

كان متبحراً في العلوم معقولا و منقولا مطلقاً على دقائق الشرع و غوامض  
تبحر في العلوم و نحوي في نقل الاحكام و حرر المسائل و انفراد بالهند بعلم الفتوى  
فسارت بذلك الركبان بحيث ان علماء كل اقليم يشيرون اليه جلالته

انه كان من عجائب الزمن و من محاسن الهند ، كان البناء عليه كلمة  
اجماع والا عتراف بفضل له ليس عليه نزاع - ۳۳

”معقول و منقول علوم کے تبحر عالم، شرع کے دقائق و غوامض سے آگاہ، علوم میں  
راج، نقل احکام میں صاحب رائے تھے۔ ہندوستان میں علم فتویٰ میں یکتا تھے۔ ان کے تذکرے  
اور شہرت کا یہ عالم کہ تمام ممالک میں ان کی جلالت مسلّمہ ہے۔ اپنے دور کے عجائب  
میں سے ہیں اور ہندوستان کی زینت بھی، وہ محقق اور مسلّمہ عالم ہیں، ان کے فضل کے اعتراف  
میں کوئی اختلاف نہیں۔“

۱۰۔ علامہ شیخ عبد الفتاح ابو غنہ علامۃ الہند کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الرجل امام في العلم و امام في كثرة التأليف المفيدة المتقنة مع قصر

العمم فقد عاش تسعاً وثلاثين سنة و اربعة اشهر - ۳۴

”یہ شخصیت عم میں امام، اسی طرح تألیفات مفیدہ میں بھی امام ہیں۔ حالانکہ ان کی  
مراتب پچیس سال چار ماہ ہوئی۔“

### تصنیف و تالیف:

علامہ لکھنوی نے متعدد علوم و فنون پر نہایت ہی علمی اور حقیقی تصانیف و کتب تحریر  
کیں۔ کسی مسئلہ پر جس قدر وہ مواد فراہم کرتے ہیں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ شیخ  
عبد الفتاح ابو غنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اہل علم ان کی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو  
محسوس کرتا ہے شاید انہوں نے ایک طویل عمر اس موضوع کے مطالعہ کے بعد ہی اسے تصنیف  
کیا ہے کیونکہ اس قدر مواد دوسری جگہ ملنا دشوار ہوتا ہے۔ - ۳۵

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں علامہ لکھنوی کی تصانیف میں دو چیزیں ایسی ہیں جو اس  
سے پہلے نہ تھیں۔

۱۔ کتاب کی ابتدا میں مقدمہ، جس میں باتن و شارح کے احوال اور اس موضوع پر  
دیگر کتب کا تذکرہ

۲۔ کتاب پر حاشیہ اور تحقیق میں اس کے مختلف نسخوں سے استفادہ - ۳۶

### تصانیف کی تعداد:

ان کی تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ان کے شاگرد شیخ محمد عبدالباقی نے ان  
کی تعداد ۱۱۲ ذکر کی ہے۔ - ۳۷

جب کہ شیخ عبد الفتاح کا کہنا یہ ہے:

الف الامام الكهنوي نحو مائة و خمسة عشر مولفاً

”امام لکھنوی نے تقریباً ۱۱۵ کتب تصنیف کیں۔“ - ۳۸

لیکن مقدمہ الرفع والکمال میں مصنف کی زبانی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کی  
تعداد ۱۰۷ شمار کیں ہیں۔ - ۳۹

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے کتب کے بارے میں یہ تفصیل دی ہے۔ جس کے مطابق



ان کی تعداد ۱۲۰ بنتی ہے۔

موضوع	تعداد
۱۔ عقائد	۴
۲۔ حدیث	۸
۳۔ اصول فقہ	۱
۴۔ فقہ	۵۰
۵۔ فرائض	۱
۶۔ رقائق	۱
۷۔ تاریخ و تراجم	۱۶
۸۔ السیرۃ	۲
۹۔ الموالید والوفیات	۳
۱۰۔ منطق و حکمت	۲۵
۱۱۔ مناظرہ	۲
۱۲۔ نحو	۲
۱۳۔ صرف	۵
کل تعداد	۱۲۰

ہم یہاں حدیث، اصول فقہ اور فقہ پر تحریر کردہ کتب کے اثناء اور ان کے عقائد پر اکتفا کر رہے ہیں۔

حدیث کے موضوع پر درج ذیل کتب ہیں:

### ۱۔ الرفع و التکمیل فی الجرح و التعذیل :

مسائل جرح و تعدیل پر عظیم کام ہے۔ ڈاکٹر نور الدین عتر کے بقول:

هو كتاب نفيس جدا في غايه الفائدة ۱۱

”بڑی قیمتی کتاب ہے اور نہایت ہی مفید ہے۔“

علامہ عبد القناح ابو نعیم اور قطر ازہیں:

هو اول كتاب الف في موضوعه ولم يسبق اليه على نمادی العصور ووفرة

### الحفاظ النقاد المؤلفين في علوم الحديث ۱۲

”اس موضوع پر یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثل نہیں حالانکہ علوم حدیث کے بڑے بڑے ماہرین گزرے۔“

### ۲۔ التعلیق الممجید علی موطا لامام محمد:

یہ مشہور حدیث کی کتاب موطا امام محمد کا حاشیہ ہے۔ شیخ عبد الوہاب عبد اللطیف اسی موطا پر تعلیق میں لکھتے ہیں:

للكهنوى تعليق جيد يسقى التعليق الممجد ۱۳

”شیخ لکھنوی نے موطا پر عمدہ حاشیہ لکھا ہے جس کا نام التعلیق الممجید ہے۔“

شیخ عبد القناح ابو نعیم کا کہنا ہے کہ کسی عالم کی لائبریری کا اس کتاب سے خالی ہونا بڑی محرومی ہے۔ ۱۴

شیخ محمد شاذلی کہتے ہیں:

هذا الشرح من احفل الشروح مشحون بعيون المسال قدم فيه مقدمه اودع فيها فوائد عليده۔ ۱۵

”یہ شرح بڑی کامل شرح ہے، تحقیقی مسائل سے مالا مال ہے اور اس میں انہوں نے مقدمہ لکھا جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔“

### ۳۔ خیر الخیر فی اذان خیر البشر:

کیا رسالت مآب ﷺ نے نماز کے لئے اذان دی یا نہیں۔ یہ رسالہ اسی موضوع پر ہے۔

### ۴۔ الاجوبۃ الفاضلہ للاسئله العشرۃ الکاملہ:

علوم حدیث سے متعلق دس سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مثلاً تعارض احادیث کے موقع پر۔

۱۔ کیا فتح مقدم ہے یا جمع؟

۲۔ کیا جمع، ترجیح پر مقدم ہے یا ترجیح مقدم ہے؟ ۳۔ وجود ترجیح کیا ہیں؟

۴۔ جب روای اپنے سے مروی روایت کے خلاف عمل کرے تو علماء کا موقف اس بارے میں کیا ہے؟

۵۔ جب حدیث کے صحابی کا قول یا عمل معارض ہو تو کیا اس میں توقف کیا جائے گا یا نہیں؟  
اسی طرح نہایت ہی اہم دس سوالات کا جواب علامہ نے اس کتاب میں دیا ہے۔  
محقق کتاب شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے خوب کہا:

نضمن هذا الكتاب ابحاثا جامعة محروقة لم ينهض للكتابة فيها على  
استكمال واتقان غير الامام الكهنوي فيما علمت۔ ۳۶

### ۵۔ الاثار المرفوعة في الاخبار الوضوء:

اس کتاب میں حدیث موضوع سے متعلق مسائل و احکام کا تذکرہ ہے، وضائیں  
اور اسباب وضع پر بڑی تفصیلی گفتگو ہے۔

### ۶۔ شرح الحصن الحصين:

امام حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن شافعی المعروف امام ابن جزری التوئی ۸۳۳ھ  
کی کتاب حصن الحصین کی شرح ہے۔

### ۷۔ ظفر الامانی فی مختصر البحر جانی:

سید شریف جرجانی التوئی ۹۲ھ نے اصول حدیث پر مختصر کتاب تصنیف کی علامہ  
لکھنوی نے اسے بہتر اختصار قرار دیتے ہوئے اس کی بسیط شرح لکھی۔ آپ کے شاگرد محمد  
عبد الباقی کا بیان ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے حافظ ابن حجر کی کتاب "نزهة النظر شرح نزهة  
النظر" مختصر ہے جب ظفر الامانی تیار ہو جائے گی تو ہم اسے نصاب میں شامل کریں گے۔ ۷۳

### ۸۔ دافع الوساوس فی اثرا ابن عباس:

یہ رسالہ اثرا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔

### اصول فقہ پر کتب:

صدر شریعہ عبیدی اللہ بن مسعود التوئی ۷۳ھ ہجری نے اصول فقہ کا نتیجہ  
"الاصول" تحریر کی۔ پھر اس کی خود ہی شرح لکھی جس کا نام "التوضیح فی عل غوامض" ہے۔  
رکھا علامہ مسعود بن عمر سعد الدین نقاش زانی التوئی ۹۲ھ نے اس کی "التلویح" کے نام پر مبسوط  
شرح لکھی، یہ کتاب مدارس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ علامہ عبد الحمید لکھنوی نے اس پر  
نہایت ہی مفید حاشیہ تحریر فرمایا۔

### فقہ حنفی پر کتب:

فقہ خصوصاً حنفی فقہ پر علامہ نے بڑا کام کیا۔ اس موضوع پر انہوں نے پچاس کتب  
تصنیف کیں، ان میں سے چند کے نام اور مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱۔ احکام القنطرة فی احکام البسملة

بسم اللہ کے معنی و مفہوم اور اس کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے۔

۲۔ افادة الخیر فی الاستیاء بسواک للعبیر

کیا آدمی کسی دوسرے کا سواک استعمال کر سکتا ہے؟

۳۔ الافصاح عن شهادة المرأة فی الارضاع

ایک خاتون سے کوئی مرد نکاح کرنا چاہتا ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے اسے دودھ  
پایا ہے۔ لیکن اس پر گواہ نہیں کیا نکاح ہو سکتا ہے؟

۴۔ اقامة الحججة علی ان الاکتار فی التصدیس ببدعة

اس موضوع پر کام ہے کہ بزرگوں کا کثرت سے عبادت کرنا بدعت نہیں بلکہ  
سنت کے تحت آتا ہے۔

۵۔ امام الکلام فیما يتعلق بالقرأة خلف الامام

کیا امام کے پیچھے مقتدی پر قرأت لازم ہے یا نہیں؟

۶۔ الانصاف فی حکم الاعتکاف

احکام اعتکاف کا بیان ہے۔

۷۔ تحفة الاخیار فی احواء سنة سيد الابرار

سنت کے مفہوم اور مسئلہ تراویح پر تفصیلی بحث ہے۔

۸۔ تحفة الطلبة فی تحقیق مسح الرقبہ

وضو میں گردن کا مسح جائز ہے یا منع؟

۹۔ تحفة کلمة علی حواشی تحفة الطلبة

یہ سابقہ کتاب پر حاشیہ و تعلق ہے۔

۱۰۔ تحفة النبلاء فی جماعۃ النساء

کیا خواتین کی جماعت جائز ہے؟ علامہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ عمل جائز ہے۔



اذان کے بعد تکبیر، مستحسن ہے

۱۲۔ تدویر الفلک فی حصول الجماعة بالجہن و الملک

انس و جن کی ایک دوسرے کی اقتدار کرنا کیا ہے؟

۱۳۔ ترویج الجنان بتشریع حکم شرب الدخان

تمباکو کے استعمال میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اسے حرام، بعض نے حلال  
جواز کا قول ہے علامہ نے راہ اعتدال اپنانے کی بات کی ہے۔

۱۴۔ القول الجازم فی سقوط الحدیث کاح المحارم

نکاح محارم پر سقوط حد کا بیان ہے۔

۱۵۔ التعلیق علی القول الجازم

سابقہ کتاب پر حاشیہ بھی تحریر کیا یہ اصل کتاب کے ساتھ ہی مطبوع ہے۔

۱۶۔ حاشیہ الہدایہ

امام مرغینانی نے فقہ حنفی پر بڑے مبسوط کتاب ہدایہ کے نام سے مرتب فرمائی ہے

اس کی چار جلدیں ہیں اس پر علامہ نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔ ابتدائی دو جلدوں پر ان کا ہے اور

آخری دونوں پر ان کے والد گرامی کا حاشیہ ہے۔

۱۷۔ حسن الولایۃ بحل شرح الوقایہ

شرح وقایہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس پر آپ نے حاشیہ تحریر فرمایا۔

۱۸۔ السباعیۃ فی کشف ما فی شرح الوقایہ

یہ بھی شرح وقایہ کی مبسوط شرح ہے اسے مکمل نہ کر پائے۔ باب القراءۃ تک ہے۔

۱۹۔ حاشیہ علی الجامع الصغیر

امام محمد نے فقہ حنفی پر الجامع الصغیر مرتب کی ہے۔ علامہ نے اس پر نہایت ہی قیمتی حاشیہ لکھا۔

۲۰۔ ردع الاخوان عن محدثات اخر جمعہ رمضان

کچھ لوگ رمضان کے آخری جمعہ میں قضا عمری پڑھتے ہیں یعنی ایک نماز نفل اور

دو کرتے ہیں جس کے بعد یہ تصور کر لیتے ہیں کہ اس کے بعد عمر بھر کی نمازوں کی قضا کی

ضرورت نہیں رہتی علامہ نے اس کے رد میں کتاب تحریر فرمائی۔

۲۱۔ زجر اوباب الریان عن شرب الدخان

کچھ لوگوں نے یہ رائے دی کہ دوران روزہ حقہ پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا علامہ

موصوف نے اس کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

۲۲۔ زجر الشبان عن ارتکاب الغیہ

غیبت بہت بڑا گناہ ہے، مسلمانوں میں اس کی برائی کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے۔

علامہ نے غیبت کے موضوع پر کتاب تحریر فرما کر اہل اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔

۲۳۔ مساحہ الفکر فی الجہر بالذکر

ذکر میں اختلاف ہے کہ اسے بلند آواز میں کیا جانا چاہیے یا نہیں؟ علامہ نے اس

موضوع پر کام کر کے راہ اعتدال اپنانے کی تلقین کی ہے۔

۲۴۔ عمدہ الرعاۃ فی حل شرح الوقایہ

یہ بھی شرح وقایہ کی شرح ہے۔

۲۵۔ عمدۃ النصالح فی ترک القبائح

برائیوں کی قباحت پر کام ہے۔ مثلاً حسد، قطع رحمی، بخل، تکبر، جھوٹ، غصہ، وغیرہ

غایہ المقال فیما يتعلق بالنعال

نعلین سے متعلق احکام کی تفصیل ہے۔ اس میں رسالت مآب ﷺ کے نعل

مبارک کے بارے میں بھی کافی مواد موجود ہے۔

۲۷۔ الفلک الدوار فی رویۃ الهلال بالنہار

اگر تیس شعبان کو دن میں چاند نظر آجائے تو کیا رکھا ہو روزہ توڑ دیا جائے یا جاری

رکھا جائے۔

۲۸۔ الفلک المشحون فیما يتعلق بانقفاع المرتہن بالمرہون

کیا مرتہن، مرہون شی سے استفادہ کر سکتا ہے؟

۲۹۔ القول الاشراف فی المنع من المصحف

کیا مقتدی قرآن کھول کر امام کی قرات میں قرآن لے سکتا ہے؟

۳۰۔ القول المنشور علی القول المنشود

القول المنشور فی ہلال غیر الشہور

دونوں چاند کے بارے میں ہیں۔

۳۲۔ الکلام الجلیل فیما يتعلق بالمندبل

وضو کے بعد تویہ کا استعمال جائز ہے؟



تین حصے پر مشتمل فتاویٰ بھی آپ کی تصانیف میں ہے۔

۳۴ نخبہ الانظار علی نخبہ الاخیار

یہ نخبہ الاخیار پر حاشیہ ہے۔

۳۵ لزہ الفکر فی مسبحہ المذکر

ذکر کے لئے شیع کے جواز کا بیان ہے۔

### حواشی

- ۱۔ آثار الاول از محمد قیام الدین ص ۷ (۲)۔ تذکرہ علماء فرنگی محل مولوی صاحب
- اللہ (۳)۔ سید المرہان فی اہل ہندوستان للہیدی، ج ۲، ص ۳۹ (۴)۔ الشافعی الاسلامیہ فی الہند
- ص ۱۶ (۵)۔ علم الحدیث فی الہند، ص ۵۲ (۶)۔ تذکرہ علماء فرنگی، ص ۱۳۰ (۷)۔ مقدمہ
- السعایہ، ص ۴۱ (۸)۔ مقدمہ التعلیق المجید، ص ۲۸ (۹)۔ مقدمہ التعلیق المجید، ص ۲۸ (۱۰)۔
- حسرة العالم بوقاۃ مرجع العالم، ۸۲ (۱۱)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۴۱ (۱۲)۔ التلخیص الکبیر، ص
- ۱۵ (۱۳)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۴۱ (۱۴)۔ التلخیص الکبیر، ص ۴۷ (۱۵)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۴۷
- (۱۶)۔ کنز البرکات از محمد حقیقہ اللہ ہندی، ص ۹ (۱۷)۔ حسرة العالم، ص ۹۰ (۱۸)۔ مقدمہ
- تعلیق المجید، ص ۱۱ (۱۹)۔ القول المشہور، ص ۱۰ (۲۰)۔ التلخیص الکبیر، ص ۱۵۳ (۲۱)۔
- کنز البرکات، ص ۳۳ (۲۲)۔ الباقوت والمرہان فی ذکر علی سیوان ص ۱۰ (۲۳)۔ نزہۃ الخلفو
- طر، ج ۸، ص ۱۹۳ (۲۴)۔ کنز البرکات، ص ۶ (۲۵)۔ حسرة القول بوقاۃ حب الرسول، ص
- ۸ (۲۶)۔ لیس المصاحف، ج ۲، ص ۲۶۹ (۲۷)۔ نظم الموشحین، ج ۱۱، ص ۳۸ (۲۸)۔ الامام، ج ۷، ص
- ۵۹ (۲۹)۔ مقدمہ علی نصب الہادیہ، ص ۲۹ (۳۰)۔ حدائق الخلفیہ، ص ۲۸۵ (۳۱)۔ نزہۃ الخواطر، ج ۸،
- ص ۱۹۳ (۳۲)۔ مقدمہ التلخیص الکبیر، ص ۳۹ (۳۳)۔ نزہۃ الخواطر، ج ۸، ص ۲۳۵ (۳۴)۔ مقدمہ
- التعلیق المجید، ج ۱، ص ۴۱ (۳۵)۔ مقدمہ التعلیقات الخالدة، ص ۱۳ (۳۶)۔ علم الحدیث بالہند، ص
- ۶۳ (۳۷)۔ تہذیب العمل، ص ۴۲ (۳۸)۔ مقدمہ علی سہاح الفکر، ص ۵ (۳۹)۔ امام عبدالحی الکنہوی، ص
- ۱۶۵ (۴۰)۔ تصحیح الفقہ فی علوم الحدیث، ص ۱۱۵ (۴۱)۔ مقدمہ علی سہاح الفکر، ص ۵ (۴۲)۔ مقدمہ علی موطا،
- ص ۲۶ (۴۳)۔ مقدمہ علی التعلیق المجید، ص ۳۳ (۴۴)۔ مقدمہ علی موطا، ص ۷۱ (۴۵)۔ مقدمہ الاوجہ،
- ص ۱۹ (۴۶)۔ حسرة القول، ص ۳۹

# کیا

## سب ملینہ کہلاانا جائز ہے؟

مفتی محمد خان قادری

کراچی اسلام آباد لاہور



# انتساب

سگان کوئے مدینہ کے نام

سگ سگان کوئے مدینہ  
محمد خاں قادری

## وجہ تالیف

پانچ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ سرگودھا سے محترم محمد اختر رضا قادری نے مجلہ الدعوة کے کچھ صفحات کا فوٹو بھیجا جس میں مہراحم ربانی صاحب کا ایک مضمون بعنوان ”کیا سگ مدینہ کھانا جائز ہے؟“ تھا۔ صاحب مضمون کا موقف یہ ہے کہ اپنے آپ کو سگ مدینہ کھانا شرف انسانیت کی توہین و تذلیل ہے۔ اس لیے کسی مسلمان کو یہ کلمات نہیں کہنے چاہئیں۔

کثیر اولیا صلحاء امت نے اپنے آپ کو سگ مدینہ کھا ہے اور جتنے وہ کتاب و سنت سے آگاہ تھے ہم نہیں۔ اس مضمون کے مطابق تو ان سب نے غلط کھا حالانکہ ان تمام بزرگوں کو شریعت سے نااہل سمجھنا سراسر زیادتی ہے۔

ہم نے اپنے مضمون میں کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ بطور تواضع و انکساری اور خوف و خشیت الہی کے پیش نظر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسے گمراہی و جہالت قرار دینا ہرگز مناسب نہیں ہاں جس کیفیت اور نقطہ نظر سے اولیاء امت نے یہ طریق اپنایا اس کو سامنے رکھنا نہایت ہی ضروری ہے، بحمد اللہ زیر بحث مسئلہ کے بہانے اس مقالہ میں تواضع و انکساری پیدا کرنے کے لیے بھی کافی مواد جمع ہو گیا ہے جو خود اپنی جگہ ہم سب کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

نگ سگان مدینہ  
محمد خاں قادری

حضرات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام اور اولیاء عظام نے اپنے خالق و مالک کے سامنے بطور تواضع و انکساری ہمیشہ اپنے آپ کو پست سے پست اور حقیر سے حقیر بنا کر پیش کیا ہے۔ اپنے رب سے خوف اور خشیت کی بنا پر کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا نہیں کہا اور نہ سمجھا بلکہ تمام مخلوق سے حقیر تر تصور کیا کیونکہ انہوں نے قرآنی تعلیمات کی اس روح کو پالیا تھا کہ جو اعتراف کرتے ہوئے ”ربنا ظلمنا انفسنا“ کہے گا اسے بلندی اور قرب خدا نصیب ہوگا اور ”انا خیر منہ“ سے ہستی، ذلت اور لعنت کا طوق ملتا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام نے معصوم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ظالم کہا۔ صحابہ یہ آرزو کرتے ہیں کاش ہم انسان نہ ہوتے، ہمارا حساب و کتاب نہ ہوتا، ہم درخت ہوتے، ہم چڑیا ہوتے بعض نے کما کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کما کاش ہم چار پاؤں کی بیٹھکی ہوتے اس کی پیروی میں بت سے اہل معرفت اور ائمہ امت نے اپنے آپ کو سگ مدینہ وغیرہ کہا۔

ان کا مقصد محض یہ ہے کہ ہمارا مالک پاک ہے ہم ناپاک، وہ گھروالا ہے ہم اس کے دروازے پر دریوزہ گر، جس طرح سگ کو لوگ پہرے اور حفاظت کے لیے رکھتے ہیں کاش ہمیں بھی اللہ و رسول دین کی خدمت اور پہرے کے لیے رکھ لیں۔ کاش ہم اللہ و رسول کی عزت و ناموس پر حملہ آور ڈاکوؤں، لیٹروں اور چوروں پر کسی وفادار سگ کی طرح جان کی پرواہ کیے بغیر لپک پڑیں۔ جس طرح سگ بھوکے ننگے اپنے مالک کے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں، کاش ہمیں بھی اپنے مالک کے دروازے پر اسی انداز میں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔



جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چٹکے  
مالک دے در راہی کر دے صابر کلمے نکلے

جس طرح سگ اپنے مالک کے کھڑوں پر پلتا ہے اسی طرح ہمیں بھی اپنے  
آقا کے در کے کھڑے نصیب رہیں تو بگڑی بن سکتی ہے۔

جرسے کھڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال  
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

پھر اہل معرفت نے قرآن و سنت میں سگ اصحاب کف کے بارے میں  
پڑھا کہ وہ نیکیوں کے ساتھ لگ گیا تو سگ ہونے کے باوجود وہ جلتی ہو گیا۔ قرآن  
نے اس کا بار بار تذکرہ کیا اس لیے وہ پکار اٹھے کاش ہمیں اپنے مالک کے ساتھ  
یہی نسبت حاصل ہو جائے۔

جن مخالفین نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ایسا کتنا خلاف شریعت اور  
انسانیت کی تدلیل و بے حرمتی ہے۔ ان کے سامنے قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو تو  
ہے 'دوسرا نہیں ہم اس مقالہ میں دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں تاکہ  
مسئلہ واضح ہو جائے۔

## اللہ و رسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے

ہر مسلمان کے لیے یہ لازم و ضروری ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ اور اس  
کے رسول ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کے ہر حکم پر ایمان لائے اور ان پر  
عمل پیرا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ياايهاالذين امنواادخلوا في السلم  
كلفةولا تتبعواخطواتالشيطان  
اے اہل ایمان اسلام میں پورے  
پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے  
قدموں کی اتباع نہ کرو یقیناً وہ تمہارا  
دشمن ہے۔ (البقرہ ۲۰۸)

ان کے کسی حکم کو مان لینا اور کسی حکم کو نہ ماننا کسی مسلمان کے شایان  
شان نہیں بلکہ ایسا کرنے والا تو اللہ کا بندہ نہیں بلکہ خواہش کا بندہ ہوتا ہے اس  
نے تو خواہش نفس کو خدا بنا رکھا ہے۔ قرآن نے ایسے بندے کے بارے میں  
فرمایا۔

افرايت من اتخذالهههوه  
(الہافیہ ۲۳)  
کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا  
جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا  
ہے۔

اسی بات کی نشاندہی قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔

افتؤمنون ببعضالکتاب  
ونکفرون ببعض  
اور دوسرے حصہ کے ساتھ کفر  
کرتے ہو؟ (البقرہ ۸۵)

یعنی ایسا عمل و کردار سراسر ظلم اور اپنی دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ کوئی مسلمان ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ قرآن مجید کے کچھ حصہ کو مانے مگر کچھ کو قابل اعتناء تصور نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسلام سے اس کا کیا تعلق و واسطہ؟

## فہم قرآن کا اہم اصول

کسی مسئلہ کے بارے میں اگر قرآن مجید نے متعدد مقامات پر گفتگو کی ہے تو اس کے بارے میں صحیح و درست رائے قائم کرنے کے لیے ان تمام مقامات کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ ایک مقام دوسرے مقام کا معنی از خود متعین کرتا ہے نہ یہ کہ کسی ایک مقام کو ہمیشہ پڑھا اور دہرایا جائے مگر دوسرے مقام پر وہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ یا آیت مبارکہ کا کچھ حصہ پڑھا جائے بقیہ ترک کر دیا جائے۔ جیسے کوئی قرآنی الفاظ "لا تقربوا الصلوة" (نماز کے قریب مت جاؤ) پڑھتا ہے مگر "انتم سکاری" (جب تم حالت نشہ میں ہو) کے الفاظ چھوڑ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کر کے سمجھتا ہے کہ اس نے قرآن کی خدمت کی ہے تو یہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے یہ تو قرآن میں تحریف کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اسے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

من الذین ہادوا بحرفون الکلم  
عن مواضعہ  
یجران میں سے کچھ ایسے ہیں جو  
کلمات کو ان کے مقام سے اٹھاتے  
ہوئے ان میں تحریف کرتے ہیں۔  
(انشاء، ۴۶)

## موجودہ دور کی چند مثالیں

ہم یہاں موجودہ دور کی چند مثالیں قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ مدعی بھی واضح ہو جائے اور اس بات سے بھی آگاہی ہو جائے کہ تحریف کا سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری ہے۔

## ۱۔ عورت کی سربراہی

ہمارے دور میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت 'حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے' ان میں سے بعض نے اس پر قرآنی دلیل دیتے ہوئے قرآن کے یہ الفاظ تو نقل کیے

ولہن مثل الذی علیہن  
بالمعروف  
اور عورتوں اور مردوں کے حقوق و  
فرائض آپس میں برابر ہیں۔

مگر اگلے الفاظ ترک کر دیئے

وللرجال علیہن درجۃ  
(البقرہ، ۲۲۸)  
اور مردوں کو خواتین پر ایک درجہ  
فضیلت حاصل ہے۔

کیونکہ یہ الفاظ ان کے مدعی کے خلاف تھے۔

## ۲۔ بشریت انبیاء علیہم السلام

اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام بشر اور انسان ہیں۔ ان میں بشریت کے تمام تقاضے اور صفات موجود مگر ان کی بشریت اتنی اعلیٰ و اکمل کہ اس پر تمام لوری مخلوق فدا و قربان کی وجہ ہے قرآن نے جہاں بھی کسی نبی کی بشریت کا تذکرہ کیا وہاں کسی نہ کسی ایسی صفت کا اضافہ کر دیا جو اسے دیگر بشروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ کسی جگہ "بشراً رسولاً" (نبی اسرائیل - ۹۳) (یہ بشر اللہ کا رسول ہے) کہا، آپ جانتے ہیں اللہ کے بعد رسول ہی کا درجہ ہوتا ہے۔ اس درجہ کو عام بشریائے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کسی جگہ اگر انسان و بشر ہونے میں شکیات کا اعلان کیا تو ساتھ "یوحی الی" (الکہف، ۱۱۰) کا اضافہ کیا (مجھ پر وحی الہی کی جاتی ہے) خصوصاً حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

وما ینطق عن الہوی ان ہو الا  
وحی یوحی (النجم، ۳۰-۳۱)  
آپ خواہش نفس سے نہیں بولتے  
آپ کا کلام سرپا وحی ہوتا ہے۔



آپ کی ہر بات کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔

آپ کے دست اقدس کو اپنا ہاتھ فرمایا۔

ان الذین یشاہدون انما یشاہدون اللہ جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی  
ید اللہ فوزاً ابیدیہم انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان  
(الفقہ ۱۰) کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یعنی رسول انسان ہونے کے باوجود ہر حال میں اپنے اللہ کی رہنمائی میں  
زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے باقی تمام مخلوق رسول کی رہنمائی میں چلتی ہے رسول  
براہ راست اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے اور باقی تمام مخلوق رسول سے لیتی ہے اپنے  
والا دینے والے کی برابری کا کہاں سوچ سکتا ہے؟

اسی طرح اگر عہد کہا تو "نعم العبد" (میں) کہا (بہت ہی خوب بندہ)  
خصوصاً رسالت مآب ﷺ کی عہدیت کا یہاں بھی تذکرہ کیا اسے نہایت ہی  
احسن و اعلیٰ انداز میں بیان کرتے ہوئے "عہدہ" فرمایا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً مقدس و پاک ہے وہ ذات جس نے  
(نبی اسرائیل) اپنے بندے کو رات کے وقت یر  
کرائی۔

دوسرے مقام پر مقام "واودئی" پر کیے جانے والے راز و نیاز کی طرف  
اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فاوحی الی عبدہ ما ووحی پس بات کی اس نے اپنے بندے کے  
(الانجیم ۱۰) ساتھ جو کرنا تھی۔

جن اہل علم کو یہ بات سمجھ آگئی انہوں نے کہا  
عہد دیگر عہدہ چیزے دگر ماسراپا انتظار او منتظر

عارف کامل حضرت پیر مر علی شاہ گولڑوی سے آپ کی بشریت کے بارے  
میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جو جواب عنایت فرمایا وہ جواب من و عن درج

ذیل ہے۔

حامداً ومصلياً لئن نزل منہ اہل اللہ الحمد عو بمہر علی شاہ الی  
السید المعکرم جناب مخدوم صدر الدین شاہ صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ دامت  
عنایتہ (مثنائی)

وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ اما بعد عنایت نامہ مشتمل بر تنازع علمائے کرام  
ورہار جواز اطلاق بشر بر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و عدم آں و حاضر و ناظر بودن  
حضرت سید البشر و اثنائے آں ملاحظہ سے گزرا۔

میں اس قائل نہیں ہوں کہ اہل علم و فضل کے مابین محاکمہ و بداعت  
کروں، مگر اشدائے لاء المرالہی ماحضر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

محدود! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لیے ذکر آں حضرت ﷺ  
بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی  
میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے  
میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بکمال ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و  
ناکس سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا، لہذا اطلاق لفظ بشر میں  
خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لیے جائز اور  
عوام کے لیے بغیر زیادت لفظ دال بر تعظیم ناجائز۔

توضیح آدم علی نبینا علیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے  
کہ آدم علی نبینا علیہ السلام کو شرف مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے۔

(ما منعک ان لاتسجد لما خلقت بیدی) چونکہ ملائکہ اس کمال آدم سے  
بے خبر تھے۔ ایسا ہی ابلیس بھی فقالوا ما قالوا فرق اتا ہے کہ ملائکہ جتلانے  
کے بعد سمجھ گئے اور معترف بالقصور ہوئے قالوا سبحانک لاعلم لنا  
الاما علمتنا اور ابلیس کو علاوہ قصور جہل کے غرور بھی تھا، لہذا ابی واستکبر  
الخ ہکذا قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاظہر بمالہ ونا علیہ فی جواب  
سوال حکیم الترمذی



بشری کو کمال استجماء کے لیے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص  
مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے، اور مظاہر اور مرایا کلمات استجمائیہ سے ازگودہ  
انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آن حضرت اضالہ واز جماعت  
اولیاء کرام وارث مصرعہ والی علی قدم النبی بدر الکمال  
سیدنا عبدالقادر و امثالہ رضی اللہ عنہ وراثۃ مظہر اکمل و اتم لاسمہ الاعظم  
ٹھہرے۔ بشری کے لیے تنزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ بیت  
اجتماعیہ و ترکیبات اسمانیہ و اتصالات و اوضاع انی خرت بیت آدم سے لے کر تا  
ظہور جسد غصری صلی اللہ علیہ وسلم وابتداء من الکمل کو متوجہ کیا گیا ہے اور  
خدام بنائے گئے تاکہ من رانی فقد رای الحق کا آئینہ و چہرہ علی وجہ الکمال  
اور پورا حق نما ہو۔ قصہ مختصر بشری ہے کہ جس کو کہ

گر خوابی خدا بینی در چہرہ من بنگر

من آئینہ اویم اونیست جدا از من

ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف  
کا بشر کہنا از قبل ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاسماء المعظمہ ہوا۔  
بخلاف غیر عارف کے کہ اس کے لیے بغیر انضمام کلمات تعظیم صرف لفظ بشر ذکر  
کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد "یوحی الی" اور تشہد میں  
"عبدہ" کے بعد "رسولہ" اور کلام اہل فضیلت و عرفان میں ہے۔

فیبلیغ العلم فیہ انہ بشر

و انہ خیر خلق اللہ کلہم

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت و الجماعت  
سے ہیں اور ذکر آنحضرت کا بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے  
ہیں، لہذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ کی  
طرح صرف لفظ بشر کا اطلاق جائز کہیں، البتہ ان کا خیال ہے کہ مقصد تحقیر لفظ  
بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان

کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم نہ چاہئے کہ بوجہ  
شیوع عرف و قصد فرقہ ضالہ صرف بشر کہتے ہیں لیہلم امرنا جائز کا ہے۔  
(فتاویٰ مرئیہ، ۱۰، ۱۲)

لیکن ہمارے معاشرہ میں کچھ ایسے افراد ہیں جو حضرات انبیاء علیہم السلام  
کی بشریت کو ایک عام سطح کی بشریت تصور کرتے ہیں، پھر اس کی تشریح میں قرآنی  
الفاظ "قل انما انا بشر مثکم یوحی الی" کو "مثکم" تک ہی پڑھتے ہیں۔  
"یوحی الی" کو سامنے لانا مناسب نہیں سمجھتے یعنی ان کی نظر صرف نبی کی اس  
شان و حال پر رہتی ہے جس کے اعتبار سے وہ مخلوق میں شامل ہے۔ نبی کے اس  
حال کی طرف توجہ نہیں جاتی جس کے اعتبار میں وہ اپنے اللہ سے واصل رہتا  
ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ کو ہے حرف مشدود کا

اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیت مبارکہ

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے  
نور اور روشن کتاب آگئی۔

مبین

(المائدہ، ۱۵)

کبھی بھی ان کی تقریر و خطاب کا موضوع نہیں بنتی حالانکہ جس ذات  
اقدس کا فرمان "قل انما انا بشر مثکم" ہے یہ فرمان بھی اسی ذات کریم کا  
ہے، یہ دونوں قرآنی آیات ہیں اور دونوں کو ہی بیان کرنا لازم و ضروری ہے۔

اسی طرح جو لوگ حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں وہ آیات بشریت کے  
تذکرہ میں جھجک محسوس کرتے ہیں حالانکہ ان کا عقیدہ بشریت کے خلاف نہیں  
انہیں چاہیے یہاں وہ "قد جاءکم من اللہ نور" کو موضوع خطاب بناتے ہیں  
وہاں "قل انما انا بشر مثکم یوحی الی" کی تفصیل سے بھی لوگوں کو آگاہ  
کریں الغرض جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں شانیں عطا فرمائی ہیں۔ تو ان میں



سے کسی ایک پر زور دینے کے بجائے دونوں کو ہی کھلے دل سے تسلیم کیا جائے۔

### ۳۔ مسئلہ علم غیب

غیب اس علم کو کہتے ہیں جسے حواس و عقل کے ذریعہ حاصل نہ کیا جاسکے یعنی اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہ شخص جسے وہ عطا فرما دے، 'جنت'، 'دوزخ'، 'پل صراط'، 'میزان' اور 'حشر و نشر' کے تمام معاملات غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی بھی انہیں اپنے عقل و حواس سے نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء عظیم السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں وحی کے ذریعہ ان تمام حقائق سے آگاہ فرما دیا تاکہ وہ تمام لوگوں کو ان سے آگاہ کر سکیں۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجنبي من رسله من يشاء فامنوا بالله ورسله وان تومنوا وتنتقوا فلكم اجر عظيم  
(آل عمران، ۱۷۹)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

علم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارضى من رسول فانه يسلك من بين يديه ومن خلفه رصدا  
(الجن، ۲۷)

ان دونوں آیات میں واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے اور بندوں پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان

لائیں کہ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس پر مطلع فرما دیتا ہے۔ غیب پر کسی کو مطلع نہ کرنے کی پابندی نہ خود اس نے اپنے اوپر عائد کر رکھی ہے اور نہ کوئی اس پر عائد کر سکتا ہے۔ ان آیات کے باوجود یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کے بتانے سے بھی کوئی غیب نہیں جانتا سراسر زیادتی ہے۔ فقط انہی آیات کو سامنے لاتا جن میں علم الہی کا بیان ہے مثلاً

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها غيب کی کھجیاں اسی کے پاس ہیں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(الانعام، ۵۹)

قل لا يعلم من في السموات والارض الغيب الا الله وما يشعرون ايان يبعثون  
(النمل، ۲۶)

حالانکہ ان آیات میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے اور کوئی کسی طریقہ سے حاصل بھی نہیں کر سکتا رہا یہ معاملہ کہ اللہ تعالیٰ خود اس پر کسی کو آگاہ بھی فرماتا ہے؟ تو سابقہ آیات میں خود باری تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں اپنے رسولوں کو اس سے آگاہ کرتا ہوں، اس کے بعد انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی گویا مسئلہ غیب میں اگر قرآن مجید کی تعلیم کے دونوں پہلو سامنے رہیں تو کوئی ابھن باقی نہیں رہتی۔

زیر بحث مسئلہ میں

زیر بحث مسئلہ کا معاملہ بھی یہی ہے اگر قرآنی تعلیمات کے دونوں پہلو سامنے آجائیں تو معاملہ از خود حل ہو جاتا ہے آئیے ہم ان دونوں پہلوؤں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

## قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو

۱۔ انسان مسجود ملائکہ ہے

اگر انسان اپنے رب کریم کا فرمانبردار اور صحیح بندہ بن جائے تو وہ مسجود ملائکہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے کئی مقامات پر تصریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کے لیے فرشتوں کو حکم دیا۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ  
فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ  
وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ  
(البقرہ، ۳۳)

یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تم آدم کو سجدہ کرو تو تمام نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافر ٹھہرا

۲۔ انسان کی دیگر مخلوق پر فضیلت

سورہ بنی اسرائیل میں انسانی شرافت و تکریم کو یوں بیان کیا گیا۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ  
فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ  
الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ  
مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا  
(بنی اسرائیل، ۷۰)

اور یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بزرگی دی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو بستیوں پر جنہیں ہم نے پیدا فرمایا بڑی فضیلت دی ہے۔

۳۔ انسان کی کامل حالت پر تخلیق

ایک مقام پر بگڑے ہوئے انسان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا عَرَفَكَ  
بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوِّكَ  
فَعَدَلَكَ  
(الانفطار، ۶-۷)

اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں کس چیز نے مغرور کر دیا؟ اس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے حکمت

سے بنایا پھر اعتدال و کمال کی حالت پر پیدا کیا۔

۴۔ انسان کی تخلیق بہترین صورت پر

سورہ النبین میں خالق و مالک کائنات نے متعدد قسمیں اٹھانے کے بعد فرمایا۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ  
تَقْوِيمٍ  
(النبین، ۴)

یقیناً ہم نے انسان کو سب سے بہتر صورت پر پیدا فرمایا ہے۔

یہ شرافت و بزرگی مشروط ہے

یہ قرآنی تعلیمات کا وہ پہلو ہے جس میں انسان کا مقام 'شرافت' بزرگی اور اس کی تکریم کو بیان کیا گیا ہے لیکن یہ بات ہر ذی تصور پر عیاں و واضح ہے کہ یہ تمام صفات و مقامات اسی وقت ہیں جب وہ اپنے رب کریم کا بن کر رہے۔ ظاہر و باطن میں اس کا شوق و خوف رکھے، اپنے تن من پر اللہ کا رنگ چڑھائے، اسی کی رضا اس کا مقصود و مطلوب ہو جائے۔ اس کے حبیب ﷺ اور آپ کی لائی ہوئیں تعلیمات کو حزر جاں بنائے، بارگاہ خداوندی اور بارگاہ نبوی کے ادب و احترام کو اپنے ایمان کی بنیاد بنائے اور اگر انسان اپنے رب اور رسول کو بھول کر خواہش نفس اور دنیا داری کو منزل و مقصود بنا لیتا ہے تو پھر اس نے اپنی انسانیت خود ختم کر دی بقول علامہ اقبال مرحوم۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات  
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تھرا نہ من

بلکہ اس صورت میں وہ انسان تو کیا وہ تو چوپائے کتے اور خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے آئیے اب ہم قرآنی تعلیمات کے حوالے سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔



## قرآنی تعلیمات کا دوسرا پہلو

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس پہلو کو بھی متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے ان میں چند کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ خواہش نفس کی اتباع کرنے والے کو قرآن نے کتے کی مثل قرار دیا

سورۃ اعراف کی ان آیات کو پڑھئے ان میں توحید کو چھوڑنے والے کے بارے میں خود باری تعالیٰ نے فرمایا۔

واتل علیہم نبأ الذی اتینہ ایتنا فانسلخ منها فانیعہ الشیطن فکان من الغوین ولو شئنا لرفعنہ بہا ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ہواہ فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث اوتترکہ یلہث ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایتنا

(الاعراف ۱۷۵، ۱۷۶)

اے نبی ﷺ ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے بھاگ نکلا آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا یہاں تک کہ وہ بھگنے والوں میں شامل ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کے ذریعے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس کے ہی پیچھے پڑا رہا لہذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان نکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان نکائے رہے یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر حوالے نفس کی اتباع کرنے والے کو کتے کی مثل قرار دیا ہے۔

رجل سوء کتے سے بدتر ہوتا ہے

قرآن حکیم کی اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ بدکردار آدمی کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ علامہ محمود الوسی اس کے تحت لکھتے ہیں۔

نعم ہوا حسن من الرجل السوء ہاں کتا بدکردار آدمی سے افضل ہوتا ہے۔ (روح المعانی پ ۹، ۱۱۵)

آگے چل کر شیخ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ قرآن میں بیان کردہ اشلہ میں جو غور کرے گا کہ کفار و مشرکین اور ان کے بتوں کی مثال، بیت عکبوت اور کبھی وغیرہ سے دی گئی ہیں۔

نحقق لہ ان علماء السوء اسوا من قبح من ذلک فما الغاہ من مثل علیہم وما لہم فیہ من التہالک فی الدنیا مالہا وجاہلہا والرکون الی لذاتہا وشہواتہا من متابعة النفس الامارة وارحاء زمامہا فی مراہا

(روح المعانی پ ۹، ۱۱۶)

شیخ شہاب الدین سرودی کا قول

علامہ الوسی نے اس مقام پر وہ خط نقل کیا ہے جو شیخ شہاب الدین سرودی نے امام فخر الدین رازی کے نام تحریر فرمایا تھا اس کی ایک نظر آپ بھی پڑھ لیجئے۔



قطرة من الهوى تكدر بحرا من العلم (روح المعاني پ ۹، ۱۱۷)  
خواہش نفس کا ایک قطرہ علم کے سمندر کو گدلا کر دیتا ہے۔

کتے کے ساتھ تمثیل کی وجہ

امام فخر الدین رازی نے کتے کے ساتھ تمثیل بیان کرنے کی چار وجوہ تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت ہی اہم ہے۔

ان الرجل العالم اذا نوسل بعلمه الى طلب الدنيا فذاك انما يكون لاجل انه يورده عليهم انواع علومه ويظهر عندهم نفسه ومناقبها ولا شك انه عند ذكر تلك الكلمات وتقرير تلك العبارات بدلع لسانه ويخرجه لاجل ما يمكن في قلبه من مرارة الحرص وشدة العطش الى الفوز بالدنيا فكانت حاله بحالة ذلك الكلب الذي اخرج لسانه ابدا من غير حاجة ولا من ضرورة بل بمجرد الطبيعة الخسبة

(تفسیر کبیر - ۱۵، ص ۵۷)

صاحب تفسیر القرآن کا اہم نوٹ

وہ شخص جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے۔ آیات الہی کا علم رکھتا تھا یعنی حقیقت سے واقف تھا۔ اس علم کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اس رویہ سے بچتا۔ جس کو وہ غلط جانتا تھا اور وہ طرز عمل اختیار کرتا جو اسے معلوم تھا کہ صحیح

ہے۔ اسی عمل مطابق علم کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کو انسانیت کے بلند مراتب پر ترقی عطا کرتا، لیکن وہ دنیا کے فائدوں اور لذتوں اور آرائشوں کی طرف جھک پڑا۔ خواہشات نفس کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس نے ان کے آگے سر ڈال دی۔ مالی امور کی طلب میں دنیا کی حرص و طمع سے بالاتر ہونے کی بجائے وہ اس حرص و طمع سے ایسا مغلوب ہوا کہ اپنے سب اونچے ارادوں اور اپنی عقلی و اخلاقی ترقی کے سارے امکانات کو طلاق دے بیٹھا اور ان تمام حدود کو توڑ کر نکل بھاگا۔ جن کی نگہداشت کا تقاضا خود اس کا علم کر رہا تھا، پھر جب وہ محض اپنی اخلاقی کمزوری کی بنا پر جانتے بوجھتے حق سے منہ موڑ کر بھاگا تو شیطان جو قریب ہی اس کی گھات میں لگا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے لگ گیا اور برابر اسے ایک پستی سے دوسری پستی کی طرف لے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ظالم نے اسے ان لوگوں کے زمرے میں پہنچا کر ہی دم لیا جو اس کے دام میں پھنس کر پوری طرح اپنی متاع عقل و ہوش گم کر چکے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص کی حالت کو کتے سے تشبیہ دیتا ہے۔ جس کی ہر وقت لنگی ہوئی زبان اور چپتی ہوئی رال ایک نہ بھجنے والی آتش حرص اور کبھی نہ سیر ہونے والی نیت کا پتہ دیتی ہے۔ بنائے تشبیہ وہی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی اردو زبان میں ایسے شخص کو جو دنیا کی حرص میں اندھا ہو رہا ہو۔ دنیا کا کتا کہتے ہیں۔ کتے کی جبلت کیا ہے؟ حرص و آرزو۔ چلتے پھرتے اس کی ناک سونگھنے میں لگی رہتی ہے کہ شاید کہیں سے بوئے طعام آجائے۔ اسے پتھر مارے تب بھی اس کی یہ توقع دور نہیں ہوتی کہ شاید یہ چیز جو پھینکی گئی ہے۔ کوئی ہڈی یا روٹی کا ٹکڑا ہو۔ پیٹ کا بندہ ایک دفعہ تو لپک کر اس کو بھی دانٹوں سے پکڑی لیتا ہے۔ اس سے بے التفاتی کیجئے۔ تب بھی وہ لالچ کا مارا توقعات کی ایک دنیا دل میں لیے، زبان نکالے، ہانپتا کھپتا کھڑا ہی رہے گا۔ ساری دنیا کو وہ بس پیٹ ہی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کہیں کوئی بڑی سی لاش پڑی ہو۔ جو کئی کتوں کے کھانے کو کافی ہو۔ تو ایک کتا اس میں سے صرف اپنا حصہ لینے پر اکتفا



کرے گا، بلکہ اسے صرف اپنے لیے مخصوص رکھنا چاہے گا اور کسی دوسرے کو اس کے پاس نہ پہنکنے دے گا۔ اس شہوتِ شہم کے بعد اگر کوئی چیز اس غالب ہے تو وہ ہے شہوتِ فرج۔ اپنے سارے جسم میں سے صرف ایک شرمگاہ ہی وہ چیز ہے جس سے وہ دلچسپی رکھتا ہے اور اسی کو سونگھنے اور چاٹنے میں مشغول رہتا ہے۔ پس تشبیہ کا مدعا یہ ہے کہ دنیا پرست آدمی جب علم اور ایمان کی رسی چھڑا کر بھاگتا ہے اور نفس کی اندھی خواہشات کے ہاتھ میں اپنی ہاکیں دے رہتا ہے تو پھر کتے کی حالت کو پہنچے بغیر نہیں رہتا، ہمہ تن پیٹ اور ہمہ تن شرمگاہ۔

## ۲۔ بلکہ کتے سے بھی بدتر

اس سے اگلی آیات میں ایسے انسان کو چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے پڑھئے قرآنی الفاظ۔

ولقد ذرنا الجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقیہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغفلون

(الاعراف، ۱۷۹)

اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے ہیں۔

سورہ الفرقان میں خواہشِ نفس کے مطیع کے بارے میں فرمایا۔

لرایت من اتخذ الہہ ہوہ افانت نکون علیہ وکیلا ○ ام تحسب ان اکثرہم یسمعون او یعقلون ان ہم الا کالانعام بل ہم اضل سبیلا ○

(الفرقان، ۲۳، ۲۴)

سورہ انفال میں ہے۔

ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون

(الانفال، ۲۲)

کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم اس کی تمکیدی کا ذمہ لو گے یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

بلاشبہ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والوں میں سے وہ بدتر ہیں جو ہرے کو گلے بن کر نہیں سمجھتے۔

ان آیات قرآنیہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ و رسول کی فرمانبرداری سے بھاگنے والے انسان کی انسانیت از خود ختم ہو جاتی ہے اور وہ چوپایوں سے بھی بدتر اور گمراہ ہو جاتا ہے، کیا چوپایوں میں یہاں بھی نہیں گائے، بکری اور شیر شامل ہیں وہاں کتا و خنزیر شامل نہیں؟ ضرور شامل ہیں اس سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا ہے۔

دنیا کا طالب کتا ہے

اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے بھی اسی بات کی نشاندہی اپنے ان الفاظ میں فرمائی۔

الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب ہیں دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں

## ۳۔ بگڑا ہوا انسان ذلیل ترین مخلوق

سورۃ التین کے حوالے سے پہلے آپ نے پڑھا کہ انسان کو (ظاہراً و باطناً) سب سے اعلیٰ صورتِ عطا کی گئی ہے مگر ساتھ ہی دوسرا پہلو بھی بیان فرما

ثم رددنه اسفل سافلين ○ الا  
الذين امنوا وعملوا الصلحت  
فلهم اجر غير ممنون  
(التين ٥-٦)

پھر ہم نے اسے پستی والوں میں سے  
سب سے زیادہ پستی کی طرف لوٹا دیا  
ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک  
عمل کیے ان کے لیے نہ ختم ہونے  
والا اجر ہے۔

یہاں "اسفل سافلين" کے الفاظ قابل توجہ ہیں، اسفل اسم مخفی کا صیغہ  
ہے (سب سے پست) یعنی جس سے بڑھ کر پستی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کھلے  
الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ رب کا نافرمان بندہ تمام مخلوق سے پست اور  
حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔

### ۴۔ ناشکرا انسان ظالم ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان گنت اور انمول نعمتوں سے نواز رکھا ہے اس  
کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

واتکم من کل ماساً لکموا وان  
تعلموا نعمۃ اللہ لا تحصوها ان  
الانسان لظلولم کفار  
(ابراہیم ۳۴)

اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور  
اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو  
گے بے شک آدمی بڑا ظالم ناشکرا  
ہے۔

### ۵۔ انسان ظالم و جاہل ہے

(خلافت ارضی کی) امانت جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں  
پر پیش فرمائی تو انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔  
وحملھا الانسان انه کان ظلوما  
جھولا  
مگر اے انسان نے اسے لیا اور وہ  
ظالم، جاہل ہے۔

(الاحزاب ۷۲)

"اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کی امانت، زمین، آسمانوں اور پہاڑوں کے  
سامنے پیش کی کہ اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کر لیں انہوں نے  
اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم اس کا حق ادا نہ کر  
سکیں گے اور اس بار عظیم کی ذمہ داری لینے سے ڈر گئے اور حضرت انسان نے  
جسے جو ہر عقل اور ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی گئی ہے اس بار امانت کو  
اٹھانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی واقعی انسان نے اتنا بڑا ذمہ سر لے کر اپنے  
اوپر ظلم کیا بڑا ہی نادان ہے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ لگا سکا۔

(تسبیح موضح القرآن ۵۱۴)

یاد رہے یہاں یہ بات بطور درد و سوز کہی گئی ہے۔

### ۶۔ بے عمل علماء گدھے کی مانند ہیں

اللہ تعالیٰ نے بے عمل علماء کو گدھے کی مثل قرار دیا ہے۔ سورہ جمعہ میں  
ارشاد گرامی ہے۔

مثل الذین حملوا التوراة ثم لم  
يحملوها کمثل الحمار یحمل  
اسفاراً بنس مثل القوم الذین  
کذبوا بایات اللہ واللہ لایبھدی  
القوم الظالمین  
(الجمعة ۵۷)

مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات دی  
گئی پھر انہوں نے اسے اس گدھے  
کی طرح اٹھایا جس پر کتابیں لادی  
گئیں، بری ہے مثال ایسے لوگوں کی  
جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور  
اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو کامیاب نہیں  
فرماتا۔

### قرآن اور سنگ اصحاب کھف

آئیے ایک ایسے کتے کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہم جیسے انسانوں سے کئی درجے  
افضل ہے۔ قرآن کریم میں ایک سورت ہے جس کا نام "الکھف" ہے۔ اس کا



مضمون اصحاب کف اور ان کے سنگ کے بیان پر مشتمل ہے۔ جب اصحاب کف نے ایمان کی حفاظت کے لیے اپنے علاقے سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ایک کتا بھی شامل ہو گیا۔ جب وہ غار میں جا کر بیٹھے تو کتا غار کے واسطے پر کس طرح بیٹھا قرآن کی زباں سے نکلے۔

وكلبهم باسط ذراعيه بالوصيد (الكهف، ۱۸)  
ان کا کتا غار کے واسطے پر بازو پھیلا کر بیٹھ گیا

قرآن نے یہاں ان اصحاب کف کی کیفیات کا تذکرہ کیا وہاں ان کے سنگ کی بھی کیفیات کو بیان فرمایا۔

یہ کتا کیسے شامل ہوا؟ اس بارے میں چند آراء درج ذیل ہیں۔

۱۔ چرواہے کے کتے نے اصحاب کف کا دین اختیار کر لیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ لوگ رات کو نکلے۔

فمدوا براع معه كلب فاتبعهم  
علی دینہم

(الجامع لاحکام القرآن، ۱۰-۲۲۱)  
کتے نے اصحاب کف کی دین میں ان کی اتباع کر لی۔

حضرت عبداللہ کے یہ کلمات نہایت قابل غور ہیں کہ ”اس نے اصحاب کف کے دین میں اتباع کی۔“ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ کتے بھی دین دار ہوتے ہیں اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو اس صحابی رسول سے پوچھئے جو امت میں قرآن کے سب سے بڑے عالم ہیں

۲۔ میں اللہ کے محبوبوں سے پیار کرنے والا ہوں

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اصحاب کف ایک کتے کے پاس سے گزرے وہ ان کے ساتھ چل پڑا انہوں نے اسے بار بار بھگانے کی کوشش کی مگر

بھاگنے کے بجائے

فقام الكلب علی رجليه ورفع  
بدیه الی السماء کھیٹا الداعی  
فنطق فقال لانخافوا منی انا  
احب احباء اللہ تعالیٰ

اپنے پچھلے قدموں پر کھڑا ہو گیا  
اور ہاتھ آسمان کی طرف کر کے داعی  
کی طرح بول پڑا اور کہنے لگا مجھ سے  
نہ ڈرو میں اللہ تعالیٰ کے محبوب  
ہندوں سے محبت کرنے والا ہوں۔

تم سو جانا میں تمہارا پرہ دوں گا

بات بدھاتے ہوئے کہنے لگا۔

فنا مواحنی احمرسکم  
(القرطبی، ۱۰-۲۲۱)  
تم سو جانا میں چوکیداری کا فریضہ ادا کروں گا

میں یہاں یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جو انسانیت کے باوجود اپنے مولیٰ کے باغی بنے بیٹھے ہیں کاش ہم ایسا کتا ہی بن جائیں۔

قرآن اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والے کتے کا ذکر

یہاں سے اہل اللہ کے مقام سے بھی آگاہی ہوتی ہے کہ جو ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اسے برکت نصیب ہوتی ہے خواہ وہ سنگ ہی کیوں نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لا یسقی جلیسہم  
اہل اللہ کا ساتھی کبھی بد بخت نہیں ہوتا

مفسر قرآن شیخ ابن عطیہ کا بیان ہے والد گرامی نے بتایا کہ میں نے ۳۶۹ کو جامع مصر میں شیخ ابو الفضل الجوهری کو منبر پر دوران خطبہ یہ کہتے ہوئے سنا۔

ان من احب اهل الخیر نال من  
برکتہم کلب احب اهل فضل  
جو نیک لوگوں سے محبت کرے وہ اس کی برکت ضرور حاصل کرتا ہے

وجہم فذكرہ اللہ تعالیٰ فی  
محکم تنزیلہ  
(القرطبی ۱۰-۲۲۲)

ایک کتے نے بزرگوں سے محبت کی  
ان کی شگت اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ  
نے اس کا تذکرہ اپنی مقدس کتاب  
میں فرمایا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

وشملت کلبہم برکتہم فاصابہ ما  
اصابہم من النوم علی نلک الحال  
وهذه فائدة صحبة اخبار الانبياء  
فانه صار لهذا الكلب ذكر خيرو  
شان

(تفسیر ابن کثیر)

امام جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں۔  
وكانوا اذا اقبلوا وهو مثلهم فی  
النوم واليقظة  
(جلالین)

اصحاب کف کی جب کروٹیں بدلی  
جائیں تو ان کے ساتھ ان کے کتے کی  
بھی کروٹیں بدل جائیں اور کتا نیند  
اور بیداری میں ان کے ساتھ شامل  
رہا۔

علامہ محمود الوسی "ثلاثة رابعهم کلبہم" کے تحت لکھتے ہیں کہ "ہم ثلاثة  
وكلب" کے بجائے یہ کلمات کہے تاکہ اصحاب کف کی فضیلت و امتیاز اجاگر ہو۔

ومن ثم قرن اللہ تعالیٰ فی کتابہ  
العزیز احسن الحيوانات ببركة  
صحابہم مع زمرة المتبقلين اليه  
المتعكفين فی جواره سبحانه  
(روح المعانی ۱۵: ۲۴۰)

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس  
کتاب میں سب سے گھنیا حیوان کو  
اصحاب کف کے ساتھ متصل فرمایا  
بہبب اس برکت کے جو اسے ان  
لوگوں کی وجہ سے حاصل ہوئی جنہوں

## قرآن اور تذکرہ سگ اصحاب کف

واقعہ قرآن نے جہاں جہاں اصحاب کف کا تذکرہ کیا وہاں وہاں ان کے  
ساتھ دینے والے سگ کا بھی تذکرہ کیا مثلاً جب غار میں ان کے لیٹنے کا ذکر آیا تو  
وہاں کتے کے بارے میں فرمایا۔

وكلبهم باسط ذراعيه بالوصيد  
(۱ کلمت ۱۸)

آگے چل کر جب ان کی تعداد کا ذکر آیا تو فقط اصحاب کف کا ذکر ہی  
نہیں کیا بلکہ ہر دفعہ ان کے کتے کا ذکر بھی کیا پڑھے۔

سيقولون ثلاثة رابعهم كلبهم  
ويقولون خمسة سادسهم كلبهم  
رجمبالغيب ويقولون سبعة  
وثامنهم كلبهم قل ربي اعلم  
بعدتهم مايعلمهم الاقليل فلا  
نمار فيهم الامراء ظاهرا ولا  
تسنت فيهم منہم احدا  
(۱ کلمت ۲۲)

اب کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا  
کتا اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا  
ان کا کتا بے دیکھے الاوتکا (تیسرے کا)  
سات اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور  
آٹھواں ان کا کتا تم فرماؤ میرا رب  
ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں  
نہیں جانتے مگر تھوڑے تو ان کے  
بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جو  
ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں  
کسی کتابی سے کچھ نہ پوچھو۔

## سگ اصحاب کف جنتی ہے

اصحاب کف کے سگ کا یہ مقام ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت

نے اپنے آپ کو سب سے مستحق  
کر کے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بٹھا  
دیا تھا۔



خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے ہے۔

ليس في الجنة من الدواب  
الاكلب اصحاب الكهف و حمار  
بلعم

(روح المعاني پ ۱۵، ۲۲۶)

علامہ الوسی رقم طراز ہیں۔

وجاء في شان كلبهم انه يدخل  
الجنة يوم القيامة (ايضا)

شیخ اسماعیل حقی رقم طراز ہیں۔

بامردمان داخل جنت شود در  
صورت کبش

(روح البیان، سورہ کف جلد ۵)

علامہ الوسی کا اہم نوٹ

علامہ الوسی لکھتے ہیں مگ اصحاب کف کا جنتی ہونا خوب مشہور ہے حتیٰ کہ بعض شیعہ اپنے بچوں کا نام کلب علی رکھتے ہوئے کہتے ہیں جب مگ اصحاب کف جنتی ہے تو کلب علی جنتی کیوں نہ ہوگا (فرمایا) ہم مانتے ہیں مگر یہ شرط ہے کہ حضرت علی اسے قبول فرمائیں مگر وہ کانٹے والے کو کیسے قبول کریں گے۔ ان کے الفاظ یہ ہے۔

وقد اشتهر القول بدخول هذا  
الكلب الجنة حتى ان بعض  
الشيعة يسمون ابناءهم

بکلب علی ویومل من سمی  
بذلك للنجاة بالقياس الاولوی  
علی ما ذکر و یبشد

فتية الكهف نجابهم

کیف لاینبجو غدا کلب علی  
ولعمری ان قبلہ علی کرم اللہ  
وجہہ کلبالہ نجا ولكن لاظن  
یقبلہ لانه عقور

(روح المعانی پ ۱۵-۲۲۶)

امام محمد بن احمد القرطبی کا اہم نوٹ

جب اصحاب کف کا مگ جنتی ہے تو  
علی کا مگ جنتی بطریق اولیٰ ہوگا  
شعر۔ اصحاب کف کا کتنا نجات پا گیا تو  
کل علی کا کتنا نجات کیوں نہیں پائے  
گا؟ اللہ کی قسم اگر حضرت علی کرم  
اللہ وجہہ اسے قبول فرمائیں تو وہ  
نجات پا جائے گا لیکن میرا گمان ہے  
کہ وہ کانٹے والے کو قبول نہیں  
فرمائیں گے۔

پہلے آپ نے امام الوسی کا نوٹ پڑھا ہے اب مشہور مفسر قرآن امام محمد بن احمد قرطبی کا نوٹ بھی ملاحظہ کیجئے۔

قلت اذ كان بعض الكلاب قد نال  
هذه الدرجة العليا بصحبته و  
مخالطة الصلحاء والاوليا حتى  
اخبار الله تعالى بذلك في كتابه  
جل وعلا فمأظنك بالمؤمنين  
الموحدين المخالطين المحبين  
للاولياء والصلحاء بل في هذا  
تسليية وانس للمؤمنين  
المقصرين عن درجات الكمال  
المحبين للنبي ﷺ والہ

میں کہتا ہوں جب صلحا کی صحبت اور  
نکلت سے ایک کتے کو یہ درجہ  
حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا  
تذکرہ اپنی کتاب میں فرما دیا، کیا مقام  
ہوگا ان اہل ایمان کا جو اولیاء صلحا  
سے محبت رکھنے والے ہیں بلکہ اس  
میں ان اہل ایمان کے لیے تسلی و دلاہ  
ہے جو درجات کاملہ سے قاصر ہیں مگر  
نبی گرامی ﷺ اور آپ کی آل  
اطہار سے محبت رکھتے ہیں۔ حدیث



خیرال روى الصحيح عن انس بن مالك قال بينا انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم خارجان من المسجد فلقينا رجلا عند سدة المسجد فقال يا رسول الله متى الساعة؟ قال رسول الله ﷺ ما أعددت لها قال: ولا صدقة ولكن احب الله ورسوله قال: فانت مع من احببت في. فاجاب قال انس بن مالك فافرحنا بعد الاسلام فاجابهم قول النبي ﷺ (فانت مع من احببت) قال انس، فانا احب الله ورسوله وابابكر و عمر فارجون اكون معهم وان لم اعمل باعمالهم قلت وهذا الذي تمسك به انس يشمل من المسلمين كل ذي نفس فكذلك تعلقك اطماننا بذلك وان كنا مقصرين ورجونا رحمة الرحمن وان كنا غيبر مستاهلين كلب احب قوما فذكره الله معهم فكيف بنا عندنا عقد الايمان وكلمة الاسلام وحب النبي ﷺ ولقد كرمنا

صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد سے نکل رہے تھے ایک شخص مسجد کے دروازے پر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کرنے لگا کوئی صدقات تو نہیں کیے ہاں اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہوں فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تیری محبت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر جو ہمیں خوشی ہوئی ایسی خوشی اسلام لانے کے بعد کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔ اس کے بعد وجد میں آکر کہنے لگے۔ میں اللہ 'رسول' ابوبکر اور عمر سے محبت رکھتا ہوں امیدوار ہوں مجھے ان کی شگت نصیب ہوگی، پھر میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں جو کچھ حضرت انس نے سمجھا اور کہا یہ تمام مسلمانوں کو حاصل ہے ہم آرزو مند ہیں اگرچہ ہمارے پلے کچھ نہیں۔ رحمت رحمن

بنی آدم وحملنا هم فی البر والبحر ورزقنا هم من الطيبات وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا (القرطبي، ۱۰-۲۳۲)

کے ہم بھی امیدوار ہیں اگرچہ اہل نہیں۔ کتا جس نے اصحاب کھف سے محبت کی۔ اللہ نے اس کا ذکر ان کے ساتھ فرمایا۔ ہمارے ساتھ اس کے کرم کا عالم کیا ہوگا؟ جبکہ ہمارے پاس ایمان، کلمہ اسلام اور محبت نبی ﷺ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے بارے میں فرمان ہے ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی اور ہم نے انہیں خشکی اور تری میں اٹھایا ہم نے انہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور انہیں بہت سی اپنی مخلوق پر فضیلت بخشی۔

### شیخ سعدی اور سگ اصحاب کھف

حضرت شیخ سعدی جو مسلمانوں کے نہایت دانشور و دانشمند ہیں وہ اس چیز کو واضح کر رہے ہیں کہ اچھے عقائد و اعمال کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں فرماتے ہیں۔

پسر نوح بابدان بنششت  
خانندان نبوتش گم شد  
سگ اصحاب کھف روزے چند  
بیسے لیکان گرفت مردم شد

(حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بدوں کے ساتھ لگ گیا نبوت کے خاندان سے اس کا تعلق ختم ہو گیا، اصحاب کھف کا کتا چند دن کیوں کے ساتھ لگ گیا انسان جیسا مقام پایا) (گشتان باب ۱: ۲۳)  
واقعہ پر نوح کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام سے نہ رہا اگرچہ وہ نبی



پنا تھا مگر جب اس نے اپنے رب اور نبی سے بغاوت کر دی تو ارشاد فرمایا اسے  
نوح۔

انه يبس من اهلك      یہ تیرے خاندان سے نہیں ہے  
مولوں حافظ حسین لکھوی احوال الاخرت میں لکھتے ہیں۔

ہک دنبہ اسماعیل دا ڈلچس صالح والی  
سگ اصحاب کہف دا نر یجاجنت جاسن عالی  
اسی طرح انسان اگر اپنے رب کا بنا رہے تو وہ انسان معظم و مکرم ہے  
لیکن جیسے ہی یہ رشتہ ٹوٹے یہ انسان تو کجا وہ کتے و خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے  
جیسا کہ پہلے کتاب و سنت کے حوالے سے مکررا۔

اپنے منہ سے اپنی طہارت و بزرگی جائز نہیں

آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے بھی آگاہی حاصل کر لیجے  
کہ کوئی بھی اپنے منہ سے اپنی طہارت و پاکیزگی مت بیان کرے۔ سورۃ النجم میں  
ارشاد ہے۔

فلا تزکوا انفسکم هو اعلم بمن      اپنی ذات کی پاکیزگی بیان نہ کیا کرو  
انقی      اللہ اسے سب سے بہتر جانتا ہے جو  
صاحب تقویٰ ہے۔ (النجم ۳۲)

وہ سرے مقام پر اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا پاکیزگی اللہ عطا کرتا ہے۔  
الم تدالی الذین یزکون انفسہم بل      آپ نے وہ لوگ نہیں دیکھے جو اپنی  
الذین یزکی من یشاء ولا یظلمون      ذاتوں کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ  
فنیلا      اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزگی عطا فرماتا۔

(النساء ۴۹)

یعنی تکبر اور ریا کے طور پر اپنی ذاتوں کی پاکیزگی مت بیان کرو اگر کسی جگہ  
ضرورت ہے تو بطور تحدیث نعمت بیان کرو۔

خود فیصلہ کیجئے

ہم نے کتاب و سنت کی تعلیمات کے دونوں پہلو آپ کے سامنے رکھ  
دیے ہیں۔ اب فیصلہ کیجئے کہ خوف و خشیت الہی سے لبریز انسان اپنے منہ سے  
اپنی پاکیزگی و طہارت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہوا اچھا لگے گا یا بطور تواضع و انکساری  
اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے چوپایوں سے بھی بدتر سمجھتے  
ہوئے اچھا لگتا ہے؟ اپنے رب کے فیصلہ سے پہلے پہلے انسان کا اپنے آپ کو  
اشرف المخلوقات میں شامل کرنا بہتر ہو گا یا اپنے آپ کو ظالم و ناشکر سمجھنا؟ کیا  
صاحب تقویٰ آدمی اپنے اعمال پر ناز و فخر کرتا ہوا اپنے آپ کو اعلیٰ و افضل قرار  
دے گا یا اپنے نیک اعمال پر بھی ثلوم و شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو سب سے پست  
تصور کرے گا؟ اگر اس کے بعد بھی فیصلہ نہیں کر پاتے اور اعلیٰ کہلوئے کا ہی  
شوق ہے تو آئیے ہم آپ کو ان لوگوں کے پاس لے کر چلتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ  
نے تمام مخلوق سے افضل و اشرف ہی قرار نہیں دیا بلکہ ان کی شفاعت سے  
مخلوق کو جنت نصیب ہوگی وہ اپنے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

خوف الہی کا ایک احسن و عجیب منظر

حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ  
گناہوں کے نام سے بھی پاک ہیں۔ ان کے اعمال پر اللہ رب العزت فخر فرماتا  
ہے بلکہ ان کی سیرت و کردار 'توحید الہی اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت کی سچائی  
پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ جب وہ اپنے مقام عہدیت کا اعہار کرتے ہیں تو یوں  
محسوس ہوتا ہے جیسے ان سے بڑھ کر کوئی گنہگار ہی نہیں۔

۱۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور ظلم معافی

سیدنا آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے جد ہیں، ایک لغزش کی وجہ سے  
جنت سے باہر آئے۔ اس لغزش کے بارے میں خالق کائنات نے خود اعلان فرمایا



کہ ان کا مقصد اپنے رب کی نافرمانی نہ تھا۔

ولقد عہدنا الی ادم من قبل فنسی آدم بھول گئے ہم نے ان کا ارادہ  
ولم نجدلہ عزما (نافرمانی) نہ پایا۔

(طہ - ۱۱۵)

مگر دیکھئے وہ معافی کس طرح مانگتے ہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا اے ہمارے پالتار ہم نے اپنی جانوں  
و نرحمنا لنکون من الخسرین پر ظلم کیا اگر آپ ہمیں معاف نہیں

فرمائیں گے اور رحم نہیں فرمائیں گے تو ہم نہایت ہی گھائے والے ہو جائیں گے۔  
(الاعراف، ۲۳)

سوچئے تو کسی یہ کون اپنے آپ کو ظالم کہہ رہا ہے؟

۲۔ سیدنا کلیم اللہ کی دعاء مغفرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام و منصب سے کون آگاہ نہیں؟ انبیاء میں  
یہ کلیم اللہ کے درجہ پر فائز ہیں ان سے رب کریم نے بلا واسطہ کلام فرمایا ان کی  
دعا پڑھئے۔

قال رب انی ظلمت نفسی انہوں نے عرض کیا اے میرے  
فاغفر لی فغفر لہ انہ ہو الغفور پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کر  
لیا ہے پس مجھے معاف فرما دے اللہ

الرحیم تعالیٰ نے انہیں معاف کن دیا یقیناً اللہ  
(القصص، ۱۶) معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا

ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اپنے آپ کو ظالم کہنا تواضعاً ہی ہے کیا انبیاء  
علیہم السلام یہ بات نہیں جانتے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے؟

۳۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے مایوس ہو کر اسے چھوڑ کر چلے  
گئے۔ سمندر میں مچھل نے آپ کو نگل لیا وہاں آپ نے جو اپنے رب کریم کی  
تسبیح پڑھی اس کے الفاظ سنئے۔

وذا النون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن نقدر علیہ فبنا دی فی  
الظلمت ان لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین  
(الانبیاء، ۸۷)

تیری ذات پاک ہے یقیناً میں ہی ظالم  
ہوں۔

دوسرے مقام پر قرآن نے بیان کیا۔

لولا انہ کان من المسبحین للبت فی بطنہ الی یوم یبعثون  
اگر مچھل کے پیٹ میں آپ تسبیح نہ  
کرتے تو قیامت تک اس کے پیٹ  
میں رہتے۔

اللہ تعالیٰ نے کیوں منع نہ فرمایا

بار بار آپ نے پڑھا اللہ کے نبی اپنے آپ کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ یہاں  
یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اگر اس طرح تواضع کا اظہار کرنا خلاف شرع  
ہوتا تو! اللہ تعالیٰ انہیں منع فرما دیتا کہ میں نے تمہیں اشرف و اعلیٰ بنایا ہے اور  
گناہوں سے تمہیں معصوم رکھا ہے تم اپنے آپ کو ظالم کیوں کہتے ہو لیکن وہ تو  
خوش ہو کر ان کلمات پر انہیں اپنے انعامات سے نواز رہا ہے۔

کیا حیوانات سے بدتر کھلوانا اس سے کم تر ہے

پہلے گزوا انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، ہم سراپا گناہ ہو سکتے ہیں وہ  
سراپا اللہ کے فرمانبردار اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے والے



ہوتے ہیں، ممکن ہے اس کے باغی سرکش اور شیطان و خواہش کے بندے ہوں، اب ذرا سوچئے ان کا معصوم ہو کر اپنے آپ کو ظالم کہنا کیا اس سے کم تر ہے کہ ہم سراپا خواہش نفس کے بندے اور گناہ گار ہوتے ہوئے اپنے آپ کو حیوانات سے بدتر کہیں یقیناً انبیاء علیہم السلام کی اس میں زیادہ عاجزی و انکساری ہے۔

### تواضع و انکساری کی معراج

وہ مبارک ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے مغفرت و بخشش کی ضمانت دیتے ہوئے یہ اعلان فرمایا۔

لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام معاملات کو معاف فرما دیا (الفقہ ۱) ہے۔

ان کے سر اقدس پر شفاعت کبریٰ کا تاج سجایا گیا۔ ان کی شفاعت سے ان گنت گنہگار جنتی بنیں گے۔

آپ کے فرمانے سے صحابہ عشرہ مبشرہ کے درجہ پر فائز ہو گئے، تواضع و انکساری کی معراج دیکھیے اور سوچئے ہمیں اپنے آپ کو کس سطح پر رکھنا چاہیے۔

قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الاما یوحى الی وما انا الا نذیر

تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اس کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر مٹانے والا۔

(الاحقاف ۹)

### اگر اللہ کی رحمت مجھے نہ ڈھانپ لے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کسی کا عمل نجات نہیں دلا سکتا صحابہ نے عرض کیا۔

ولانت بارسول اللہ آپ نے فرمایا۔

ولا انا الا ان یتغمد نى اللہ منہ میرا عمل بھی مجھے نجات نہیں دلا سکتا برحمة اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نہ ڈھانپ لے۔

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ان الفاظ میں مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لا یدخل احدا منکم عملہ الجنة لا یجیرہ من النار ولا انا لا ببرحمة اللہ تم میں سے کسی کے اعمال اسے جنت نہیں لے جاسکتے اور نہ ہی اسے دوزخ سے بچا سکتے ہیں یہاں تک کہ

میرا حال بھی یہی ہے ہاں اگر اللہ کی رحمت ڈھانپ لے تو پھر کام بن سکتا ہے۔

اب اس کے بعد کون ہے جو عمل پر ٹھنڈ کر کے اپنے آپ کو اشرف و اعلیٰ تصور کرتا پھرے گا اس بارگاہ میں تو سوائے تواضع اور اعتراف کے بندہ کچھ عرض نہیں کر سکتا اسی لیے اہل معرفت نے یہی سبق سیکھا ہے اور خود کو نہایت ہی پست سطح پر رکھ کر پیش کیا ہے۔

### ہمیں مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے

کچھ لوگ ان محبوبان بارگاہ الہی کی اس اظہار تواضع و انکساری کو غلط سمجھتے ہیں لے کر ان کی حقارت کا پہلو دکانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں ان

کا تو بارگاہ خداوندی میں کوئی مقام ہی نہیں حالانکہ یہ ان کا مقام عہدیت و تواضع ہے جس کا اظہار ان کا حق ہی نہیں بلکہ ان کا فریضہ ہے ہم امتی ہیں، ہمیں تو ان کا مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے کیونکہ اصولی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اسے حق حاصل ہے وہ انہیں جو چاہے فرمائے، یہ اس کی مخلوق ہیں، اپنے خالق کی بارگاہ میں اپنے آپ کو جتنی عاجزی کے ساتھ پیش کرنا چاہیں کریں، مگر ہم تو غلام ہیں۔ ہمیں ہمیشہ ان کے ادب و احرام کو قائم رکھنا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بندوں کے تعلق پر گفتگو کرتے ہوئے یہی نصیحت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

اینجا ادبیت کہ لازم است رعایت آں و آن اینست کہ اگر از جانب حضرت بیعض انبیا کہ مقربان درگاه اند عنایہ و خطابہ رود یا از جانب ایشان کہ بندگان خاص اویند تواضعی و ذلتی و انکسارے صادر گردد کہ موبم نقص بود مارا نیاید کہ دران دخل کینم ویدان نکلم نعمانیم (اشعۃ اللمعات ۱: ۳۰)

اس مقام پر ایک ادب ہے جس کی رعایت کرنا اور اسے پیش نظر رکھنا نہایت ضروری و لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے مقربین انبیا کو کوئی عتاب و خطاب ہو یا خود یہ اپنے آپ کو ایسی تواضع و انکساری سے اس کی بارگاہ میں پیش کریں جو بظاہر نقص و عیب کا سبب بنے تو ہمارے لیے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ اس معاملہ میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس میں کلام کریں۔

یعنی ہم یہ عقیدہ رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کریں کہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے ہمیں اس میں نہیں پڑھنا چاہیے اس میں بھی ہزار ہا حکمتیں اور راز ہوں گے یہاں تک ہماری رسائی نہیں۔

## صحابہ کرام اور خوف و خشیت الہی

حضرات انبیا علیہم السلام کی تواضع و انکساری خوف و خشیت الہی اور بارگاہ خداوندی میں ان کا اپنے آپ کو ایک عاجز بندے کی حیثیت پیش کرنا آپ نے پڑھا مسئلہ تو اس سے حل ہو جاتا ہے مگر اس کی مزید وضاحت کے لیے صحابہ کرام کی خشیت و خوف الہی کے واقعات درج کرنا ضروری ہے۔

صحابہ کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ سے پوچھئے تو جواب ملے گا وہ ایمان کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ ان کے ایمان کو کوئی قرار دیا گیا ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتموا  
لائے ہو تو وہ ہدایت پانے والے

(البقرہ ۱۳۷) ہیں۔

آئیے دیکھیں وہ اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں؟

### ۱۔ کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا

اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنہیں حضور ﷺ نے اس امت کا امین فرمایا، اپنے بارے میں کہا کرتے تھے۔

وددت انی کبش فذبحنی اہلی  
فاکلوا لحمی وحسوا مرقی  
کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا، میرے گھر والے مجھے ذبح کر لیتے میرا گوشت کھا لیتے اور شور بہ پی لیتے۔  
(الطبقات الکبریٰ ۳: ۳۱۳)

### ۲۔ کاش میں راکھ ہوتا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جن سے فرشتے آکر ملاقات کرتے اور ان پر سلام بھیجتے ان کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے۔



ووددت انی رماد تلورنی الریاح  
(اللبقات ۴: ۲۸۷)

کاش میں راکھ ہوتا جسے ہوائیں اڑا لے جاتیں

### ۳- کاش میں روز قیامت نہ اٹھایا جاؤں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ترین صحابہ میں سے ہیں خوف و خشیت الہی کے غلبہ کی بنا پر کہتے ہیں۔

ووددت انی اذ لعلمت لم ابعث  
(اللبقات ۳: ۱۵۸)

امام ابو نعیم نے عامر بن مروق سے روایت کیا کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اصحاب یمن میں سے ہونا پسند نہیں بلکہ مجھے اصحاب مکرین میں سے ہونا پسند ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا۔  
لکن ههنا رجل ودلوانه مات لم  
ایک بندہ ایسا ہے جو چاہتا ہے کہ اسے موت کے بعد اٹھایا ہی نہ

جائے۔

### ۴- میں راکھ ہونا پسند کروں

امام حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اگر مجھے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے کہا جائے کہ ہم تجھے اختیار دیتے ہیں ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے یا راکھ ہونا پسند کرے تو

لاحببت ان اکون رمادا  
(الحلیۃ ۱: ۱۳۳)

میں راکھ ہونا پسند کروں گا۔

### ۵- عبداللہ بن روش کا کہا جائے

حضرت ابراہیم التیمی اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے مجھے ابن مسعود کے بجائے

لوددت انی دعیت عبداللہ بن  
روثہ وان اللہ غفر لی ذنبنا من  
کاش مجھے روش کا بیٹا کہا جائے کاش  
اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرما دے۔

دوبی

(المستدرک ۳: ۳۱۶)

### ۶- تم دو بھی میرے پیچھے نہ چلو

آپ کا یہ بھی فرمان ہے۔

لو تعلون ذنوبی ماتبعنی منکم  
رجلان  
(شعب الایمان، بیہقی ۳: ۱۲۳)

اگر تم میرے گناہوں سے آگاہ ہو جاؤ تو تم میں سے دو بھی میرے پیچھے نہ لگو۔

### ۷- کاش میں پتھر ہوتی

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی برأت میں سورۃ نور نازل ہوئی دنیا و آخرت دونوں مقامات پر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جن کے حجرہ میں فرشتے اجازت لے کر آئیں۔ ان سے پوچھے آدمی اپنے آپ کو کس سطح پر رکھے، کیا اعلیٰ و اشرف ہونے کا اظہار کرے یا ادنیٰ و پست ہونے کا؟ حضرت عیسیٰ بن دینار سے مروی ہے کہ آپ نے کہا:

یا لیسنی کنت حجرا  
کاش میں پتھر ہوتی۔

(اللبقات ۸: ۷۳)

### ۸- کاش میں درخت ہوتی

حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

واللہ لوددت انی کنت شجرة  
اللہ کی قسم کاش میں درخت ہوتی۔

## ۹۔ کاش میں مٹی ہوتی

انہی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا  
واللہ لوددت انی كنت مدرۃ  
(اللبقات ۸-۷۴)

اللہ کی قسم کاش میں مٹی ہوتی۔

## ۱۰۔ کاش میں درخت کا پتہ ہوتی

امام ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ام المؤمنین نے درخت کی طرف  
اشارہ کر کے فرمایا:

یالیننی كنت ورقة من هذه  
الشجرة (اللبقات ۸-۷۵)

کاش میں اس درخت کا پتہ ہوتی۔

## ۱۱۔ کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے  
وصال کے موقع پر فرمایا۔

واللہ لوددت ان اللہ لم یکن  
خلقنی شیئاً قط  
(اللبقات ۸-۷۴)

اللہ کی قسم کاش اللہ تعالیٰ مجھے کوئی  
شے ہی نہ بناتا۔

## ۱۲۔ کاش میں گھاس ہوتی

حضرت محمد بن منکدر سے روایت ہے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یالیننی كنت نباتاً من نبات  
الارض ولم اکن شیئاً مذکوراً  
(اللبقات ۸-۷۶)

کاش میں زمین کا گھاس ہوتی اور میں  
قابل ذکر شے نہ ہوتی۔

## ۱۳۔ کاش میں درخت ہوتا

امام ابو نعیم نے حضرت حزام بن حکیم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت ابو  
الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم وہ جان لو جو موت کے بعد ہوتا ہے تو تم پر لذت  
کھانے نہ کھاؤ، گھروں میں نہ رہو بلکہ دیر انوں کا رخ کر جاؤ اور تمام عمر آدو  
زاری میں بسر کرو اس کے بعد کہنے لگے۔

ولوددت انی شجرة تعضد  
(الحلیہ ۱-۲۱۶)

کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا  
جاتا۔

## ۱۴۔ کاش مجھے ذبح کر دیا جاتا

ابن عساکر نے آپ سے یہ کلمات نقل کیے ہیں

لوددت انی كبش لاهلی فمر  
علیہم ضیف فامروا علی  
لوداجی فاکلوا واطعموا  
(کنز العمال ۲-۱۳۵)

کاش میں دنبہ ہوتا مجھے کسی مہمان  
کے لیے ذبح کر دیا جاتا مجھے کھاتے  
اور کھلا دیتے۔

## ۱۵۔ کاش مجھے اللہ بصورت درخت پیدا کر دیتا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ان سے بڑھ کر کائنات میں سچا کوئی نہیں، ساری زندگی جہاد میں گزاری نہ  
رہائش پائی اور نہ کسی طرح کی دنیا جمع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کی کامل تصویر  
تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ آپ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔

واللہ لوددت ان اللہ عزوجل یوم  
خلقنی خلقنی شجرة تعضد  
ویوکل ثمرها  
(مصنف لابن ابی شیبہ ۱۳-۳۳۱)

اللہ کی قسم کاش اللہ عزوجل نے جس  
دن مجھے پیدا فرمایا تھا اس دن وہ مجھے  
ایسا درخت بنا دیتا جس کو کاٹ دیا  
جاتا اور اس کا پھل کھایا جاتا۔



## ۱۶- کاش میں یہ ستون ہوتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں صحابہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو ہم سب سے بڑھ کر آپ کے نقش قدم پر رہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے آپ نے اپنے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

لوددت انی هذه السارية کاش میں یہ ستون ہوتا

(حیات الصحابة ۲-۶۲۱)

## ۱۷- کاش میں یہ تڑکا ہوتا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت اور ان کے تقویٰ و زہد کو کون نہیں جانتا؟ جن کے سایہ سے شیطان بھاگ جائے جس کی زبان سے حق جاری ہو جس کی رائے پر قرآن نازل ہو جسے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہونے کی شہادت عطا فرمائیں ذرا ان کی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ اقدس میں عاجزی و انکساری ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے زمین سے ایک ٹکڑا اٹھایا اور فرمایا۔

لیتینی كنت هذه التينة کاش میں یہ تڑکا ہوتا

## ۱۸- کاش میں پیدا نہ کیا جاتا

لیتینی لم اخلق کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

## ۱۹- کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی

لیت امی لم تلدنی کاش مجھے ماں نہ جنتی۔

(الطبقات ۳-۳۶۰)

## ۲۰- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور خشیت الہیہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن کا لقب زوالنورین، تمام کائنات میں ایسی شخصیت جس کے عقد میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں تھیں، جنہیں دنیا میں بھی جنتی ہونے کی بشارت مل چکی، جن سے آسمانی فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، ان کا خوف و خشیت الہیہ ملاحظہ کیجئے۔

لو انی بین الجنة والنار لا ادری اگر مجھے جنت و دوزخ کے درمیان الی ایہما یؤتمربی لاخبرت ان لایا جائے اور ابھی مجھے علم نہ ہو کہ اکون رمادا قبل ان اعلم الی ایہما ان میں سے کس میں جاؤں گا تو میں وہاں راکھ ہونا پسند کروں گا۔

اصیر (الحلیۃ لابن نعیم ۱-۶۰)

## ۲۱- کاش میں ایک بال ہوتا

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس حضرات انبیاء عظیم السلام کے بعد سب سے بلند درجہ پر فائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت عطا فرمائی، یہ بھی فرمایا میں نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دنیا میں چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات کا بدلہ روز محشر اپنے رب کریم سے لے کر دوں گا۔ ذرا ان کی خوف و خشیت کی کیفیات پر نظر ڈالیں اس کے بعد اپنے من پر بھی توجہ دیجئے امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے۔

وددت انی شعرة فی جنب عبد کاش میں کسی مسلمان کے پہلو کا بال مومن (مختار الكنز ۳-۳۶۱) ہوتا

## ۲۲- کاش میں اونٹ کی میٹھی ہوتا

ابن ابی شیبہ اور یحییٰ نے امام ضحاک سے نقل کیا ہے۔

رای ابو بکر الصدیق رضی اللہ  
عنه طیرا واقفا علی شجرة  
فقال طوبی لک یا طیرا واللہ  
لوددت انی کنت مثلک تنقع  
علی الشجر وناکل من الثمر ثم  
تطیر ولبس علیک حساب ولا  
عذاب واللہ لوددت انی کنت  
شجرة الی جانب الطريق مر  
علی جمل فاخلنی فادخلنی فاه  
فلاکنی ثم ازددنی ثم  
اخرجنی بعرا ولم یر بشرا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک  
پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا  
تو فرمایا اے پرندے تو خوش بخت  
ہے۔ اللہ کی قسم کاش میں تیری طرح  
ہوتا درخت پر بیٹھا پھل کھاتا پھراڑ  
جاتا تجھ پر کوئی حساب و عذاب  
نہیں اللہ کی قسم کاش میں کسی راستہ  
کے کنارے درخت ہوتا وہاں سے  
کسی اونٹ کا گزر ہوتا وہ مجھے منہ  
میں ڈالتا پھر مجھے چباتا پھر گل لیتا پھر  
وہ مجھے بیٹنی کی صورت میں نکالتا اور  
کاش میں انسان نہ ہوتا۔

## ۲۳۔ کاش مجھے گندگی میں ڈال دیا جاتا

ابن تمیم الوہل میں ضحاک بن مزاحم سے نقل کرتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ ایک جگہ سے گزرے۔  
نظر الی عصفور فقال طوبی لک  
یا عصفور ناکل من الثمار  
وتطیر فی الاشجار لا حساب  
علیک ولا عذاب واللہ لوددت انی  
کبش بسمنی اہلی فاذا کنت  
اعظم ما کنت واسمنہ ینبجونی  
فیجعلون بعضی شواء بعضی

قدیدا ثم اکلونی ثم القونی عذرة  
فی الحش وانی لم اکن خلقت  
بشرا  
(حیات صحابہ ۲-۱۰۹)

## ۲۴۔ میں نے کثیر ظلم کیے

یہاں ایک دعا کا تذکرہ بھی ضروری ہے جس کی تعلیم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو  
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ اے ابو بکر اپنی نماز میں یہ دعا مانگا کرو۔  
اللہم انی ظلمت نفسی ظلما  
کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت  
فاغفر لی مغفرة من عندک  
وارحمنی انک انت الغفور  
الرحیم  
(ابو بکر ص ۱۰۹)

(۱) بخاری باب الدعاء قبل السلام

## ۲۵۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے۔

یالیتنی کنت کبش اہلی  
یسمنونی مابلہم حنی  
لذا کنت لسمن ما کون زلرہم بعض  
من یحبون فجعلوا بعضی شواء  
وبعضی قدیدا ثم اکلونی فانحر  
جونی عذرة ولم اکن بشرا  
(الحلیہ ۱-۵۲)

## حنظلہ منافق ہو گیا ہے

حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ ہیں



یہ آپ کے کاتب بھی تھے۔ ان کا بیان ہے ایک دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے آپ نے مجھے پوچھا

کیف انت یا حنظلہ اے حنظلہ تم کیسے ہو؟ میں نے عرض کیا۔

نافق حنظلہ حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے

آپ نے فرمایا سبحان اللہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔

نکون عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکرنا بالنار والجنة جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں تو جنت و دوزخ کا گویا کٹارای عین مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔

مگر جب آپ ﷺ کی محبت سے گھر جاتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہو جاتی ہے۔

عافسنا الازواج والاولاد و بیویوں، اولاد اور کاروبار میں مشغول الضیعات نسینا کثیرا ہو کر غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہماری حالت بھی یہی ہے

سیدنا صدیق اکبر نے میری بات سنی تو کہنے لگے۔

فواللہ انالنفلی مثل هذا اللہ کی قسم ہماری حالت بھی یہی ہے۔

دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کرنا چاہیے ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا۔

نافق حنظلہ یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول حنظلہ منافق ہو گیا

آپ ﷺ نے فرمایا حنظلہ ہوا کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ

نکون عندک تذکرنا بالنار والجنة کٹارای عین جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔ آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں تو گویا ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

جب آپ کے پاس سے اٹھ کر گھر جاتے ہیں تو عافسنا الازواج والاولاد بیویوں، اولاد اور کاروبار میں مشغول

والضیعات نسینا کثیرا ہو جانے کی وجہ سے غافل ہو جاتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بات سن کر فرمایا

والذی نفسی ببیدہ لو تلومون والذی ما نکونون عندی وفی الذکر لصافحنکم الملائکۃ علی

فرشکم وفی طرفکم ولکن یا حنظلہ ساعة وساعة ثلاث مرات

(المسلم) میں مصافحہ کریں مگر اے حنظلہ یہ مختلف احوال ہیں

اس سے بھی آگے بڑھو اور سنو

حضرت عمر فاروقؓ کا سوال کیا میں منافق تو نہیں ہوں؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کا علم

سب سے زیادہ عطا فرمایا تھا، یہی وجہ ہے صحابہ منافقین کے بارے میں ان سے اکثر پوچھا کرتے تھے، امام شمس الدین ذہبی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔

وقدنا شده عمرا انا من المنافقين  
وفقال لا ولا زکی احدا بعدک  
(سیر اعلام النبلا ۲-۳۶۳)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت  
حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں  
منافقین میں شامل تو نہیں؟ انہوں  
نے کہا ہرگز نہیں لیکن آج کے بعد  
کسی کا ترکیہ بیان نہیں کروں گا۔

کیا میں ان میں سے ہوں؟

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے ام المومنین سیدہ  
ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میرے پاس مال و دولت سب سے  
زیادہ ہے، میں ڈرتا ہوں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں انہوں نے فرمایا بیٹے اللہ کی راہ میں  
خرچ کیا کرو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔  
ان من اصحابی لمن لا یرائی بعد ان  
اموت لیدا  
کچھ لوگ میرے وصال کے بعد میری  
زیارت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو  
جائیں گے۔

میں یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو وہ ام  
المومنین کے پاس آئے اور عرض کیا۔  
انشدک باللہ امنہم انا؟  
تمہیں اللہ کی قسم میرے بارے میں بتاؤ  
کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟

انہوں نے فرمایا

اللہم لا ولن ابری بعدک احد  
(مسند احمد ۲۴۱، ۲۴۲)  
آپ ان میں سے نہیں اور میں آپ کے  
بعد کسی کی برأت بیان نہیں کروں گی۔

یہاں چند باتیں نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کیا حضرت حنظلہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما واقعہً منافق ہو گئے تھے  
ہرگز نہیں۔

۲۔ جب وہ منافق نہیں یقیناً نہیں تو پھر کیا وہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔

۳۔ غلط بیانی بھی نہیں ورنہ سیدنا ابوبکر ان کی تائید نہ کرتے خود رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تائید نہ کرتے۔

۴۔ نفاق بھی نہیں، غلط بیانی بھی نہیں آخر کیا ہے؟

۵۔ ہر ذی شعور و فہم یہی کہے گا کہ یہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں خوف و  
خشیت اور تواضع و انکساری کا اظہار ہے۔

۶۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا آدمی بھی کہہ رہا ہے کہ ہماری بھی  
یہی کیفیت ہوتی ہے کیا معنی ہے اس بات کا؟

۷۔ آخری سوال یہ ہے کہ کیا اپنے آپ کو گنہگار کہنا برا ہے یا  
منافق کہنا بدتر ہے؟

یقیناً منافق کہنا بدتر ہے، جب ایسے کلمات بھی بطور خوف و خشیت کہے  
جاسکتے ہیں جو گنہگار بھی بدترین ہیں اور پھر یہ کلمات سیدنا صدیق اکبر اور پھر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہے جا رہے ہیں ان دونوں نے اس میں کوئی  
تباہت محسوس نہیں کی بلکہ ایسی کیفیت کی تائید کی اور دلاسا دیا فکر نہ کرو ایسی  
کیفیت دنیا میں ہوتی رہتی ہے۔

جب اپنے آپ کو گنہگار والوں پر آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ انہوں نے

انسانیت کی تذلیل کی ہے تو ان صحابہ کرام کے بارے میں آپ کی رائے کیا  
ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں توہ و غیرہ کا حکم نہیں دیا بلکہ انہیں اطمینان  
دلایا، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہو گا؟



دیکھا سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا بننے کی آرزو کر رہے ہیں؟ کیا یہ انسانیت کی تذلیل ہے ہرگز نہیں بلکہ اپنے رب کا خوف ہے یہ کسی انسان میں جتنا ہوگا وہ اتنا ہی اعلیٰ انسان قرار پاتا ہے اگر یہ حضرات اپنے آپ کو بیگنیاں اور گندگی قرار دیتے ہیں تو ہم اگر اپنے آپ کو سگ قرار دیتے ہیں تو کیوں حق بجانب نہ ہوں گے۔

تواضعاً "سگ بننا اور بات ہے

یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ حقیقتاً سگ ہونا اور بات ہے اور تواضعاً "سگ بننا اور کھلوانا اور بات ہے۔ ان دونوں کو یکساں قرار دینا محض جہالت و حماقت ہے مثلاً زید کو اگر شیر کہا جائے تو اس سے اس کا جنگلی شیر بن جانا کہاں لازم آجاتا ہے ہر ذی شعور یہی سمجھے گا کہ اس سے مراد زید کا بہادر و نڈر ہونا مراد ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے آپ کو سگ کہتا ہے تو اس سے مراد تواضع و انکساری ہی ہوگا۔

۱۔ اللہ و رسول کا شیر

حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اللہ و رسول کا شیر قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ میرے پاس جبریل امین آئے انہوں نے بتایا۔

ان حمزہ بن عبدالمطلب مکتوب  
فی اهل السموات السبع اسد  
اللہ و اسد رسولہ  
حضرت حمزہ اللہ اور اس کے رسول  
سات آسمانوں پر یہ لکھا ہوا ہے کہ  
کے شیر ہیں۔

(ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی ۱۸۶)

حضور ﷺ نے جب غزوہ حنین کے موقع پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا چچا حمزہ کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان عطا فرمایا۔

یقال لابی سفیان بعد ذلک اسد۔ اس کے بعد حضرت ابوسفیان کو اللہ و اللہ و اسد الرسول  
(البعثات الکبریٰ ۴-۵۲)

۲۔ اسد اللہ حضرت علی کا لقب ہے

اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام امت اسد اللہ (اللہ کا شیر) کہتی ہے، خطبات میں آپ کا یہی لقب خصوصی طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ اور اس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں کسی کو کیا قرار دینا ہے، کیا اس سے یہ لوگ انسان نہیں رہے کیا حقیقتاً وہ جنگلی شیر بن گئے، مقصد تو ان کی بہادری کا بیان ہے جو واقعتاً ان میں کمالاً موجود تھی بلکہ تمام دنیا کے شیر ان سے بہادری کی خیرات مانگتے ہیں۔

۳۔ اللہ کی تلوار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے تلوار قرار دیا۔  
سيف من سیوف اللہ اللہ کی تلواروں میں سے تلوار ہیں۔

۴۔ اے مٹی کے باپ اٹھ

حضرت سل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت علی کو وہاں موجود نہ پایا تو پوچھا بیٹی علی کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ مسجد میں ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے گئے دیکھا علی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی چادر پشت سے نیچے گری ہوئی ہے۔

فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم یسمع عن ظہرہ یقول  
اجلس ابانراب  
رسول اللہ ﷺ نے آپ کی پشت سے مٹی جھاڑنا شروع فرمائی اور فرمایا اے مٹی کے باپ اٹھو۔

## اس کنیت کی پسندیدگی

صحابہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کنیت نہایت ہی محبوب و پسندیدہ تھی۔

واللہ ماکان اسم احب الی علی اللہ کی قسم علی کو اس کنیت سے بڑھ منہ لان ماسماہ ایہ الارسل اللہ کر کوئی نام پسند نہ تھا کیونکہ یہ کنیت صلی اللہ نے عطا فرمائی تھی۔ (بخاری و مسلم)

## ۵۔ اے بلیوں کے باپ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی کی کنیت ابوہریرہ ہے ان کا نام عبدالرحمن ہے مگر کنیت کے نام سے معروف ہیں یہ کنیت بھی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی تھی۔

## تو کشتی ہی ہے

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی مران اور آپ کا لقب سفینہ ہے اس سے آپ مشہور و معروف ہیں۔

سعید بن جعان کہتے ہیں میں نے آپ سے نام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا سمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی نام وسلم سفینہ عطا فرمایا ہے۔

میں نے عرض کیا

لم سماء

کشتی نام رکھنے کی وجہ کیا تھی؟

آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ایک سفر پر نکلے، کچھ صحابہ پر سامان اٹھانا مشکل ہو گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔

بسط کساک

اپنی چادر بچھاؤ۔

میں نے چادر بچھا دی۔ تمام صحابہ نے اپنا اپنا سامان اس میں ڈال دیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احمل اعمالک سفینۃ سامان اٹھاؤ تم تو کشتی ہی ہو۔

اس دن سے میں سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ (العارف، ۱۳۶)

یہاں آپ نے "اٹھانت" کے الفاظ استعمال فرمائے جو حصر کا قاعدہ دیتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ تم کشتی کے علاوہ کچھ نہیں ہو اس کے باوجود کیا ان کی انسانیت ختم ہو گئی، کیا ان کی یہ تذلیل تھی؟ کیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی چیز ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

## تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو

ابوطیبہ عبداللہ بن مسلم، ابن بریدہ سے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ بعض ساتھیوں کے لیے اپنا سامان اٹھانا دشوار ہو گیا۔

فجعلوا بطرحونہ علی فمہ ہی فجعلوا بطرحونہ علی فمہ ہی تو انہوں نے مجھ پر سامان ڈالنا شروع کر دیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزر کر فرمایا تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو۔ (تاریخ الاسلام للذہبی، ۱-۲۸۳)

## ۸۔ تم تو سراپا گلاب ہو

حضرت ابو الورد رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو خوب سرخ پایا آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

انت ابو الورد تو سراپا گلاب ہے۔

(شرح النہ، ۱۳-۱۸۳)



## ۹۔ ایک صحابی کا لقب حمار ہے

احادیث صحیحہ میں ایک ایسے صحابی کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کا اسم گرامی عبداللہ اور لقب حمار ہے یہ معک النبی (حضور کو ہنسانے والے) ہیں۔ ان روایات کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ان رجلا علی عهد النبی علیہ السلام کان اسمعه عبداللہ وکان یلقب حمارا وکان یضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان النبی صلی اللہ علیہ قد جلدہ فی الشراب فاوونی بہ یوما فقال رجل من القوم اللهم العنه ما اکثر ما یؤتی بہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لائلعنوہ فواللہ ما علمت الا انہ یحب اللہ ورسولہ

(البخاری، باب بکرہ من لعن الشرک)

یہ روایت مسند ابویعلیٰ میں حضرت عمرؓ سے ہی یوں مروی ہے۔

ان رجلا کان یلقب حمارا وکان یهدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ العکة من السمن والعکة من الغسل فاذا جاء صاحبها یتقاضاه جاء بہ الی رسول اللہ فیقول یا رسول اللہ هذا ثمن متاعہ

ایک شخص جس کا لقب حمار تھا وہ آپؐ کے لیے گھی اور شہد کی مکھی لایا کرتا جب دوکاندار اس سے رقم کا مطالبہ کرتا تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس گھی وغیرہ کی

فما یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان قیمت ادا کر دیجئے۔ آپؐ تبسم فرماتے اور قیمت ادا کر دیتے۔

ینبسم

(مسند ابویعلیٰ، ۱-۱۶۱)

بزرگان دین نے بھی اپنے آپ کو ہمیشہ کم سے کم اور پست سے پست رکھنا چاہیہ رکھا، کبھی بھی انہوں نے اپنی اشریت و تکبر کا ڈھنڈورا نہیں بجا کیونکہ عاجزی تعلیمات شریعت کا نچوڑ اور اس کی روح ہے ہم یہاں صرف وہی پہلو ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو سگ قرار دیا یا اسے بہتر کہا۔

کاش جای تیرے کتے کا نام ہوتا

امام عبدالرحمن جامی جو کہ نامور عاشق رسول اور علوم دینیہ کے عظیم فاضل تھے، نفحات الانس اور فوائد ضیائیہ جیسے علمی شاہ پاروں کے مصنف ہیں، علمی اور روحانی دنیا میں ان کی شخصیت مسلمہ ہے، سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت لکھنے میں اپنی مثل نہیں رکھتے۔

نسیم جانب بطحا گزر کن

ز احوال محمد را خبر کن

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش

حدیثا میں کرم بار دگر کن

جیسی مقبول زمانہ نعت انہی کی ہے، وہ اپنی خواہش و آرزو کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں۔

سگ را کاش جامی نام بودے

کہ آمد بر زیارت گاہے گاہے

(کاش تیرے کتے کا نام جامی ہوتا، کہ کبھی نہ کبھی آپ کی زیارت پر ہی آجاتا) دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

پارہ ہائے دل صد بارو ہم سے آرم

تاشنیدم کہ سگ کوئی نو مہمان شد نیست

ایک اور مقام پر کہا۔

سگ نو دوش بحالی فغان کنان فی گفت

خمش باش کہ از فالہ ات بلرد سریم

مگو جامی سگ ابن اسفانہ نیست

مکن زیں دائرہ بیرونم لے دوست

(یہ نہ کہو جامی اس بارگاہ کاسک نہیں، اے دوست مجھے اس دائرہ سے باہر نہ نکالو)۔

کمبرین صبد نوام، بیش سگاں خود فگن

(جامی کم ترشکار ہے اے اپنے سگوں کے سامنے ہی ڈال دو)۔

حافظ شیرازی کی سننے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کنان

ہیں۔

شنید ام کہ سگاں را فلادہ سے بندی

چراہہ گردن حافظ نمے نہی رسنے

(میں نے سنا ہے آپ نے اپنے سگوں کے گلے میں پتہ ڈال رکھا ہے تو حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال رہے)

امام اہل محبت اور سگ بے ہنر

امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری جنہیں اہل علم مجدد مائے حاضرہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اسلام کے بارے میں جتنا مطالعہ اس شخصیت کا ہے شاید ہی ان کے دور میں ان کے کوئی ہم پلہ ہو، مخالفین تو ان کے علمی مقام کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور اولیاء کی خدمت میں کس طرح پیش کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور

ہاں تو کریم ہے تیری خو درگزر کی ہے

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے

کیا اور بھی کسی کے توقع نظر کی ہے



جاؤں کہاں، پکاروں کے کس کا منہ نکلوں  
کیا پرستش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے  
(حدائق بخشش، ۱۷۸)

ایک اور نعت میں عرض کرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا  
تجھ سے کتے ہزار پھیرتے ہیں  
(حدائق بخشش، ۷۷)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہا کی منقبت و شان میں لکھتے ہیں۔  
تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت  
میری گردن میں بھی ہے دور کا دُورا تیرا  
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے  
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا  
میری قسمت کی قسم کھاؤں سگان بغداد  
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا  
(حدائق بخشش، ۲۳۵)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو

برصغیر کے عظیم عارف کامل حضرت سلطان باہو، شہنشاہ بغداد کا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سگ درگاہ میراں شوچوں خوابی قرب ربانی  
کہ ہر شیراں شرف دلرد سگ درگاہ جیلانی  
(اے انسان اگر تو اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے در کا  
سگ بن جا کیونکہ ان کے در کا سگ شیروں سے بھی زیادہ مقام رکھتا ہے)  
فاضل بریلوی نے بھی ایک مقام پر یہی بات کہی ہے۔

کیا دے جس پہ حمایت کا ہو پنچہ تیرا  
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا  
(حدائق بخشش، ۲۳۳)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک منقبت لکھی جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

بکن کارم گہ بنوانی غریبم درپریشانی  
جہاں راہبر و پیرانی محی الدین جیلانی  
سگ درگاہ جیلانی بہاء الدین ملتانی  
لقائے دین سلطانی محی الدین جیلانی  
(ظم خانہ تصوف، ۶۵)

یعنی بہاء الدین زکریا، شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک سگ ہے۔

تینڈے در دے کتیاں نال ادب

خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ جن کے کلام سے لوگ ایمان کی جلا حاصل کرتے ہیں، اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں۔

میں سگ آستان رسالت ماب کا  
ابن تحائف کا اور ابن خطاب کا  
عاش کا علی کا حسن اور حسین کا  
اور خواجگان پشت عالی جناب کا  
دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

توڑیں دھوڑے دکھڑے کھانڈری ہاں  
تینڈے نام توں مفت دکانڈاری ہاں  
تینڈے باندیا دی میں بانڈری ہاں  
تینڈے در دے کتیاں نال ادب

روی کشمیر عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں۔  
 ہنساں عشق قبول نہ کیتا ایویں آگئے  
 عشق باجھ محمد بخشا کیا آدم کیا کتے

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے  
 مالک دے در راہی کر دے صابر بھگے بھگے

آپ کے سگ کے ساتھ نسبت بے ادبی ہے  
 مشہور نعت گو جان محمد قدسی کہتے ہیں۔

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم  
 زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی  
 (آپ کے سگ کے ساتھ نسبت کر کے شرمندہ ہوں کیونکہ آپ کے سگ  
 کوچہ کے ساتھ نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے)۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں۔

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نقش  
 تو پھر غلہ میں اٹھیں کا بنائیں مزار  
 لگے ہے سگ کو تیرے میرے نام سے گو عیب  
 پر جہرے نام کا لگتا مجھے ہے عز و وقار

امیدیں لاکھ ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ  
 کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار  
 جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں  
 مروں تو کھائیں مجھ کو مور و مار

جو یہ نصیب نہ ہوا اور کہاں نصیب میرے  
 کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار  
 بیدم دارٹی کہتے ہیں۔

سگ طیبہ مجھے سب کہہ کر پکاریں بیدم  
 یہی رکھیں میری پہچان مدینے والے

الغرض ان سگت اولیا صلتا اور اہل علم و معرفت نے خوف و خشیت الہی  
 کے پیش نظر اور تواضع و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو سگ کہا  
 ہے۔ یہ تمام لوگ شریعت سے ہم سے کہیں زیادہ آگاہ و واقف تھے، کیا ان  
 لوگوں نے انسانیت کی تذلیل کی ہے، ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو ضرور دیگر اہل  
 علم اس پر اعتراض اٹھاتے، امام جامی سے لے کر میاں محمد بخش رحمہما اللہ تعالیٰ  
 تک کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جو اسے انسانیت کی تذلیل تصور کرتے ہوئے اس  
 کے خلاف آواز اٹھاتا کیا ساری امت شریعت سے جاہل چلی آ رہی ہے؟ اور  
 آج کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنہیں شریعت کا وہ فہم نصیب ہوا ہے جو آج  
 تک کسی مسلمان کو نصیب نہیں ہوا، اگر بات یہی ہے تو ایسے فہم کو پھیلائے مت  
 اپنے تک ہی محدود رکھیے کیونکہ تمام مسلمان اس بات سے آگاہ ہیں جو اسلام کی  
 معرفت ہمارے اسلاف کو حاصل تھی ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور انہوں  
 نے قرآن کی یہ آیت پڑھ رکھی ہے۔

ومن يشاقق الرسول من بعد  
 ما تبين له الهدى ويتبع غير  
 سبيل المومنين نوله مانولى  
 ونصله جهنم وساءت مصيرا  
 (النساء - ۱۱۵)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس  
 کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور  
 مسلمانوں کی راہ سے جدا رہ چلے ہم  
 اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور  
 اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور  
 کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔



حضرت عبداللہ بن مسعود اور سگ عمر سے محبت

ہم اپنی بات حضور ﷺ کے مقبول ترین صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس مبارک ارشاد پر ختم کر رہے ہیں 'زر بن حبیب' سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لقد احببت عمر حبا حنی  
لقد خفت الله ولوا نى اعلم ان  
كلباً يحبه عمر لاجبته ولوددت  
انى كنت خادماً لعمر حنى  
موت تک ان کا خادم ہوں۔  
میں عمر فاروق سے اتنی شدید محبت رکھتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتا ہوں اگر مجھے علم ہو جائے کہ فاروق اعظم کسی کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں اس سے بھی محبت کروں گا۔ میں اپنی

(فضائل الصحابة للإمام احمد ۱/۲۳۷)

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے محبوب سگ سے صحابہ کی محبت کا یہ عالم ہے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے والے سگ کے ساتھ محبت کا عالم کیا ہوگا۔ اگر ان دلائل کے بعد بھی بات سمجھ نہیں آتی تو نہ آئے بقول محترم بشیر حسین ناظم ہم تو یہی کہیں گے۔

میں سگ کوچہ پیغمبر ہوں آپ جو کچھ بھی ہیں ہوا کیجئے

فَضْلُ الْكَلْبِ

عَلَى كَثِيرٍ مِنْ النَّبِيِّاتِ

تأليف

الإمام العلامة أبي بكر محمد بن خلف المزبان

(المتوفى سنة ۵۳۹ھ = ۱۱۴۱م)

تقديم وتحقيق وتعليق

الدكتور محمد عبد الرحمن وسي

البيانات

البيانات والنشر والتوزيع

چوتھی صدی ہجری کے نامور بزرگ امام ابو بکر محمد بن خلف المزبان (المتوفی ۵۳۹ھ) نے "فضل الکلب" کے نام سے مستقل کتاب تصنیف کی جو والد کتور محمد عبدالرحمن وسی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ کتاب کے کل صفحات ۱۹۱ ہیں۔ جو بیروت کے اشاعتی ادارے الہمام نے شائع کی ہے۔ اس کے سرورق کا عکس سامنے کے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

## المقالة المرضية في الرد على

## من ينكر الزيارة المحمدية

بسم الله الرحمن الرحيم

رسول الله ﷺ کی حاضری پر امت کا اجماع ہے۔

پہلا شخص جس نے زیارت نبوی ﷺ کے لیے سفر حرام قرار دیا وہ ابن تیمیہ ہے اس کی تردید تمام امت نے کی۔

اس دور کے قاضی القضاة امام ابو عبد اللہ محمد سعدی مصری اختیائی مالکی (ت: ۷۵۰ھ) نے اس کے رد میں مختصر جامع مقالہ لکھا، علامہ محمد زاهد کوثری نے اسے تلاش کیا اور شیخ علامہ عزامی نے اسے ”براہین الساطعة“ کے آخر میں اسے شائع کیا۔

ہم عظیم محقق عبدالحق انصاری حفظہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اسے تلاش کیا اور ہمیں اس کے ترجمہ کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ عزیزم میثم عباس رضوی کو سلامت رکھے کہ انہوں نے بڑے شوق سے اسے املا کیا خطبہ کے علاوہ ایک ہی نشست میں اس کا ترجمہ مکمل ہو گیا۔

قارئین دعا کریں اس دور کی باقی چیزیں بھی دستیاب ہو جائیں تاکہ انہیں بھی شائع کر دیا جائے۔

محمد خان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ

## بسم الله الرحمن الرحيم

تمام تعریف اللہ کی جس نے حق کی مدد فرمائی، اس کے میناروں کو قائم رکھا۔

باطل کو ذلیل اور اس کے معاندین کو پست کیا اور اپنی مخلوق میں سے سیدنا و مولانا محمد ﷺ کو چنا اور منتخب کیا اور آپ ﷺ کے وجود سے ہر وجود کو شرف بخشا اور ہر موجود پر آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو بلندی عطا کی اور آپ ﷺ کو شاہد، مبشر، نذیر اور اپنے اذن سے اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنایا اور آپ ﷺ کو تمام بندوں کی طرف رحمت اور اہل کفر اور عناد کے لیے عذاب بنایا۔

میں حمد کرتا ہوں اللہ کی ان نعمتوں پر جو ان گنت ہیں اور میں شکر کرتا ہوں ان نعمتوں پر جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا، میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ شہادت حق اور یقین کی ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے برگزیدہ بندے اور رسول سید المرسلین، امام المستقین خاتم النبیین، قائد الغر المحجلین (بروز قیامت) چمکدار پیشانیوں والوں کے قائد (اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اور صحابہ پر ایسے صلوة کا نزول فرمائے جو قیامت تک دائمی ہے۔

حمد و صلوة کے بعد

بندہ جب ابن تیمیہ سے منقول کلام و فتویٰ کے نسخے سے آگاہ ہوا تو مجھ پر اس کے کلام سے صراحتاً اس کا بڑا مقصد واضح ہو گیا وہ یہ ہے کہ قبور انبیاء علیہم السلام، دیگر قبور کی زیارت اور اس کی طرف سفر حرام ہے اور اس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ متفقہ طور پر معصیت اور حرام ہے۔



تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے اس منقولہ قول کے جواب کے لیے شرح صدر عطا فرمایا اور میں نے اس کی بدعت اور گمراہی کو مٹانے کے لیے فی الفور لکھا۔

تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس طریقہ پر آسانی عطا فرمائے۔

اس بات کا لکھنے والا شخص خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کر رہا ہے اور وہ خود جہالت کے طریقہ پر چل رہا ہے اور اپنے دعویٰ میں حق سے ہٹا ہوا اور وہ صحیح راہ پر نہیں رہا، وہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اعلانیہ عداوت اور عناد ظاہر کر رہا ہے ان کی قبور اور دیگر قبور کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دے رہا ہے اور وہ اس منقول صحیح روایت کا مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم قبور کی زیارت کیا کرو اور وہاں کوئی غلط بات نہ کرو“ (مسلم ۲۲۶۰)

تو آپ نے مکلفین سے ممانعت کے بعد اس سنگی کو اٹھالیا۔

اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کے بعد حکم لزوم کا تقاضا کرتا ہے جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس حکم کو مباح اور مستحب قرار دیا جائے آپ ﷺ سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ شہدائے اُحد اور بقیع غرقہ میں تشریف لے گئے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا آئمہ نقل میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو آپ کو اجازت دی گئی اور جب آپ نے اس بارے میں عرض کیا تو قبول کیا گیا۔ (مسلم ۲۲۵۸)

قابل (ابن تیمیہ) آپ ﷺ کے والدہ کی قبر اور دیگر کی زیارت اور آپ کے اس طرف سفر کو کیا کہے گا؟ اگر وہ اسے تحریم پر محمول کرتا ہے تو یہ خود گمراہ اور کافر ہو جائے گا اور اگر وہ اس کو جواز یا استحباب پر محمول کرتا ہے تو اس پر حجت لازم آئے گی اور وہ پتھر کو قلمہ بنا رہا ہے۔

اور آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح ہیں اور ان کے علاوہ ایسی احادیث بھی ہیں جو صحت کے درجہ تک نہیں پہنچتی مگر شرعی احکام پر ان سے استدلال جائز ہے اور ان سے ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے نقول مسلسل، اسی طرح کبار علماء مجتہدین سے بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس پر شوق دلاتی ہیں اور اسے مستحب قرار دیتیں ہیں اور اس سفر پر جلدی جانے والے کو قابل رشک بناتیں ہیں حتیٰ کہ بعض نے اسے واجب قرار دیتے ہوئے اور مباح اور مستحب سے اس کے درجہ کو بلند رکھا اور اس پر لوگ قولاً اور عملاً ہمیشہ سے متفق ہیں انہیں اس کے استحباب میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی اس راستے کوئی ہٹا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جو آئمہ ہدیٰ میں سے ایک ہیں جن کی سیرت اور علوم کی اقتدا کی جاتی ہے ان کے بارے میں ہے کہ وہ نبی مصطفیٰ ﷺ کی طرف قاصد کے ذریعے سلام بھیجتے اور اس چیز کو وفا اور حسن سلوک قرار دیتے۔

اور اس میں مقصود پر دلیل بھی ہے اور یہ کافی بھی ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ سے ہے ”جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے“ (مسند ابن ابی شیبہ ۴۱: ۶)



امام مسلم نے اپنی صحیح (مسلم) میں اس آدمی کے بارے میں روایت کیا جو اللہ کی خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے سفر کرتا ہے تو فرشتہ اس کے راستے میں کھڑا ہوتا ہے اور اس زیارت کرنے والے کو آگاہ کرتا ہے کہ اس بھائی کی زیارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کر رہا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ”ایک آدمی جب دوسرے دیہات میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے راستے پر ایک فرشتہ کو کھڑا کرتا ہے جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ اس قریہ میں میرا بھائی ہے میں وہاں جا رہا ہوں وہ پوچھتا ہے کہ کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ تو بتایا کہ نہیں میں صرف اسے اللہ کی خاطر چاہتا ہوں، فرشتہ کہتا ہے میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا نماندہ ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے اس طرح پیار کرتا ہے جس طرح تو اس بھائی کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے“ (مسلم: ۶۵۳۹)

مؤطا امام مالک بن انس رحمہ اللہ ورضی عنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میری خاطر محبت کرنے والوں کے لیے، میری خاطر بیٹھنے والوں کے لیے میری خاطر ملاقات کرنے، اسی طرح میری خاطر خرچ کرنے والے کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی“ (ہاب مناجاء فی المتعلین فی اللہ)

امام ابو نعیم نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں میمون بن سیاہ سے نقل کیا، اس میمون سے بخاری نے روایت لی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ ”کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بھائی کی زیارت کے لیے آتا ہے

تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے تجھے مبارک ہو کہ تیرے لیے جنت کی خوشخبری ہو کیونکہ اللہ عز و جل اپنے عرش کی ملکوت میں فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری خاطر زیارت کی اور مجھ پر اس کی مہمان نوازی ہے اور ہرگز اللہ تعالیٰ جنت سے کم مہمان نوازی پر راضی نہیں ہوتا“ (حلیۃ الاولیاء: ۴۰: ۱۲۷)

میرے بھائی، تم نے اپنے بھائیوں کی زیارت کی فضیلت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کی صورت میں زیارت کرنے والوں کے لیے تیار رکھی ہے جان لی تو کیا مقام ہوگا اس ذات کی زیارت کا جو فطرت کے امام اور دارین میں زندہ ہیں جن کی حرمت اللہ تعالیٰ نے وصال کے بعد بھی اسی طرح رکھی ہے جو ظاہری حیات میں تھی اور آپ ﷺ کے شرف میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اوصاف جمیل عطا کیے ہیں اور آپ ﷺ کی ہدایت کی برکت سے ہی صراطِ مستقیم کی راہ ملتی ہے اور شیطان رجیم سے ہم محفوظ ہیں۔

اس قائل (ابن تیمیہ) نے یہ ذکر کیا ہے کہ زیارت نبی مصطفیٰ ﷺ کے لیے سفر معصیت ہے اور اس میں نماز کا قصر کرنا حرام ہے یہ امر عظیم کا مرتکب ہوا ہے جس میں اس نے آئمہ وقت اور کبار علماء کی مخالفت کی ہے اس کی گفتگو کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے اس سفر زیارت اور قتل نفوس کے لیے سفر کے درمیان مساوات پیدا کر دی ہیں اور اس پر اسے برا بیخنتہ کرنے والی چیز اس کا برا عقیدہ اور اُلٹا ذہن ہے یہ اس شخص کی طرح ہے جسے اللہ نے اس کے علم پر اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگائی اور اس کی آنکھوں پر پردہ کر دیا کہ اس کا دل حق کو دل پر اترنے والی ظلمت اور قساوت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔



واضح رہے زیارت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے بغیر متصور نہیں ہوتی  
 اگرچہ یہ چیز زمین پر چلنے سے ہو یا اڑان سے ہو اس کے بغیر اس کے حصول کو اذعان  
 قبول نہیں کرتے اور اس کا ماننا سوائے بکواس کے کچھ نہیں کیونکہ زائر پر زائر کا اطلاق  
 اس کی حرکت اور انتقال اور اس کی جگہ سے نکلنے اور کوچ کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے تو  
 قربت کی طرف سفر حرام اور معصیت کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ مقصد اور مطلوب عظیم  
 طاعت ہے تو زیارت کی طرف سفر کا تعلق طاعات کے باب ذرائع سے ہے جیسے  
 مساجد اور جماعت کے لیے چلنا کاش یہ قائل جان لیتا جو اس کی گفتگو میں خطا اور  
 پھسلنا ہے اور اس کی گفتگو تضاد اور خلل پر مشتمل ہے تو علماء کے سامنے اپنی بری بات  
 ظاہر نہ کرتا اور اپنے پر پردہ ڈالے رکھتا کیونکہ اس نے متعدد آئمہ سے جواز زیارت نقل  
 کیا جن کی طرف علوم دین میں رجوع کیا جاتا ہے، وہ زہد اور تقویٰ میں مشہور ہیں اور  
 ان کے مخالف کو شمار نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔  
 اور اس نے عدم جواز نقل (بشرطیکہ اس کی نقل صحیح ہو) یہ اس سے نقل کیا ہے جن  
 پر نہ اعتماد کیا جاتا ہے اور نہ اسے قابل التفات (توجہ) سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ بھی اس  
 غلطی اور سرکشی میں اسی قائل کے ساتھ متصل ہوگا اور یہ جرأت ہے انبیاء کے مرتبے پر  
 جو سراسر گھائے کا موجب ہے اور آخر کلام میں جو اس نے حرام ہونے پر اجماع کا  
 دعویٰ کیا ہے یہ اس کی سابقہ گفتگو سے متضاد ہے جو اس نے پہلے بات کہی تو یہ اللہ کی قسم  
 اس کی دیوانگی یا اللہ کی طرف سے اس پر کوئی سزا ہے جب اس نے پہلے کہا آئمہ سے  
 خلاف کی تصریح کی تو اس کے بعد امت کے اجماع کا دعویٰ کیا۔

قاضی امام عیاض (جن کے علوم کے سمندر سے فیض پایا جا رہا ہے) نے لکھا کہ  
 ”زیارت نبوی ﷺ ایسی سنت ہے جس پر اتفاق ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی  
 طرف جلدی جانے والے کے لیے رغبت ہے“  
 (الفتاویٰ: ۲۰: ۸۷)  
 پھر اس کے دعویٰ سے یہ لازم آیا کہ اس کی حرمت و حرام ہونے پر اجماع ہو،  
 صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء مجتہدین اس اجماع کو توڑنے والے ہوں اور  
 حرام کو پختہ کرنے پر مصر اور وہ ایسے فتاویٰ کے مرتکب ہوں جن پہ اقدام جائز نہیں اور  
 وہ گمراہی پر جمع ہو کر اندھے پن اور جہالت کا شکار ہو جائیں۔

اس قائل کے بہت سے مسائل ہیں جس میں اس نے اجماع کو توڑا ہے ایسے  
 فتاویٰ ہیں جن کے ذریعے اس نے ان چیزوں کو مباح کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے  
 حرام قرار دیا ہے (یہ مسئلہ طلاق کی طرف اشارہ ہے) اور یہ تنقیص انبیاء اور مقامات  
 صحابہ اور اولیاء کو کم کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس نے اپنے دعویٰ اور قول میں یقینی طور پر  
 تنقیص انبیاء کی ہے لہذا اس کے خلاف کھڑا ہونا اور شریعت اسلامیہ کی تلواریں کا قصد کرنا  
 اور اس کی گفتگو کی وجہ سے جو اس کے جرم پر سزا ہوئی ہے اس پر قائم کرنا انبیاء اور  
 مرسلین کی نصرت ہے تاکہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت بنے اور دیگر  
 سرکشوں کے لیے زجر و توبیخ بن جائے۔ الحمد للہ رب العالمین

8.12.2010 کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے

مسجد رحمانیہ شادمان بوقت رات ۱۰:۰۰

یہ ترجمہ مکمل ہوا

# فہرست

## مقالہ ۱: نور سے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولینا

نور سے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولینا	۵
حقائق کے خلاف بلکہ دھاندلی	۶
اہلسنت کا موقف	۷
نور سے مراد ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	۷
۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما	۷
۲۔ امام طبری	۸
۳۔ امام ابویلیث سمرقندی	۹
۴۔ امام ابوالحسن ماوردی کی رائے	۹
۵۔ امام واحدی کی تفسیر	۹
۶۔ امام ابواسحاق ثعالبی	۱۰
۷۔ امام ابو محمد بغوی	۱۰
۸۔ امام ابن عطیہ اندلسی	۱۱
۹۔ امام ابن جوزی	۱۱
۱۰۔ مفسرین کے سربراہ امام رازی کی تفسیر	۱۱

۱۱۔ امام سلمی شافعی	۱۲
۱۲۔ امام قرطبی کی رائے	۱۲
۱۳۔ امام بیضاوی کی رائے	۱۳
۱۴۔ امام نسفی	۱۳
۱۵۔ امام خازن	۱۳
۱۶۔ شیخ ابن تیمیہ	۱۴
۱۷۔ امام نظام الدین نیشاپوری	۱۴
۱۸۔ امام ابو حیان اندلسی	۱
۱۹۔ شہاب الدین خفاجی	۱۵
۲۰۔ علامہ حقی	۱۵
۲۱۔ شیخ محمدی	۱۶
۲۲۔ امام ثعالبی	۱۶
۲۳۔ قاضی پانی پتی	۱۷
۲۴۔ امام صاوی	۱۷
۲۵۔ قاضی شوکانی	۱۷
۲۶۔ علامہ آلوسی	۱۸
۲۷۔ علامہ قاسمی	۱۸
۲۸۔ علامہ بھوپالی	۱۸
۲۹۔ علامہ عثمانی	۱۹



۲۴	۱۔ قاضی شوکانی
۲۵	۲۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی
۲۵	۳۔ شیخ ابن تیمیہ
۲۵	۴۔ قاضی سلیمان منصور پوری
۲۵	۵۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری
۲۶	۶۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی
۲۶	۷۔ حافظ محمد لکھوی
۲۶	معتزلہ اہل بدعت کی رائے
۲۶	زنجیری کی تفسیر
۲۷	یہ موقف ضعیف ہے
۲۷	ضمیر کا معاملہ
۲۷	حضور ﷺ مراد کیوں نہیں ہو سکتے؟
۲۸	دونوں کا وصف ایک ہے
۳۱	پہلا اعتراض
۳۵	حق القین کی گواہی
۳۶	حدیث نور کی بازیافت
۳۷	پانچویں بات کا رد
۳۸	چھٹی بات کا رد
۳۸	محمد شین اور احادیث میں موافقت

۱۹	۳۰۔ شیخ حوی
۱۹	۳۱۔ علامہ ابو محمد حقانی
۱۹	۳۲۔ شیخ صدیقی کا مدحیہ
۲۰	۳۳۔ علامہ رشید رضا
۲۰	۳۴۔ شیخ مراغی
۲۱	۳۵۔ شیخ شعبیہ احمد
۲۱	۳۶۔ امام اجزی کلبی
۲۱	۳۷۔ شیخ بروی شافعی
۲۲	۳۸۔ امام ابو عمر بن عابد دمشقی
۲۲	۳۹۔ امام برہان الدین بقاعی
۲۲	۴۰۔ امام ابوسعود عمادی
۲۲	۴۱۔ امام سیوطی برہانہ
۲۲	۴۲۔ امام نقابی مالکی
۲۳	۴۳۔ امام محمد بن عادل دمشقی
۲۳	۴۴۔ امام برہان الدین بقاعی
۲۳	۴۵۔ امام ابوسعود عمادی
۲۳	امام سیوطی برہانہ
۲۳	امام نقابی مالکی برہانہ
۲۳	اپنے اکابرین کی بھی سن لیجیے

## مقالہ ۲: رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

۴۹	لفظ لك کی افادیت
۵۰	آپ بلند یوں نہیں بلکہ مالک ہیں
۵۲	رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے
۵۳	رفعت ذکر کی صورتیں
۵۴	جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا آپ ﷺ کا ذکر بھی ہوگا
۵۴	اے محبوب تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا
۵۵	اذان اور ذکر رسول ﷺ
۵۶	کرہ ارض پر ایک سیکند بھی بغیر اذان نہیں گزرتا
۵۹	اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں
۶۰	کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد ﷺ لکھا ہے
۶۰	عرش اعظم کی زینت نام محمد ﷺ
۶۲	جنت کے دروازے پر نام محمد ﷺ
۶۲	پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا جانے ہے
۶۳	لوح محفوظ کی پیشانی کا جھومر۔۔۔ اسم محمد ﷺ
۶۴	ہر شے جو مصروف تسبیح ہے، اسم محمد ﷺ سے مزین ہے
۶۵	اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ
۶۶	وللاخرة خير لك من الاولى بھی رفعت ذکر کا ایک نظارہ ہے

## مقالہ ۳: درود و سلام کی فضیلت

۷۱	کتاب اور مصنف کتاب
۷۲	نام
۷۲	منصب قضا
۷۲	علمی مقام
۷۲	امام بخاری کے معاصر اور ہم شیخ
۷۲	درود شریف پر پہلی کتاب
۷۳	السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته
۷۳	مزار اقدس کو مس کرنا
۷۳	بوقت حاضری قبلہ کی طرف پشت کرنا
۷۴	ترجمہ کتاب

## مقالہ ۴: تحفہ درود و سلام

۱۰۷	ابتدائیہ
۱۰۷	سب سے پہلی کتاب
۱۰۸	دوسری کتاب
۱۰۸	مصنف کا تعارف
۱۰۸	دیگر تصانیف
۱۰۹	کتاب کا ترجمہ



۱۴۲	مسجد میں آتے جاتے درود و سلام
۱۴۲	وضو اور درود و سلام
۱۴۳	کان کے سن ہونے پر درود
۱۴۳	دعا اور درود و سلام
۱۴۳	درود و سلام بھولنے والا جنت کا راستہ بھول گیا
۱۴۴	اجتماع اور درود و سلام
۱۴۵	غیر نبی کے لیے دعا
۱۴۷	مقالہ ۵: حدیث توسل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں
۱۴۹	اہل بدعت کا انکار
۱۵۰	متعصب کا شبہ
۱۵۱	چند امور کا تذکرہ
۱۵۱	امراول، ابن حبان کی طرف سے نسبت غلط ہے
۱۵۱	امرثانی، امام سیوطی رحمہ اللہ راوی نہیں
۱۵۲	اخرج اور خرج میں فرق
۱۵۲	امرثالث: لفظ جدہ ضم کر لیا
۱۵۳	امر رابع: الفاظ حدیث میں کمی بیشی
۱۵۳	امر خامس
۱۵۵	امر سادس: امام حاکم پر حملہ

۱۰۹	کتاب کی طباعت
۱۱۱	صحابہ کو صلوة و سلام کی تعلیم
۱۲۴	روز قیامت رسول اللہ ﷺ کے سب سے قریب شخص
۱۲۴	ہر جگہ سے تمہارا درود و سلام مجھ کو پہنچتا ہے
۱۲۵	درود نہ پڑھنے والا بخیل ہوتا ہے
۱۲۵	اللہ کی طرف سے درود و سلام
۱۲۶	دس درجات بلند
۱۲۷	دس گناہ معاف
۱۲۸	درود کفارہ ہے
۱۲۸	درود زکوٰۃ ہے
۱۲۸	دس نیکیاں بھی
۱۳۲	دس غلاموں کی آزادی
۱۳۳	ہر وقت درود و سلام
۱۳۵	صبح و شام درود و سلام
۱۳۵	جمعہ کے دن درود و سلام
۱۳۷	درود نہ پڑھنے والا برباد ہو جائے
۱۳۸	دیگر رسولوں پر سلام
۱۳۹	آپ کے لیے مقام و سیلہ کی دعا پراجر
۱۴۰	اذان کے بعد دعائے وسیلہ

امرسایع: حافظ ابن حجر کی تحقیق

امام سیوطی رحمہ اللہ کی گفتگو

امرتامن

قابل توجہ چند امور

امراول

امرتانی

دوسری دلیل

امرتالث

امردابع

امرخامس

امرسادس

امرسایع

امرتامن

امرتاسع

امرعاشر

اس پر دلیل

گیارہواں امر

بارہواں امر

اس پر چھ دلائل

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۶

۱۵۸

۱۵۸

۱۵۹

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۷

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۸

۱۷۰

ایک اور شاہد

ایک اور بات پر تنبیہ

مقالہ ۶: ارض خدا ملکیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

محتاج ہے ساری خدائی تیرے در کی

شرق و غرب کے جن و انس کی ذمہ داری

احادیث مبارکہ

آئمہ امت کی آرا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

میں خازن ہوں

حذف مفعول کی وجہ سے عموم

عموم پر دو دلائل

حضرت تمیم داری کا واقعہ

امام غزالی کا فتویٰ

حدیث مبارکہ سے تائید

امام شعرانی اور قسطلانی کی تائید

امام ابن العربی اور سبکی کی تائید

مقالہ ۷: مسئلہ ترک

انتساب

۱۷۷

۱۸۰

۱۸۳

۱۸۷

۱۸۸

۱۸۹

۱۹۳

۱۹۷

۱۹۷

۲۰۱

۲۰۱

۲۰۸

۲۱۰

۲۱۰

۲۱۲

۲۱۲

۲۲۱



۲۲۲	ضرورت مقالہ
۲۲۳	عالم اسلام کا عظیم محدث و مفکر
۲۳۲	حکم شرعی کسے کہتے ہیں؟
۲۳۲	فرض یا واجب
۲۳۲	حرام
۲۳۳	مندوب
۲۳۳	ترک کی تعریف
۲۳۳	ترک کی وجوہ
۲۳۴	عادت ترک فرمادیا ہو
۲۳۴	نیسانا ترک فرمایا ہو
۲۳۴	امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو
۲۳۴	آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو
	عمومی آیات یا حدیث کے حکم کے تحت داخل
۲۳۵	ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو
۲۳۵	اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو
۲۳۵	ترک، حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا
۲۳۶	امام ابوسعید بن لب اور ضابط
۲۳۶	شیخ ابن حزم کی تائید
۲۳۸	اس کے ضابطہ ہونے پر دلائل

۲۳۹	غیر پسندیدہ اقوال
۲۴۰	ابن تیمیہ کی گفتگو
۲۴۰	تحقیقی رد
۲۴۱	یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں
۲۴۲	ترک کا تقاضا کیا ہے؟
۲۴۳	اشتباہ کا ازالہ
۲۴۴	عیدین کے لیے اذان کا بدعت، ہونا مسلمہ ہے مگر دو مسائل میں التباس
۲۴۴	مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت
۲۴۶	تمتہ کلام
۲۴۷	ترک کی مثالیں
۲۶۹	مقالہ ۸: آثار رسول کی عظمتیں
۲۷۳	سیدنا ابوبکر صدیق کی نسبت مصطفیٰ سے محبت
۲۷۳	حضرت علی کی تبرکات مصطفیٰ سے محبت
۲۷۳	اس میت کی تفصیل شدہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی یوں فرماتے ہیں
۲۷۴	ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی تبرکات نبوی ﷺ سے محبت
۲۷۴	خادم رسول حضرت انس بن مالک کی آثار شریفہ سے محبت
۲۷۵	امام محمد بن سیرین تابعی اور تبرک نبوی ﷺ سے محبت
۲۷۵	کفن بھی اس مبارک پسینہ سے معطر ہوا

۲۷۶	حضرت معاویہ کی آثار نبوی ﷺ سے محبت
	یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے
۲۷۷	میں کفن دیجیے
۲۷۸	حضور ﷺ سے ایک صحابی کا کفن کے لیے چادر مانگنا
۲۷۸	ایک صحابی کا آثار شریفہ سے محبت
۲۷۸	حضرت ابو مخزومہ الجمعی اور نسبت مصطفیٰ کا ادب
۲۷۹	حضرت خالد بن سعید بن العاص اور آثار نبوی ﷺ
۲۷۹	حضور ﷺ کا عمامہ مبارک میرے کفن میں رکھ دینا
۲۸۰	نبی کریم ﷺ نے اپنے تبرکات خود بھی تقسیم فرمائے
۲۸۰	ساری دنیا ایک طرف نسبت محبوب ایک طرف
۲۸۰	تبرکات نبوی ﷺ کی فکر اور خالد بن ولید
۲۸۰	حضور ﷺ کے تبرکات کی بے ادبی کفر ہے
۲۸۱	نسبت کے لیے شہرت ہی کافی ہے
۲۸۱	خصوصاً نعلین شریف کے متعلق صحابہ کرام اور بزرگوں کے اقوال
۲۸۱	حضرت عبد اللہ بن مسعود اور نعلین نبوی ﷺ
۲۸۱	نعلین شریف کے نقش کی برکات
۲۸۱	درد کافی الفور ختم ہو جانا
۲۸۲	غزینہ برکات و دافع الہلیات
۲۸۲	نظر اور جادو سے نجات

۲۸۲	زیارت رسول ﷺ کا وسیلہ
۲۸۲	حفظ و امان کی ضمانت
۲۸۲	وقار و عزت کا حصول
۲۸۳	شفائے بیماروں
۲۸۳	ساری دولت نعلین شریف پر تصدق
۲۸۴	اہل دمشق مصائب کے وقت اس نعلین پاک کی طرف رجوع کرتے
	<b>مقالہ ۹: اسلام اور خدمت خلق</b>
۲۸۹	پیش لفظ
۲۹۱	اسلام اور خدمت خلق
۲۹۲	۱۔ مسلمان سے تکلیف دور کرنا
۲۹۲	۲۔ تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کرنا
۲۹۳	۳۔ مسلمان کے عیوب پر پردہ
۲۹۳	۴۔ مسلمان بھائی کی مدد
۲۹۴	دس سالہ اعتکاف سے بہتر
۲۹۵	پچھتر کا دعا کے لیے تقرر
۲۹۵	ہر قدم پر گناہ معاف اور درجہ بلند
۲۹۶	گناہوں سے پاکیزگی
۲۹۶	روز قیامت ثابت قدمی



اللہ کے عذاب سے محفوظ

۲۹۷

دوزخی کے لیے شفاعت

۲۹۷

نعمتوں کا چھن جانا

۲۹۸

بھوکے کو کھانا کھلانا

۲۹۸

سب سے بہتر اسلام

۲۹۹

جنت میں اعلیٰ رہائش

۲۹۹

گناہ جھڑتے ہیں

۳۰۰

سب سے افضل صدقہ

۳۰۰

جنت کے خصوصی دروازہ سے داخلہ

۳۰۰

دخول جنت کا سبب

۳۰۱

لقمہ پہاڑ کی مانند

۳۰۱

کھانا کھلانے سے تین آدمی جنتی

۳۰۱

اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے

۳۰۲

دوزخ اور سات خندقیں

۳۰۲

اللہ تعالیٰ کے محبوب کا عمل

۳۰۲

جنت کا پھل

۳۰۳

عرش کا سایہ

۳۰۳

جنتی خصائل

۳۰۳

رب کریم کا فرمان مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا

۳۰۴

مخلوق خدا کو پانی پلانا

۳۰۵

پیا ساکتا اور بخشش

۳۰۵

پانی کا صدقہ

۳۰۶

مخلوق کو پانی پلاؤ

۳۰۶

پانی کا انتظام

۳۰۶

پانی کے انتظام پر ثواب

۳۰۶

نو چیزوں کا صدقہ جاریہ

۳۰۷

نگے کو کپڑا پہنانا

۳۰۷

مسلمان کو خوش کرنا

۳۰۸

بخشش کا ذریعہ

۳۰۹

افضل عمل

۳۰۹

اللہ تعالیٰ کی خوشی

۳۰۹

مقالہ ۱۰: مولانا عبدالحی لکھنوی کی حیات و خدمات

خاندانی پس منظر

۳۱۵

علمی خاندان

۳۱۵

علماء کا مرکز

۳۱۶

آپ کے والد اور استاد مولانا عبدالحلیم لکھنوی

۳۱۶

آغاز تدریس

۳۱۷

مدرسہ امامیہ حنفیہ میں

۳۱۷

مدرسہ نظامیہ میں

۳۱۷

زیارت حرمین شریفین

۳۱۷

۳۱۷	وصال
۳۱۸	تصانیف
۳۱۸	علامہ کی ولادت
۳۱۸	نام، کنیت، نسب
۳۱۹	لکھنوی، تعلیم و تربیت
۳۱۹	حفظ قرآن، تحصیل علوم
۳۱۹	سترہ سال کی عمر میں فراغت
۳۲۰	والد گرامی سے حصول علم
۳۲۰	تدریس و تالیف سے محبت
۳۲۱	مطالعہ سے محبت
۳۲۱	آدھی رات تک
۳۲۱	۱۲ سال کی عمر میں سلسلہ تصانیف
۳۲۱	عقد نکاح
۳۲۱	زیارت حرمین شریفین
۳۲۱	علامہ کا مسلک
۳۲۲	مسلک اعتدال
۳۲۲	مخالف کا احترام
۳۲۳	نواب صدیق حسن کا اعتراف
۳۲۳	خدمت فقہ حنفی
۳۲۳	وصال

۳۲۳	نماز جنازہ
۳۲۳	مزار اقدس
۳۲۳	انتالیس سال عمر
۳۲۵	اہل علم و فضل کی نظر میں
۳۲۷	تصنیف و تالیف
۳۲۷	تصانیف کی تعداد
۳۲۸	الرافع والتکمیل فی الجرح والتعديل
۳۲۹	التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد
۳۲۹	خیر الخیر فی اذان خیر البشر
۳۲۹	الاجوبة الفاضلة للأسئلة العشرة الكاملة
۳۳۰	الاثار المرفوعة فی الاخبار الوضوغة
۳۳۰	شرح الحصن الحصین
۳۳۰	ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی
۳۳۰	دافع الوسواس فی اثر ابن عباس
۳۳۰	اصول فقہ پر کتب
۳۳۱	فقہ حنفی پر کتب
۳۳۲	حواشی
۳۳۵	مقالہ ۱۱: کیا سگ مدینہ پہلوانا جائز ہے؟
۳۳۷	انتساب
۳۳۸	وجہ تالیف



اللہ و رسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے  
 فہم قرآن کا اہم اصول  
 موجودہ دور کی چند مثالیں  
 عورت کی سربراہی  
 بشریت انبیاء علیہم السلام  
 توضیح  
 مسئلہ علم غیب  
 زیر بحث مسئلہ میں  
 قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو  
 انسان مہود و ملائکہ ہے  
 انسان کی دیگر مخلوقات پر فضیلت  
 انسان کی کامل حالت پر تخلیق  
 انسان کی تخلیق بہترین صورت  
 شرافت و بزرگی مشروط ہے  
 قرآنی تعلیمات کا دوسرا پہلو  
 خواہش نفس کی اتباع کرنے والے کو قرآن نے کتے کی مثل قرار دیا  
 رجل سوء کتے سے بدتر ہوتا ہے  
 شیخ شہاب الدین سہروردی کا قول  
 کتے کے ساتھ تمثیل کی وجہ

۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۳  
 ۳۴۵  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۰  
 ۳۵۰  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۳  
 ۳۵۳

صاحب تفہیم القرآن کا اہم نوٹ  
 بلکہ کتے سے بھی بدتر  
 دنیا کا طالب کتا ہے  
 بگڑا ہوا انسان ذلیل ترین مخلوق  
 ناشکر انسان ظالم ہے  
 انسان ظلم و جاہل ہے  
 شاہ عبدالقادر رقیطراز ہے  
 بے عمل علماء گدھے کی مانند ہیں  
 قرآن اور سگ اصحاب کیف  
 چرواہے کے کتے نے اصحاب کیف کا دین اختیار کر لیا  
 میں اللہ کے محبوبوں سے پیار کرنے والا ہوں  
 تم سو جانائیں تمہارا پہرہ دو رنگا  
 قرآن اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والے کتے کا ذکر  
 قرآن اور تذکرہ سگ اصحاب کیف  
 سگ اصحاب کیف جنتی ہے  
 علامہ الوسی کا اہم نوٹ  
 امام محمد بن احمد قرطبی کا اہم نوٹ  
 شیخ سعدی اور سگ اصحاب کیف  
 اپنے منہ سے اپنی طہات و بزرگی جائز نہیں

۳۵۴  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۵۹  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸

۳۷۸	کاش میں مٹی ہوتی
۳۷۸	کاش میں درخت کا پتہ ہوتی
۳۷۸	کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا
۳۷۹	کاش میں گھاس ہوتی
۳۷۹	کاش میں درخت ہوتا
۳۷۹	کاش مجھے ذبح کر دیا جاتا
۳۷۹	کاش مجھے اللہ بصورت درخت پیدا کر دیتا
۳۸۰	کاش میں یہ ستون ہوتا
۳۸۰	کاش میں یہ تنکا ہوتا
۳۸۰	کاش میں پیدا نہ کیا جاتا
۳۸۰	کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی
۳۸۱	حضرت عثمان اور خشیت الہی
۳۸۱	کاش میں ایک بال ہوتا
۳۸۱	کاش میں اونٹ کی تنگی ہوتا
۳۸۲	کاش مجھے گندگی میں ڈال دیا جاتا
۳۸۲	میں نے کثیر ظلم کیے
۳۸۲	حظاً منافق ہو گیا ہے
۳۸۲	ہماری حالت بھی یہی ہے
۳۸۵	حضرت عمر فاروق کا سوال کیا میں منافق تو نہیں ہوں؟

۳۶۹	خود فیصلہ کیجیے!
۳۶۹	خوف الہی کا ایک احسن و عجیب منظر
۳۶۹	سیدنا آدم علیہ السلام اور طلب معافی
۳۷۰	سیدنا کلیم اللہ کی دعاء مغفرت
۳۷۱	سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح
۳۷۱	اللہ تعالیٰ نے کیوں منع نہ فرمایا
۳۷۱	کیا حیوانات سے بدتر اس سے کم تر ہے
۳۷۲	تواضع و انکساری کی معراج
۳۷۳	اگر اللہ کی رحمت مجھے نہ ڈھانپ لے
۳۷۳	ہمیں مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے
۳۷۵	صحابہ کرام اور خوف و خشیت الہی
۳۷۵	کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا
۳۷۵	کاش میں راکھ ہوتا
۳۷۶	کاش میں روز قیامت نہ اٹھایا جاؤں
۳۷۶	میں راکھ ہونا پسند کروں
۳۷۶	عبداللہ بن روضہ کہا جائے
۳۷۷	تم دو بھی میرے پیچھے نہ چلو
۳۷۷	کاش میں پتھر ہوتی
۳۷۷	کاش میں درخت ہوتی



- کیا میں ان میں سے ہوں؟ ۳۸۶
- غور تو کیجیے! ۳۸۸
- تو اضعا سگ بننا اور بات ہے ۳۸۸
- اللہ و رسول کا شیر ۳۸۸
- اسد اللہ حضرت علی کا لقب ہے ۳۸۹
- اللہ کی تلوار ۳۸۹
- اے مٹی کے باپ اٹھ ۳۸۹
- اس کنیت کی پسندیدگی ۳۹۰
- اے بلیوں کے باپ ۳۹۰
- تو کشتی ہی ہے ۳۹۰
- تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو ۳۹۱
- تم تو سراپا گلاب ہو ۳۹۱
- ایک صحابی کا لقب حمار ہے ۳۹۲
- کاش جامی تیرے کتے کا نام ہوتا ۳۹۴
- امام اہل محبت اور سگ بے ہنر ۳۹۵
- سلطان العارفین حضرت سلطان باہو ۳۹۶
- تینڈے دردے کتیاں نال ادب ۳۹۷
- آپ کے سگ کے ساتھ نسبت بے ادبی ہے ۳۹۸
- حضرت عبداللہ بن مسعود اور سگ عمر سے محبت ۴۰۰

